

قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی تعلیمی ازم

فتاویٰ علیہ السلام

جلد اول

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس مکتبہ کی ادارت و اشاعت کے لیے مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ وقف کیا ہے

دارالافتاء و تحقیق

مسجد ابو بکر الصديق في مدينة فاس

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالافتاء والتحقیق محفوظ ہیں

باہتمام : مفتی عبدالرحمن ملاخیل صاحب
 مطبع : محمد الیاس۔ موبائیل: 0333-2184042
 ناشر : دارالافتاء والتحقیق مسجد ابو بکر الصدیق فیروز ڈی۔ ایچ۔ اے کراچی۔

مسائل معلوم کرنے کیلئے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کریں

برائے رابطہ فون نمبر: 021-5804388, 5461872

موبائیل: 0333-2251145

فہرست

موضوعات صفحہ نمبر

﴿ کتاب الایمان والعقائد ﴾

- ۱..... نماز کو بے فائدہ سمجھنے والے کا حکم
- ۱..... دنیا دار الاسباب ہے!
- ۲..... کسی کا کہنا ”میں ہندو ہوں“ کا حکم
- ۳..... کسی چیز سے بدفالی لینے کا حکم
- ۳..... جادو سے کاروبار کی بندش
- ۴..... کافر کی دعاء کا حکم
- ۵..... حالت مرض میں دوا کا استعمال نیز ترک علاج کا حکم
- ۶..... موت کی تمنا کرنا
- ۷..... اٹھارہ ہزار مخلوقات کی حقیقت
- ۸..... تخلیق انسان کس کی خاطر ہوئی؟
- ۹..... حضرت لقمان پیغمبر تھے یا نہیں؟

﴿ کتاب العلم والتبلیغ ﴾

- ۱۰..... حدیث (علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل) کی وضاحت
- ۱۰..... نوجوان عالم کا مرتبہ!
- ۱۱..... لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کا شرعی حکم
- ۱۲..... کیا طالب علم کے اخراجات کی ذمہ داری باپ پر لازم ہے؟
- ۱۳..... تعلیم اور شرعی احکام پر ضرب کا حکم
- ۱۴..... کیا تبلیغ امت کا کام نہیں؟
- ۱۵..... آیت ”واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما“ کی تفسیر

﴿ کتاب الطہارت ﴾

﴿ فصل فی احکام المیاء ﴾

- ۱۶..... پانی کی پاکی ناپاکی کا مسئلہ
- ۱۷..... آب زمزم سے استنجاء وغیرہ کا حکم
- ۱۸..... بارش میں بھگینے والے شخص کے کپڑوں اور بدن کے پاکی کا حکم
- ۱۹..... ماء مستعمل کی چھینٹوں کا حکم
- ۱۹..... نجاست کو چھو کر گزرنے والے پانی کا حکم

﴿فصل فی الوضوء﴾

- ۲۰..... گردن سمیت گلے پر مسح کرنے کا حکم!
- ۲۰..... پاؤں کی پھٹن میں دوا بھرنے کے بعد وضو کا حکم
- ۲۱..... آنکھوں کے اندر لینسز کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل کرنا
- ۲۱..... وضوء کی تری کو خشک کرنے کا حکم
- ۲۲..... وضوء علی الوضوء کا حکم
- ۲۲..... ایک بالشت سے کم مسواک کا حکم
- ۲۳..... دوران وضو کلام کا حکم

﴿فصل فی نواقض الوضوء﴾

- ۲۴..... گرمی دانے پھٹ جانے سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم
- ۲۴..... خروج ریح اور نیند کے بعد وضو کا حکم
- ۲۵..... بغیر وضو کے کتابت قرآن، کتابت حدیث کا حکم
- ۲۵..... حالت سفر میں تیمم کا حکم
- ۲۶..... مقیم کے لئے مدت مسح کا حکم
- ۲۷..... دانتوں کی بھرائی کے بعد بھی غسل ہو جاتا ہے
- ۲۷..... حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم

﴿فصل فی الحيض والنفس﴾

- ۲۸..... حیض کا حکم (جب عادت سے کم خون آئے)
- ۲۸..... عادت سے زائد حیض آنے کا حکم
- ۲۹..... حالت حیض میں قرآن پاک چھوئے بغیر پڑھنے کا حکم
- ۳۰..... حیض کو دوائی کے ذریعہ بند کر کے استعمال کا حکم
- ۳۱..... حائضہ عورت کے ہاتھ سے پکے ہوئے کھانے کا حکم
- ۳۱..... آپریشن کے ذریعہ پیدائش کے بعد نفاس کا حکم

﴿فصل فی الانجاس والمتفرقات﴾

- ۳۲..... برسات میں راستہ کے کیچڑ کا حکم
- ۳۲..... ناپاک خشک رسی پر کپڑے پھیلانے کا حکم
- ۳۳..... گوبر کے اُپلے استعمال کرنے کا حکم
- ۳۳..... نجس کپڑے کو کس طرح پاک کیا جائے
- ۳۴..... حرام جانوروں کی کھال کا حکم
- ۳۴..... مصلیٰ یا چٹائی پر نجاست کا حکم

- ناپاک مٹی سے بنی ہوئی اینٹوں کا حکم ۳۵
نجس پانی سے کھیت کی سیرابی کا حکم ۳۵

﴿کتاب الصلوٰۃ﴾

﴿فصل فی اوقات الصلوٰۃ﴾

- صلوٰۃ عشاء کے وقت کا بیان ۳۶
نماز مغرب اذان کے بعد تاخیر سے پڑھنا ۳۷
چاشت اور اشراق کے وقت کا تعین ۳۷
اوقات مکروہ میں تلاوت کا حکم ۳۸
مکروہ اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ۳۹

﴿فصل فی الاذان﴾

- کیا آذان مسجد سے باہر دینی چاہیے یا اندر؟ ۳۹
آذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کا حکم ۴۰
زلزلہ وغیرہ کے وقت آذان دینا! ۴۱

﴿فصل فی احکام المساجد وادابہ﴾

- مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم ۴۲
مسجد کے تنگی کی وجہ سے دوسرے محلے کے لوگوں کو اس مسجد سے منع کرنا ۴۳
مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟ ۴۳
مسجد کے احاطہ میں لگے ہوئے پھل دار درختوں کا حکم ۴۴
مسجد نبوی ﷺ کی موجودہ توسیع کا حکم ۴۵
غیر مسلم کا مسجد میں آنا کیسا ہے ۴۶
مسجد کے مصالح میں شامل کمرے کا حکم ۴۶
ویران مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنے کا حکم ۴۷

﴿فصل فی شروط الصلوٰۃ وارکانہا وواجباتہا وسننہا وادابہا﴾

- نماز کی نیت صرف دل میں ہونا ہی کافی ہے ۴۸
نماز میں خشوع کی عرض سے آنکھیں بند کرنے کا حکم ۴۹
دعاء قنوت یاد نہ تو کیا پڑھے؟ ۴۹
دوران نماز دونوں پاؤں کے درمیان فاصلے کی مقدار ۵۰
دعاء قنوت بغیر ارفع الیدین کا حکم ۵۱
سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ کا حکم ۵۱
قرأت سریہ میں سر کے مقدار کا حکم ۵۲

- ۵۲..... فرض نماز میں تلاوت کا حکم
- ۵۳..... رکوع قومہ وغیرہ میں دوسرے اذکار کا حکم
- ۵۴..... سجدہ میں تسبیح کی مقدار اور متابعت امام کا حکم
- ۵۵..... چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنے کا حکم
- ۵۵..... تفصیل تکبیر اولیٰ
- ۵۶..... جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم
- ۵۷..... سورت فاتحہ سے پہلے تعوذ و تسمیہ کا حکم
- ۵۷..... رکوع فوت ہونے کے وقت مقتدی کیلئے دعائے قنوت کا حکم
- ۵۸..... دوران نماز جمائی روکنے کا حکم اور طریقہ

﴿فصل فی الامامة والجماعة وتسوية الصفوف﴾

- ۵۸..... مسجد کیلئے امام رکھنے کا اختیار کا حکم
- ۵۹..... امامت کا حق دار کون ہے؟
- ۶۰..... داڑھی مونڈنے والے حافظ کی امامت کا حکم
- ۶۰..... داڑھی منڈوانے والے کی امامت!
- ۶۱..... مسافر امام کی امامت کا مسئلہ
- ۶۳..... امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونے کا حکم
- ۶۳..... امام مسجد کی بیماری کے دنوں کی تنخواہ
- ۶۴..... ایک مقتدی ہونے کی صورت میں امامت کا حکم
- ۶۵..... امام کا دوران نماز کھانسنے کا حکم
- ۶۵..... مسجد میں جماعت کا وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنے کا حکم
- ۶۶..... اگلی صف میں خالی جگہ ہو تو کس طرح آگے جانا چاہئے؟
- ۶۷..... صفوف کے اتصال و انفصال کا مسئلہ
- ۶۷..... بچے کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنے کا حکم
- ۶۸..... صف میں نمازی کا جگہ خاص کرنے کا حکم
- ۶۹..... محاذاة المرأة کی حقیقت

﴿فصل فی اللاحق والمسبق﴾

- ۷۱..... لاحق نماز کس طرح پڑھے؟
- ۷۱..... امام کے ساتھ سجدہ سہو میں مسبوق کا عہد ایا سا ہیسا سلام پھیرنے سے نماز کا حکم
- ۷۲..... مسافر امام کی اقتداء کرنے والے مقیم مسبوق کی نماز کا حکم
- ۷۲..... دعائے قنوت اور تشہد پوری کی جائے یا امام کی اقتداء
- ۷۴..... مسبوق اگر بھول کر سلام پھیرے تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

- ۷۴.....پانچویں رکعت میں مسبوق کی اقتداء کا حکم
 ۷۵.....مسبوق امام کی قعدہ اخیر میں کیا پڑھے؟
 ۷۵.....مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے

﴿فصل فی ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا﴾

- ۷۶.....عورت کا باریک دوپٹے میں نماز پڑھنے کا حکم
 ۷۷.....سردیوں میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم
 ۷۷.....بٹوہ یا موبائل فون میں محفوظ تصاویر کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم
 ۷۸.....نماز میں عمل کثیر کا حکم
 ۷۸.....مسجد کی ٹوپی میں نماز پڑھنے کا حکم
 ۷۹.....نماز میں بجتے موبائل فون کو بند کرنے کا حکم
 ۸۰.....آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کا حکم
 ۸۰.....وسط سر کھلا ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا
 ۸۱.....سجدے میں پاؤں کو زمین سے اٹھانے کا حکم
 ۸۲.....دوران نماز ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے؟

﴿فصل فی الوتر﴾

- ۸۲.....نماز وتر میں دعاء قنوت کا حکم
 ۸۳.....وتر کی قضاء میں لوگوں کے سامنے تکبیر کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے
 ۸۳.....وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنے کا حکم
 ۸۴.....دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے؟

﴿فصل فی السنن والنوافل والقضاء﴾

- ۸۵.....فرض اور سنتوں درمیان کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟
 ۸۶.....ظہر کی سنتوں میں ترتیب کا مسئلہ
 ۸۷.....مسافر کے لئے سنتیں پڑھنے کا حکم
 ۸۸.....ظہر کی چار رکعت سنت کا حکم جب دو رکعت پر سلام پھیرا جائے
 ۸۹.....نوافل الیل میں سری وجہری قرأت
 ۸۹.....دو رکعت نفل کی نیت سے چار رکعت ادا کرنا
 ۹۰.....دوران ڈیوٹی نفل نماز کا حکم
 ۹۱.....اگر امام نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو امامت کرا سکتا ہے؟
 ۹۱.....قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ

﴿فصل فی التراویح﴾

- بیٹھ کر تراویح پڑھنا اور پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہونے سے پہلے بیٹھے رہنا کیسا ہے؟ ۹۲
- تراویح میں ختم قرآن کے بعد سورۃ بقرہ کا پڑھنا ۹۳
- وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنے کا حکم ۹۴
- کیا نماز تراویح صرف مردوں کیلئے پڑھنا ضروری ہے یا عورتوں کیلئے بھی؟ ۹۴

﴿فصل فی سجود السہو وسجود التلاوة﴾

- شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم ۹۵
- نماز کے اندر سجدہ تلاوت کا حکم ۹۵
- سجدہ تلاوت کی قضاء کا حکم ۹۷
- سجدہ تلاوت کے ساقط ہونے کی ایک صورت ۹۸
- آیت سجدہ سننے کی صورت میں سجدہ کن پر واجب ہے ۹۹

﴿فصل فی الصلوۃ المریض والمسافر﴾

- انسان معذور کب بنتا ہے ۹۹
- رکوع اور سجدہ پر غیر قادر آدمی کی نماز ۱۰۰
- ثبوت قصر و تفسیر صلوۃ وسطی ۱۰۰

﴿فصل فی الجمعة﴾

- جمعہ کی سنتوں کی مقدار ۱۰۳
- جمعے کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار و حکم ۱۰۴
- تیز بارش کے بعد جمعہ کے لئے مسجد جانے کا حکم ۱۰۵
- خطیب صاحب کا دوران خطبہ لائٹنی لینے کا حکم ۱۰۵
- جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت ۱۰۶
- خطیب صاحب کا خطبہ کے دوران چہرے کو گھمانا ۱۰۷
- دوران خطبہ چندہ کا حکم ۱۰۷
- خطیب کیلئے خطبے کے درمیان امر بالمعروف کا حکم ۱۰۸
- خطبہ کے دوران نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم ۱۰۹

﴿فصل فی العیدین﴾

- نماز عید، عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے یا مسجد میں ۱۰۹
- عیدین کی نماز کے بعد دعا کا حکم ۱۱۰
- تکبیرات تشریق پڑھنا کن لوگوں پر واجب ہے ۱۱۰
- نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم! ۱۱۲

﴿فصل فی مسائل متفرقات الصلوٰۃ﴾

- ۱۱۳..... نماز میں بجتے ہوئے موبائل فون کو بند کرنے کا حکم
- ۱۱۴..... بے نمازی کی نحوست
- ۱۱۵..... سو دخور کی نماز کا حکم!
- ۱۱۵..... زلزلہ وغیرہ خوف کے اوقات میں نماز کا حکم
- ۱۱۵..... مسجد کی جماعت فوت ہونے کے بعد جماعت سے نماز پڑھی جائے یا اکیلے
- ۱۱۶..... جلسہ استراحت کا حکم
- ۱۱۷..... جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم
- ۱۱۸..... ریل گاڑی میں نماز کا حکم
- ۱۱۸..... نمازی کے سامنے گزرنے کا حکم
- ۱۱۹..... نمازی کے سامنے سے گزرنے کی صورت
- ۱۲۰..... عشاء کے بعد گفتگو کا حکم

﴿کتاب الجنائز﴾

﴿فصل فی الغسل و الکفن﴾

- ۱۲۱..... بعد الوفات بیوی کا چہرہ دیکھنا
- ۱۲۲..... وفات کے بعد شوہر کا اپنی بیوی کو چھونے اور غسل دینے کا حکم
- ۱۲۳..... احد الزوجین کا بعد وفات ایک دوسرے کو دیکھنا

﴿فصل فی الصلوٰۃ علی المیت﴾

- ۱۲۳..... نماز جنازہ کے فرائض
- ۱۲۴..... نماز جنازہ میں سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑنے کا حکم
- ۱۲۴..... نماز جنازہ میں تکبیر بھول جانے کا حکم
- ۱۲۵..... جنازے کی تکبیرات فوت ہونے کا مسئلہ
- ۱۲۵..... جو توں سمیت نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے
- ۱۲۶..... ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم
- ۱۲۷..... نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا کا حکم
- ۱۲۷..... غائبانہ نماز جنازہ کا حکم
- ۱۲۹..... خود کشی کرنے والے کی جنازہ کا حکم
- ۱۲۹..... مجنون کی نماز جنازہ کا حکم
- ۱۳۰..... ڈاکہ ڈالنے والے آدمی کی نماز جنازہ کا حکم
- ۱۳۰..... ناپاک زمین پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

تنہا عورتوں کے نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم ۱۳۱

﴿فصل فی حمل الجنازة ودفنها﴾

جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ ۱۳۲

جنازہ لے جاتے ہوئے ذکر کا حکم ۱۳۲

نومولود مر جائے تو نام رکھ کر دفنانا چاہئے ۱۳۳

اپنے لیے تیار کردہ قبر میں دوسری میت کے دفن کا حکم ۱۳۳

میت کی پیشانی اور سینے پر کچھ لکھنے کا حکم ۱۳۴

مردے کو قبر میں لٹانے کا صحیح طریقہ ۱۳۴

﴿فصل فی الشہید و ایصال الثواب﴾

احکام شہید ۱۳۵

شہید کا حکم ۱۳۶

میت کے گھر کھانے کا حکم! ۱۳۷

ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی و ضیافت کا حکم ۱۳۸

﴿فصل فی احکام المقابر و زیارة القبور﴾

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم ۱۴۰

قبرستان کے درختوں کو کاٹنے اور استعمال کرنے کا شرعی حکم ۱۴۱

قبرستان کے پتھروں کا حکم ۱۴۱

اجتماعی قبر کا حکم ۱۴۱

قبر کو پختہ کرنے کا حکم ۱۴۲

زیارت قبور کا طریقہ ۱۴۳

شب برات میں عورتوں کا قبر پر جانے کا حکم ۱۴۳

صاحب مزار سے بیٹا مانگنے کا حکم ۱۴۴

﴿فصل فی الحداد و التعزیه﴾

تعزیت کا حکم تدفین میت سے قبل ۱۴۵

عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے انتقال پر سوگ منانے کا حکم ۱۴۶

تین دن کے بعد تعزیت کا حکم ۱۴۶

غیر مسلم کی عیادت اور تعزیت کا حکم ۱۴۷

میت کی تعزیت کے وقت دعا کا حکم ۱۴۷

﴿کتاب الزکوۃ﴾

پوری زکوٰۃ ایک شخص کو دینے کا حکم ۱۴۸

- ۱۴۹..... زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت کا حکم
- ۱۵۰..... زکوٰۃ کی ادائیگی میں زکوٰۃ کا نام لینا شرط نہیں ہے
- ۱۵۱..... ادائیگی زکوٰۃ کی نیت سے مسکینوں کو طعام کھلانا
- ۱۵۱..... کوئے مستحق کو زکوٰۃ دینا بہتر ہے
- ۱۵۱..... زکوٰۃ کو بطور عیدی کے دینا
- ۱۵۲..... باوجود محتاج ہونے کے زکوٰۃ لینے والے کا حکم
- ۱۵۳..... قرضہ دے کر پھر اس میں زکوٰۃ کی نیت کرنا
- ۱۵۳..... استعمال کی غرض سے خریدی گئی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں
- ۱۵۴..... حق مہر پر زکوٰۃ کا حکم
- ۱۵۵..... زیورات میں زکوٰۃ کا حکم
- ۱۵۵..... شادی یا مکان کے لئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ
- ۱۵۷..... اسلحہ میں زکوٰۃ کا حکم
- ۱۵۷..... اناج میں زکوٰۃ کا حکم!
- ۱۵۸..... زکوٰۃ کے مصارف اور زکوٰۃ میں تاخیر وغیرہ
- ۱۶۰..... مقروض فقیر کو مالک بنائے بغیر زکوٰۃ کی رقم سے قرضے کی ادائیگی
- ۱۶۱..... نشے کے عادی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ
- ۱۶۱..... زیورات کے ساتھ نگینہ کی زکوٰۃ کا حکم
- ۱۶۲..... مقروض آدمی کی زمین کے عشر کا حکم
- ۱۶۲..... کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟
- ۱۶۳..... نہری زمین پر عشر کا حکم
- ۱۶۳..... صدقہ فطر اپنے رشتہ داروں کو دینے کا حکم
- ۱۶۴..... زیادتی صدقہ سے زیادتی ثواب کا حکم!

﴿کتاب الصوم﴾

- ۱۶۴..... قضاء روزوں کے کفار کا حکم
- ۱۶۵..... روزے کے فدیے کا حکم!
- ۱۶۶..... تنہا چاند دیکھنے کا حکم
- ۱۶۷..... روزہ دار کو کھاتا ہوا دیکھ کر کیا بتانا چاہیے؟
- ۱۶۷..... سحری کے بعد منہ میں کھانے کی باقی ذرات کا حکم
- ۱۶۸..... رمضان میں استنجاء میں احتیاط کا حکم
- ۱۶۹..... روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن سے نہیں؟
- ۱۶۹..... بھول کر روزہ توڑنے کا حکم

- اگر بتی اور مکھی حلق میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ ۱۷۰
- مسافر کے لئے روزے کا حکم ۱۷۰
- شوال کے چھ روزوں کا حکم ۱۷۱
- قضاء روزہ توڑنے پر کفارے کا حکم ۱۷۱

﴿فصل فی الاعتکاف﴾

- معتکف کا نماز جنازہ میں شرکت کرنا ۱۷۲
- حالت اعتکاف میں کسی رشتہ دار میت کی دیدار کا حکم ۱۷۲
- معتکف کا دوسری مسجد میں قرآن سننے کا حکم ۱۷۳

﴿کتاب الحج﴾

- قرضہ لے کر حج کرنے کا حکم ۱۷۴
- کیا عورت پر محرم کے بغیر حج فرض ہے؟ ۱۷۴
- احرام سے پہلے یا بعد میں عطر لگانا ۱۷۵
- سر پر بال نہ ہونے کی صورت میں احرام سے حلال ہونے کا طریقہ ۱۷۶
- حاجی کیلئے آب زمزم ساتھ لے جانے کا حکم ۱۷۶
- حج بدل کا حکم عذر کی وجہ سے ۱۷۷
- حج بدل کا حکم ۱۷۸

﴿کتاب النکاح﴾

﴿فصل فی المحرمات واللاتی یحل نکاحهن﴾

- مرتد عورت کے نکاح کا حکم ۱۷۹
- مسلمان مرد کا آغا خانی عورت سے نکاح ۱۷۹
- اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کا حکم ۱۸۱
- مفقود شوہر کی بیوی کے نکاح کا حکم ۱۸۱
- عیسائی عورت سے نکاح کا حکم ۱۸۲

﴿فصل فی حرمة المصاهرة﴾

- نکاح سے حرمت مصاہرت کا ثبوت ۱۸۳
- حرمت مصاہرت کا حکم ۱۸۴
- عورت کے ساتھ ناجائز تعلق سے بھی اصول و فروع حرام ہوتے ہیں ۱۸۵
- اپنی سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم ۱۸۶

﴿فصل فی احکام الرضاعة﴾

- رضاعت کے مسئلہ میں شہادت کا نصاب ۱۸۶

- ۱۸۷..... اپنی لڑکی کی رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح کا حکم
 ۱۸۸..... اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم
 ۱۸۸..... رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم
 ۱۸۹..... رضاعی چچا سے بھتیجی کے نکاح کا حکم
 ۱۹۰..... سوتیلی دادی سے رضاعت کا حکم!
 ۱۹۰..... لاعلمی کی صورت میں رضاعی بہن بھائی کے نکاح اور ان کی اولاد کا حکم

﴿فصل فی انکحة الصحيحة و الفاسدة﴾

- ۱۹۱..... نکاح میں گواہوں کا حکم!
 ۱۹۲..... تحریری صورت میں نکاح کا حکم!
 ۱۹۲..... نکاح کے وقت تین مرتبہ ایجاب و قبول کا شرعی حکم
 ۱۹۳..... ایجاب و قبول جب ایک مرتبہ کہا جائے
 ۱۹۴..... نکاح کیلئے ولی کون بن سکتے ہیں؟
 ۱۹۵..... بیوی کا زیادہ عرصہ جدا رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا
 ۱۹۵..... نکاح میں کفو کا اعتبار
 ۱۹۶..... متعلقاتِ نکاح
 ۱۹۷..... نکاح فاسد سے ثبوت نسب کا حکم

﴿کتاب الطلاق﴾

- ۱۹۸..... طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے
 ۱۹۹..... خط اور ٹیلیفون کے ذریعے طلاق دینے کا حکم
 ۱۹۹..... غیر مدخول بھا کو تین طلاق دینے کا حکم
 ۲۰۰..... دو طلاق کا حکم
 ۲۰۱..... طلاق کا مسئلہ
 ۲۰۱..... بیوی کے علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دینے سے بیوی کا مطلقہ ہونا
 ۲۰۲..... دورانِ گفتگو غلطی سے لفظ طلاق نکلنے کا حکم
 ۲۰۳..... تین طلاق اور بچوں کے نان نفقے کا حکم!
 ۲۰۴..... طلاق علی المآل کا حکم
 ۲۰۵..... الفاظ کنایہ سے طلاق کا حکم
 ۲۰۶..... مسلم کا عیسائی عورت کو طلاق اور پھر عیسائی سے حلالہ نکاح کا حکم
 ۲۰۶..... طلاق ثلاثہ کو کسی چیز پر معلق کرنے کا حکم
 ۲۰۷..... دورانِ نکاح طلاق معلق کرنے کا حکم
 ۲۰۸..... طلاق پر شہادت کا حکم

﴿باب العدة﴾

- ۲۰۸..... عورت عدت کہاں گزارے؟
- ۲۰۹..... عورت کی عدت کب سے شروع ہوگی؟
- ۲۱۰..... دوران عدت طلاق عورت کا ٹیلی فون پر شادی کے بارے میں گفتگو کرنے کا حکم
- ۲۱۱..... خلع کے بعد عدت کا حکم
- ۲۱۲..... صغیرہ مطلقہ کا عدت گزارنے کے درمیان حیض آنے سے عدت کا حکم
- ۲۱۲..... رخصتی سے پہلے منکوحہ مطلقہ پر عدت کا حکم

﴿فصل فی نفقة الزوجة و السكنی﴾

- ۲۱۳..... بیوی کے لئے الگ مکان دلوانے کا حکم
- ۲۱۴..... بیوی کے نان و نفقہ کا مسئلہ
- ۲۱۴..... بیوی کے سکنی اور نفقہ کا حکم
- ۲۱۵..... عدت طلاق میں عورت کے نان نفقہ کا مسئلہ
- ۲۱۶..... متوفی عنہا زوجہا کے نفقہ کا شرعی حکم
- ۲۱۶..... زوجہ کی تجہیز و تکفین کا خرچہ شوہر پر ہے
- ۲۱۷..... بغیر اذن زوج عورت میسے چلی جائے تو اس کے نفقہ کا حکم!

﴿کتاب الایمان والذور﴾

- ۲۱۸..... قرآن مجید کی قسم کھانا
- ۲۱۹..... قرآن کریم کی قسم منعقد ہو جاتی ہے
- ۲۱۹..... بھائی سے بات نہ کرنے کی قسم کا حکم
- ۲۲۰..... قسم کے ٹوٹنے کا مسئلہ
- ۲۲۱..... نذر کا مسئلہ
- ۲۲۱..... وجود شرط سے پہلے نذر ادا کرنا
- ۲۲۲..... نذر ماننے کا حکم

﴿کتاب الشركة والمضاربة﴾

- ۲۲۳..... مضاربت میں مالک کا اپنے لئے کچھ نفع خاص کرنے کا حکم
- ۲۲۳..... مرتد کے ساتھ شراکت کا حکم
- ۲۲۴..... قرضہ سے مضاربت کا حکم
- ۲۲۵..... مشترک کاروبار کے منافع میں باپ کا تصرف
- ۲۲۵..... جب مضارب رب المال کے مال میں طے شدہ عقد کے خلاف تصرف کرے تو کیا حکم ہوگا..
- ۲۲۷..... مضارب اگر معاہدہ کے خلاف کرے

﴿کتاب البیوع﴾

- ۲۲۸..... منقولہ چیز قبضے سے قبل فروخت کرنے کا حکم
- ۲۲۸..... بیع کا مقدار سے زائد ہونے کا حکم
- ۲۲۹..... ٹیکس کی وجہ سے قیمت میں زیادتی
- ۲۳۰..... بیع کے اندر عیب نکلنے کی صورت میں حکم
- ۲۳۲..... کسی مکان میں جنات ہونا عیب ہے
- ۲۳۲..... زمین کے بغیر زمین پر موجود چشمے کی خرید و فروخت
- ۲۳۳..... اعضاء انسانی کو قیمتاً فروخت کرنا یا بلا قیمت کسی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- ۲۳۴..... مشتری اور بائع آپس میں کمی زیادتی کر سکتے ہیں؟
- ۲۳۴..... قبل القبض بیع کا حکم
- ۲۳۵..... صفقہ واحدہ میں بیع کے بعد بیع پر قبضے کا حکم
- ۲۳۶..... حلال جانوروں کے خون کا بیع
- ۲۳۶..... تقسیم سے پہلے اپنے حصے کی زمین کو بیچنے کا حکم
- ۲۳۷..... جس دودھ میں چھکلی گری ہو، اس کا بیچنا
- ۲۳۸..... معیوب بیع کو واپس کرنا کیسا ہے
- ۲۳۹..... پھل آنے سے پہلے باغات کی بیع کا حکم
- ۲۴۰..... آٹے کے بدلے آٹا ادھار لینا
- ۲۴۱..... ادھار کا ایک مسئلہ
- ۲۴۲..... اناج کو اناج کے بدلے ادھار لینا؟
- ۲۴۳..... شیراز کی بیع کا حکم
- ۲۴۴..... بیع سلم کے لئے شرائط
- ۲۴۵..... قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ لینے کا حکم
- ۲۴۶..... حرام اور ناجائز چیز کے بیچنے کا حکم
- ۲۴۶..... ادائیگی ثمن اے پہلے مشتری کے قبضے میں بیع کا ہلاک ہونا

﴿کتاب الاجارات﴾

- ۲۴۷..... غیر حاضری کے دنوں کی تنخواہ کا حکم
- ۲۴۸..... جانوروں کی جفتی کرانے پر اجرت لینے کا حکم
- ۲۴۸..... قفیز طحان کا مسئلہ
- ۲۴۹..... اپنی مزدوری کو دوسرے شخص پر بیجنا شرعاً کیسا ہے
- ۲۵۰..... ریڈیو کی مرمت پر اجرت لینا
- ۲۵۱..... اجیر خاص کا اپنی جگہ مستاجر کو مقرر کرنا

- گندم وغیرہ پسوانے کی اجرت ۲۵۲
جعلی سند لے کر ملازمت کرنے کا حکم ۲۵۲

﴿کتاب الودیعة والعارية والغصب﴾

- امانت میں تصرف کرنے کا حکم ۲۵۳
تصرف فی الودیعة کا حکم ۲۵۳
مستعار چیز میں نقص آنے کا حکم ۲۵۴
مستعار چیز کے ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان کا حکم ۲۵۵
غصب کے اقرار کے بعد انکار کا حکم! ۲۵۶

﴿کتاب الشهادة والقضاء﴾

- گواہی کے شرائط ۲۵۷
گواہی دینے کا حکم ۲۵۸
راستے میں پان سگریٹ کھانے پینے سے مرد و شہادت نہیں ہوتا ۲۵۸
کیا غیر عالم با اثر شخص کو شرعاً ثالث مقرر کرنا جائز ہے؟ ۲۵۹

﴿کتاب القصاص والحدود والتعزیرات﴾

- آدمی کے اپنے اصول یا فروع کے قتل پر قصاص کا حکم ۲۶۰
مرتدہ عورت کے قتل کا حکم ۲۶۰
کسی کے کہنے پر قتل کرنے کا حکم ۲۶۱
بیوی کو حالت زنا میں دیکھ کر قتل کرنے کا حکم ۲۶۱
حد کے نفاذ سے قبل توبہ ۲۶۲
مالی جرم مانے کا حکم ۲۶۲

﴿کتاب الصيد والذبائح والاضحیة والعقیقة﴾

- بارود کے ذریعہ شکار کردہ مچھلیوں کا حکم ۲۶۳
غلیل یا بندوق سے شکار کا حکم ۲۶۴
پرندے اگر جال (دام) میں مرے ہوئے ملے تو حلال نہیں ۲۶۵
غیر مملوکہ زمین کو محبوبس کر کے شکار سے منع کرنا ۲۶۵
احکام ذبیحہ ۲۶۶
عورت کے ذبیحہ کا حکم ۲۶۸
رات کو جانور ذبح کرنے کا حکم ۲۶۸
قریب المرگ جانور میں زندگی کی علامات ۲۶۹
ذبح کرتے وقت جانور کا سر الگ کرنے کا حکم ۲۶۹

- ۲۷۰..... جانوروں کو خسی کرنے کا حکم
 ۲۷۰..... قربانی کا مسئلہ
 ۲۷۱..... قربانی گائے کی افضل ہے یا بیل کی یا بکرے کی
 ۲۷۲..... عقیقہ میں مل کر ایک جانور ذبح کرنے کا حکم

﴿کتاب الحظر والاباحہ﴾

﴿باب فی الاکل والشرب﴾

- ۲۷۲..... حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم
 ۲۷۳..... بھوک ہڑتال کا شرعی حکم
 ۲۷۳..... کھانا تین انگلیوں سے کھانا چاہیئے
 ۲۷۴..... ایسے ہوٹل میں سواریاں اتارنا جو ڈرائیور کو مفت اور مسافروں سے زیادہ پیسے لے
 ۲۷۵..... پولٹری فارمز کی فیڈ (خوراک) کا حکم
 ۲۷۵..... مہمان کا باوجود بھوک کہہ دینا کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے
 ۲۷۶..... نامحرم کے بچے ہوئے کھانے کو کھانے کا حکم
 ۲۷۷..... کھانا کھاتے وقت بات چیت کرنے کا حکم!
 ۲۷۸..... نسوار سگریٹ اور پان کا شرعی حکم

﴿باب اللباس والزینۃ﴾

- ۲۷۸..... نابالغ زینہ بچوں کو ریشم پہنانے کا حکم
 ۲۷۹..... خواتین کا کان اور ناک چھدوانے کا حکم
 ۲۷۹..... لوہے اور اسٹیل کی انگوٹھی وغیرہ کا حکم!
 ۲۸۰..... سونے، چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا
 ۲۸۰..... عورتوں کیلئے لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات
 ۲۸۱..... امیٹیشن زیورات کا حکم
 ۲۸۲..... ہاتھ میں رومال لیکر گھومنا کیسا ہے؟
 ۲۸۳..... عورت کا فیشن کے طور پر بال کاٹنے کا حکم
 ۲۸۳..... غیر شرعی بالوں کا حکم
 ۲۸۴..... نچلے ہونٹ سے متصل داڑھی کے بالوں کا حکم
 ۲۸۵..... سر کے بال رکھنے کا سنت طریقہ
 ۲۸۶..... سینے اور کمر کے بال مونڈنا کیسا ہے؟
 ۲۸۶..... داڑھی یا سر سے چند سفید بال نکالنے کا حکم
 ۲۸۷..... سر مونڈوانے کی فضیلت کا بیان!

۲۸۸..... خواتین کا مصنوعی بال لگوانے کا حکم

﴿باب التداوی﴾

۲۸۸..... بچے کی پیدائش میں وقفہ!

۲۸۹..... حاملہ عورت اگر مر جائے اور بچہ زندہ ہو تو پیٹ چاک کرنا چاہیے؟

۲۸۹..... منصوبہ بندی

۲۹۰..... مریض بیوی کے علاج کس کے ذمہ کا حکم

۲۹۱..... الکحل کی آمیزش والی ادویات!

۲۹۱..... ریچھ کی چربی کے استعمال کا حکم

۲۹۲..... تعویذ کا حکم

۲۹۲..... شوہر کا بیوی کے دودھ کو پینے کا حکم

﴿باب المصافحة والسلام﴾

۲۹۳..... مصافحہ ایک ہاتھ سے ہونا چاہئے یا دونوں ہاتھوں سے

۲۹۳..... کسی سے مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنے کا حکم

۲۹۳..... نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم!

۲۹۵..... کن لوگوں کو سلام کا جواب دینا چاہیے اور کن کو نہیں؟

۲۹۶..... سلام کا سننا ضروری ہے

۲۹۷..... سلام کے جواب دینے کا حکم

﴿باب الستر والحجاب﴾

۲۹۸..... دروازوں پر پردے لٹکانے کا حکم

۲۹۸..... عورت کے لئے کسی اجنبی شخص کی آواز سننا کیسا ہے؟

۲۹۸..... بارات کیساتھ عورتوں کے جانے کا حکم

۲۹۹..... عورت کیلئے ٹیلیفون اٹھانے کا حکم

۳۰۰..... رضاعی بیٹے کی ماں اجنبی ہے!

۳۰۱..... اجنبی عورت پر نظر پڑ جانے کا حکم

۳۰۲..... منہ بولی بیٹی کا پردے اور میراث وغیرہ میں حکم

﴿فصل فی متفرقات الحظر والاباحۃ﴾

۳۰۲..... صبح سویرے دکان کھولنے کا حکم

۳۰۳..... چرس اور ایفون کی اسمگلنگ

۳۰۴..... بیرون ممالک سے بلیک پر چیزیں لانے کا حکم

۳۰۴..... ناپ تول میں کمی کا حکم!

- ایزی لوڈ کا حکم ۳۰۵
- ایسے موبائل فون کیساتھ لیٹرین جانا جس میں قرآن کریم محفوظ ہو! ۳۰۲
- عام اوراق اور مقدس اوراق کا حکم! ۳۰۷
- قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو جلانے کا حکم ۳۰۸
- خیر و برکت کی نیت سے مصحف کو گھر میں رکھنا جبکہ تلاوت نہ کی جائے! ۳۰۸
- چھینکیں آنے والے کے بارے میں حکم ۳۰۸
- آلات لہو لعب کی خرید و فروخت ۳۰۹
- ساحر کی کمائی حرام ہے ۳۱۰
- چھوٹے سائز کے قرآن کریم چھپوانے کا حکم ۳۱۱
- کھٹلموں کو گرم پانی سے مارنے کا حکم ۳۱۱
- ایذا دینے والے کتوں اور بلیوں کو مارنے کا حکم ۳۱۲
- شوقیہ کتاب پالنے کا حکم ۳۱۳
- کیا کسی صورت میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟ ۳۱۳
- گانے بجانے کا شرعی حکم ۳۱۴
- شارع عام پر گزرنے سے روکنے کا حکم ۳۱۶
- نظر بد سے بچنے کی تدبیر ۳۱۷
- ایک پودے کا قلم دوسرے میں لگانا کیسا ہے؟ ۳۱۷
- ڈیکوریشن پیس اور سنگریٹ جلانے والے لائٹر کا حکم ۳۱۷
- ایسی لکڑی جلانے کا حکم جس میں چیونٹیاں ہو ۳۱۸
- اخبارات پڑھنے کا حکم ۳۱۹
- غیر مسلم کے ہاں نوکری کا حکم ۳۱۹
- زلزلہ کے وقت گھر سے بھاگنے کا حکم ۳۱۹
- صحابہؓ کے علاوہ کسی اور کے لئے رضی اللہ عنہ کہنے کا حکم ۳۲۰
- بیوی کا اپنے شوہر کا نام لے کر پکارنے کا حکم ۳۲۰
- شریر آدمی کی غیبت کا حکم ۳۲۱
- بیوی کی کمائی ہوئی رقم کا حکم ۳۲۱
- زلزلے کے دوران بھاگنے کا حکم ۳۲۲
- نسوار و پان کھانے کا شرعی حکم ۳۲۳
- انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کا حکم ۳۲۳

﴿کتاب الوصیۃ و الفرائض﴾

- وصیت کا حکم ۳۲۴

- ۳۲۵..... وصیت موصی لہ کی موت سے باطل ہو جاتی ہے
- ۳۲۶..... بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے پر وعید
- ۳۲۷..... زندگی میں میراث تقسیم کرنے کا حکم
- ۳۲۸..... زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد تقسیم کرنا
- ۳۲۹..... باپ کا ایک بیٹے کو زندگی میں وارث بنانا
- ۳۳۰..... بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے کا حکم!

﴿مسائل شتی﴾

- ۳۳۱..... بینک ملازم سے اپنا قرضہ وصول کرنا
- ۳۳۱..... اگر ادارہ انشورنس کرائے تو ملازمین کیلئے اس ادارے کی سہولیات حاصل کرنا جائز ہے؟
- ۳۳۲..... حوالہ کا مسئلہ
- ۳۳۳..... پانی میں بہہ کر آنے والی لکڑیوں کا حکم!
- ۳۳۴..... مرتد کے وقف کا حکم
- ۳۳۴..... غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا حکم
- ۳۳۵..... بہہ سے رجوع کا حکم
- ۳۳۶..... طلاق کے بعد بچے کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟
- ۳۳۷..... حکومت سے لون لے کر مکان وغیرہ بنوانے کا حکم
- ۳۳۸..... انگور کا پانی نچوڑ کر کچھ مدت کے بعد اس کا استعمال کیسا ہے؟
- ۳۳۹..... آدمی کا اپنے مطلقہ بیوی کے بچوں سے ملنے کا حکم
- ۳۳۹..... نابالغ بچوں کی چیزوں کو بہہ کرنے کا حکم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم، أما بعد!

احقر نے زیر نظر فتاویٰ کا مجموعہ جستہ، جستہ مقامات سے دیکھا، یہ مجموعہ عزیز القدر مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب حفظہم اللہ تعالیٰ (فاضل تخصص جامعہ دارالعلوم کراچی) کی زیر سرپرستی اور زیر نگرانی، ان کے طلباء تخصص نے تیار کیا، یہ مجموعی لحاظ سے مسائل کا ایک مفید مجموعی ہے، اس میں شعبہائے زندگی سے متعلق مختلف مسائل جمع کیے گئے ہیں جنہیں قرآن و سنت اور فقہ کے مستند حوالوں سے مزین کیا گیا ہے، اس اعتبار سے یہ کتاب عوام الناس، طلباء اور علماء کے لئے ایک مفید ذخیرہ ہے البتہ چونکہ یہ فتاویٰ تخصص کے زیر تربیت طلباء کے لکھے ہوئے ہیں اس لئے بہت ممکن ہے کہ ہر مسئلہ میں کما حقہ تحقیق نہ ہو سکی ہو لہذا اس بات کی ضرورت تھی کہ ان کی اشاعت سے پہلے کچھ ایسے مفتیان کرام کی نظر وں سے گزارا جاتا جو اس میدان میں عرصہ دراز سے مصروف عمل ہیں تاہم اب جب یہ مجموعہ اشاعت کے مرحلہ میں ہے تو حضرات مفتیان سے یہی توقع ہے کہ اگر انہیں دوران مطالعہ کوئی سقم اور غلطی نظر آئے تو وہ ضرورت اس کی طرف توجہ دلائیں گے۔

مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب اور ان کے ہونہار طلبہ جن کے تحریر کردہ فتاویٰ اس مجموعہ میں شامل ہیں وہ اس کی تیاری اور اشاعت پر قابلِ صدمبار کباد ہیں اور وہ اس مشہور مقولہ پر عمل پیرا نظر آتے ہیں:

”مَا لَا يُذْرِكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ“

یعنی جو کام کلی طور پر نہ کیا جاسکتا ہو وہ کلی طور پر چھوڑا بھی نہ جائے۔

دل سے ہے دعا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مجموعہ کو نافع اور مفید بنائے اور اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو فائدہ پہنچائے اور محنت کرنے والے علماء و فضلاء اور جن، جن حضرات نے اس مجموعہ کی تیاری اور اسے منظر عام پر لانے میں جس، جس طریقہ سے بھی حصہ لیا ہے سب کے لیے ذریعہ نجات اور ذخیرہ آخرت منائے۔ آمین

ع این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

واللہ المتعان

محمد عبدالمنان عفی عنہ

نائب مفتی و استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دارالافتاء والتحقیق کی علمی و فقہی کاوش

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

افتاء کا کام نہایت عظیم الشان اور باعث اجر و ثواب ہونے کیساتھ ساتھ انتہائی نازک بھی ہے۔ مسند داری میں آپ ﷺ کا ارشاد منقول ہے۔

أَجْرُكُمْ عَلَيَّ الْفَتْيَا أَجْرُكُمْ عَلَيَّ النَّارُ (داری حدیث ۱۷۵)

تم میں سے فتویٰ دینے میں زیادہ دلیہ جہنم کی آگ پر بھی زیادہ دلیر ہے۔

اور ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے۔

من أفتى بغير علم كان أثمه على من أفتاه (کتاب العلم)

جو علم کے بغیر فتویٰ دے تو اس کا گناہ اسی کے سر ہے۔

دونوں احادیث سے اس کام کا نازک ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آئمہ مجتہدین اور دیگر سلف صالحین کے افتاء سے متعلق اقوال اور اس میں احتیاط برتنے کے واقعات کا جب استحضار ہوتا ہے تو اس کام میں ہاتھ ڈالنے سے بڑا خوف دامن گیر ہوتا ہے۔

جب کہ اس کام کے دوسرے پہلو یعنی عظمت و اہمیت کو اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے، اس کو فرض کفایہ کا درجہ دیا اور قرآن کریم میں افتاء کو خود اپنی طرف منسوب فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْ اللّٰهُ يَفْتِكُمَ فِيمَنْ۔ اور قُلْ اللّٰهُ يَفْتِكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (لہذا یہ کام سنت الہی ہے۔ جب کہ یہ کام خاتم النبیین ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی فرض منصبی رہا اس پر خطر اور نازک ہونے کے باوجود علماء کرام اس کام کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ کہ اسی میں علم دین کی بقاء ہے اور دنیا و آخرت میں نجات کا بڑا ذریعہ ہے۔ شامی نے امام محمد کا قول نقل کیا ہے۔

الغرض افتاء کا کام انتہائی مفید ہے، اور کوئی بھی مفید مشغلہ ہو تو اس میں خطرہ بھی تقریباً اسی نسبت سے ہوتا ہے بندہ کی نظر میں بھی اس کام کی بڑی اہمیت ہے، فراغت کے بعد اس کا بڑا شوق و جذبہ رہا اور الحمد للہ اب بھی ہے لیکن ۱۴۱۱ھ جامعہ دارالعلوم کراچی میں (اللہ تعالیٰ ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ فرمائے) حضرت اقدس استاد العلماء والمشاخ شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی نفعنا اللہ والمسلمین بعلومہ وادام علیا ظلہ نے درجہ تخصص فی الفقہ میں اپنی تربیت کے سایہ تلے جگہ عنایت فرمائی (جزاه اللہ فی الدنیا والاخرۃ) اور بڑی۔ بات کی بات یہ کہ جو مضامین تخصص میں پڑھائے جاتے ہیں سراجی کے علاوہ باقی سب خود پڑھائے اور تینوں سال جتنے فتاویٰ لکھے آپ

ہی اصلاح فرماتے اور تصویب فرماتے، دوران تربیت جہاں اس کام کی اہمیت واضح فرماتے، اس میں غفلت اور لاپرواہی یا اپنے سلف اکابر اساتذہ کے نہج سے ہٹنے کو دنیا و آخرت میں بربادی، خسران کا باعث بیان فرماتے۔ بار بار اس پر اتنا زور دیتے رہیں کہ ڈر اور خوف کا پہلو شوق پر غالب ہو گیا۔ البتہ ایک صورت میں اس کام میں لگنے پر اطمینان فرماتے وہ یہ کہ طویل عرصہ تک ماہر اساتذہ کی صحبت میں رہ کر اور ان کی صحبت سے پوری طرح فائدہ اٹھا کر کیا جائے تو اس سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ اور اس ممارست کے بعد بھی ایک بات یاد رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ کہ جب بھی کوئی نادریا مشکل مسئلہ پیش آئے عربی کتب فتاویٰ کی طرف مراجعت کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے، لکھنے سے پہلے اکابر علماء کے اردو فتاویٰ میں بھی وہی مسئلہ یا اس کی نظیر تلاش کریں اور اپنی سمجھ کو اکابر کی سمجھ پر پرکھیں اگر کہیں تضاد ہو تو اپنی سمجھ پر کبھی بھروسہ نہ کریں اکابر کی رائے کو ترجیح دیں یا کم از کم توقف اختیار کریں۔

اس لئے تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد تدریس پر اکتفاء کرنے کا ارادہ ہوا اور اسی میں سلامتی سمجھی۔ تدریس کیلئے کوشش کرتا رہا کہ ایک روز اپنے شیخ و مربی ناظم تعلیمات و شیخ الحدیث پیر طریقت و مرد کامل مولانا مفتی سبحان محمودؒ نے اشرف العلوم کورنگی نمبر ساڑھے تین میں اصلاحی درس سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا عبدالرحمن آج کل کیا کر رہے ہو؟ عرض کیا حضرت ربانی مسجد کورنگی نمبر میں امامت و خطابت کی خدمات انجام دے رہا ہوں۔ فرمایا ادھر یعنی اشرف العلوم میں کام کرو۔ اور پھر باقاعدہ دارالافتاء والتصنیف کا ذمہ دار ٹھہرایا، دوران تخصص بھی تقریباً ہر مسئلہ میں آپ سے رہنمائی حاصل کرتا رہا اور لکھنے کے بعد اپنی تحریر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کرتا، کاموں کا آپ پر ہجوم ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑے حلم سے نوازا تھا ہر وقت چہرہ مبارک پر شگفتگی اور خوشی کے آثار نظر آتے نظامت کے ذمہ داریوں سمیت کافی فتاویٰ ایک گھنٹہ میں سن لیتے تھے، اصلاح فرماتے اور تصویب بھی فرماتے تھے، ایک طرف اصلاح فتاویٰ کیلئے طلباء کی لائن ہوتی تھی، دوسرے طرف دارالعلوم کے مسائل یعنی نظامت سے متعلق مسائل والوں کی لائن ہوتی تھی، میں نے آپ کے وقت میں برکت کا مشاہدہ کیا۔ اپنے شیخ کے حکم سے اشرف العلوم میں افتاء اور تصنیف کا کام شروع کیا اب زیادہ ڈر اور خوف بھی نہیں تھا۔ اس لئے کہ شیخ سے رہنمائی حاصل کرنے میں آسانی تھی ہر مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا آپ ہی تصویب فرماتے۔ کچھ عرصہ کے بعد تدریس شروع کرنے کی بندہ نے خود درخواست دی، تصنیف کا کام صاحبزادے مولانا حسان کے حوالہ فرمایا، البتہ افتاء اور تدریس دونوں خدمات حضرت کے زیر سایہ انجام دیتا رہا۔ الحمد للہ فنون کی اکثر کتب پڑھانے کا موقع ملا، ہدایہ (چاروں جلد) پڑھائے، خصوصاً ہدایہ ثالث؛ آٹھ سال تک پڑھایا اور ساتھ ساتھ

مدرسہ میں آنے والے سوالات کا جواب بھی خود لکھتا۔

۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ کو حضرت اس دار فانی سے رحلت فرما گئے مجھ سمیت بہت سارے خوشہ چین اس سایہ سے محروم ہو گئے۔ ایک مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی ہمارے آبائی گھر پر تشریف لائے تھے رخصت ہوتے وقت فرمایا: عبدالرحمن ہم جارہے ہیں آپ کام کرتے رہیں۔ انداز سے تاکید معلوم ہو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جو اررحمت میں رکھے عجیب شفیق استاد و مربی تھے، بہت حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ الحمد للہ حسب ارشاد کام جاری رکھا اللہ تعالیٰ آخری دم تک جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس کو قبول فرما کر اس میں خوب برکت عطاء فرمائے آپ کے انتقال کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کے دیگر اساتذہ کرام سے اکثر مسائل میں رجوع کرتا ہوں اور الحمد للہ کوئی مشکل مشکل نہیں رہتی اللہ تعالیٰ تمام اساتذہ کرام کا سایہ قائم و دائم رکھے اور ان کے فیوض سے ہمیں پوری طرح فائدہ اٹھانے کی توفیق عطاء فرمائے

۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۲ء ڈی ایچ اے کراچی کی ایک مسجد میں خطابت و امامت کی خدمات دینے پر اللہ تعالیٰ نے فائز فرمایا۔ تدریسی خدمات جاری رکھنے میں کچھ دشواریاں پیش آرہی تھیں۔ بڑی فکر لاحق ہو گئی۔ کہ خدا نخواستہ تدریسی سلسلہ منقطع ہو گیا تو بڑی نعمت سے محروم ہوگی۔ بڑے مجاہدوں سے حاصل کیا ہوا مختصر سا علم ضائع ہو جائے گا۔ دعاؤں کا اہتمام کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈالا کہ الحمد للہ اپنی مسجد یعنی جامع ابو بکر صدیق فیروز ۲ کافی وسیع اور پرسکون ہے نیچے تہہ خانہ میں اگر علماء کرام کو تمرین افتاء کرایا جائے تو اپنا مقصد بھی پورا ہوگا اور بہت سارے فضلاء تشنگان علم جو کہ دور دراز علاقوں سے کراچی آتے ہیں۔ اور بڑے اداروں میں ان کی داخلہ کی گنجائش نہیں ہوتی کم از کم بندہ کے پاس ان کو کچھ فائدہ تو ہوگا۔

بریگیڈیر (ر) حافظ قاری مولانا فیوض الرحمن صاحب دامت برکاتہم ڈی ایچ اے میں مذہبی امور کے ڈائریکٹر تھے بندہ کی درخواست ایک شرط پر منظور فرمائی کہ علماء کرام کی رہائش مسجد میں نہ رکھیں البتہ تعلیم جاری رکھیں صرف تعلیم دینا ڈی ایچ اے کے اصول کے منافی نہیں ہے بلکہ ڈی ایچ اے اے تو حفظ و ناظرہ تعلیم بالغاں کی کلاسوں سے مساجد کو آباد رکھنا چاہتا ہے۔ آپ تو تمرین افتاء کرائیں گے یہ تو سب سے عمدہ کام ہے۔

ڈی ایچ اے کی طرف سے اجازت ملنے کے بعد کئی دنوں تک استخارہ کیا، انشراح صدر کے بعد جامعہ دارالعلوم کراچی کے اساتذہ کرام سے خصوصاً فقہی مسائل میں جن اساتذہ کرام سے وقتاً فوقتاً استفادہ کرتا رہا ان سے باقاعدہ مشورہ کیا کہ اتنی بڑی ذمہ داری کے بوجھ کا بندہ خود اکیلے متحمل نہیں ہے ہاں اللہ تعالیٰ کی مدد اور اساتذہ کرام کا سایہ ہو تو کوئی مشکل نہیں ہے۔

الحمد للہ اساتذہ کرام نے تعاون کی یقین دہانی فرمائی۔ پھر اپنے شیخ و مرشد حضرت اقدس جناب واصف منظور صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بصیرت کی بڑی دولت سے نوازا ہے اس لئے درخواست میں اس بات کا بھی اظہار کر دیا کہ اجازت دیں گے تو یہ کام شروع کر دوں گا ورنہ نہیں۔ شیخ دامت برکاتہم اس وقت اللہ تعالیٰ کے راستے میں سالانہ چلہ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے۔ اندرون سندھ تشکیل ہوئی تھی جواب ملنے میں کئی دن گزر گئے مختلف قسم کے وساوس آرہے تھے کہ شاید یہ کام شروع نہ کرنے میں خیر ہے اس لئے شیخ صاحب کوئی جواب نہیں دے رہے ہیں۔ چونکہ میری دلی خواہش اس کام کو شروع کرنے کی تھی لیکن یہ عزم کیا ہوا تھا کہ اگر شیخ صاحب اجازت نہیں دیں گے تو شروع نہیں کروں گا۔ اور یہ شوق محض خواہش نفس اور مکر شیطان ہوگا۔ بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔ کئی دنوں کے بعد جواب موصول ہوا چونکہ شدت سے انتظار تھا اس لئے بڑی خوشی ہوئی، اللہ، اللہ کرتے ہوئے خط کھول رہا تھا عجیب کیفیت تھی کہ جواب ہاں میں ہو گا یا نفی میں؟ بہر حال شیخ صاحب نے نہ صرف اجازت دی بلکہ بہت زیادہ دعائیں بھی دیں اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بہت جلد یہ بہت بڑا علمی ادارہ ہوگا اور جواب میں تاخیر کی وجہ بھی تحریر فرمائی تھی کہ دیگر بزرگوں اور مفتیان کرام جن سے ذاتی تعلق ہے مشورہ کیا تب فیصلہ کیا اس لئے تاخیر ہو گئی۔

شوال ۱۴۲۶ھ میں چھ فضلاء کو شعبہ تخصص فی الفقہ کیلئے استعداد معلوم کرنے کے بعد منتخب کیا۔

۱۔ مولوی صلاح الدین ڈیروی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۔ مولوی صلاح الدین چترالی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۳۔ مولوی شاہد الحق کشمیری فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

۴۔ مولوی عبدالوہاب مانسہروی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۵۔ مولوی شریف حسین چترالی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

۶۔ مولوی محمد عزیز چترالی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

تمام ساتھیوں نے سال بھر خوب یکسوئی سے محنت کی اور شعبان ۱۴۲۷ھ میں تعلیم مکمل کر لی جن کی کارکردگی اس کتاب کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کام سے اصل مقصد تو صرف علمی مشغلہ کو جاری رکھنا اور علم کی طلب و لگن رکھنے والے فضلاء کرام کی خدمت کرنا تھا۔ مسائل کے جوابات فتاویٰ کی صورت میں لکھ کر محفوظ رکھنے کا ارادہ تو ضرور تھا لیکن ابھی باقاعدہ کتابی شکل میں طباعت کا نہ کوئی ارادہ تھا اور نہ اتنے وسائل موجود تھے۔ سال کے اختتام پر الواداعی پروگرام کے موقع پر بعض ساتھیوں کو بھی دعوت دی کارکردگی سامنے آنے پر ہمارے مہربان دوست طارق علیم

صاحب نے خود خواہش ظاہر فرمائی کہ اس کی طباعت اگر ہو جائے تو بہت فائدہ ہوگا جس کا خرچہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے میں خود انشاء اللہ برداشت کر لوں گا۔ جناب سید منصور احمد صاحب جو کہ دارالافتاء والتحقیق کے نائب صدر بھی ہیں اور تقریباً ہر موقع پر اس قسم کے خیر کے کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں انہوں نے بھی کچھ حصہ شامل کیا محض اللہ کے فضل و کرم سے بغیر ارادہ و محنت کے طباعت کا جب سب انتظام ہو گیا تو اس سے اعراض کرنا مناسب نہ سمجھا: لا غنی بی عن برکتک یا ربی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ذمہ داری کے انجام دہی میں ہر طرح کے اغلاط و اخطاء سے حفاظت فرمائے۔ اور اس مختصر اور ناقص خدمت کو قبول فرما کر عوام الناس کیلئے نافع بنائے۔ اور جن کی محنت و رہنمائی سے مال یا وقت خرچ کرنے سے ان فتاویٰ کو کتابی صورت ملی جن میں مولانا شاہد، مولانا صلاح الدین چترالی، مولانا عبدالوہاب، مولانا شریف حسین، مولانا عزیز، مولانا قذافی، مولانا صلاح الدین ڈیروی شامل ہیں، ان کیلئے اور ان کے علاوہ میرے والدین اساتذہ کرام کیلئے بھی صدقہ جاریہ ہو اور رضائے الہی کا ذریعہ ہو۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کوئی غلطی سامنے آئے تو بندہ کو متنبہ فرمادیں، میں بہت احسان مند ہوگا۔ اساتذہ کرام سے مشاورت کے بعد غلطی واضح ہو گئی تو انشاء اللہ اس کی اصلاح میں تاثر نہیں ہوگا۔

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه
واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا
محمد ﷺ واله واصحابه اجمعين۔

بندہ عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

دارالافتاء والتحقیق ابو بکر مسجد ڈیفنس فیز ڈی ایچ اے کراچی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

بمطابق ۱۴ اگست ۲۰۰۷ء

ہدایت برائے مستفتی

- ۱۔ فتویٰ حاصل کرنے کیلئے آپ مندرجہ ذیل ہدایت پر عمل کیجئے
کوئی بھی عمل کریں، دین اسلام کی ہدایات کی روشنی میں کریں آپ کی صحیح رہنمائی کوئی مستند مفتی، عالم دین ہی کر سکتا ہے۔
- ۲۔ اس نیت اور جذبہ سے فتویٰ حاصل کریں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے رب کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟
- ۳۔ ایسے سوالات سے گریز کریں جن کا تعلق کرنے یا نہ کرنے سے نہ ہو۔ یا محض ایسی معلومات جن کے بارے میں قیامت کے روز ہم سے کوئی سوال نہ ہوگا۔
- ۴۔ تحریری فتویٰ حاصل کریں تاکہ آپ کے پاس تحریری جواب بطور سند رہے۔ زبانی جواب آپ بھول سکتے ہیں یا جلدی میں کبھی صحیح نہیں سمجھ پاتے۔
- ۵۔ ایک کاغذ پر دو سے زیادہ سوالات نہ لکھیں۔
- ۶۔ صاف تحریر اور مضمون واضح کر کے سوال اردو میں یا، عربی، فارسی زبان استعمال کریں۔
- ۷۔ اپنا فون نمبر اور پتہ ضرور درج کریں ہو سکتا ہے سوال پر کوئی تنقیح قائم ہو اور آپ سے رابطہ کی ضرورت پڑے۔
- ۸۔ بعض فتویٰ تحقیق طلب ہوتے ہیں، جواب میں تاخیر ہو سکتی ہے، جلدی کا اصرار نہ کریں۔
- ۹۔ ڈاک کے ذریعہ سوال بھیجیں تو جوابی لفافہ پر مکمل پتہ صاف کر کے لکھیں۔
- ۱۰۔ بعض فتاویٰ کا جواب صرف زبانی دیا جاتا ہے تحریری جواب سے معذرت کی جاتی ہے۔
- ۱۱۔ کسی بھی فتویٰ پر کوئی اجرت، معاوضہ نہیں لیا جاتا۔
- ۱۲۔ مستورات کو چاہئے کہ پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے محرم کو ساتھ لیکر دارالافتاء کے دروازہ پر انتظار کریں اور مفتی صاحب سے اپنے محرم کے ذریعہ رابطہ کریں۔ ضرورت پڑی تو براہ راست بھی بات کر سکتی ہیں۔
- ۱۳۔ عدالتی فیصلوں سے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا ہو تو عدالتی فیصلے کا اردو ترجمہ کسی مستند وکیل (ایڈوکیٹ) سے کرا کر سوال کیساتھ منسلک کریں۔

تقریظ

مولانا عزیز الرحمن صاحب

استاد الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

زیر نظر کتاب جو دارالافتاء والتحقیق کے صادر کردہ شرعی فتاویٰ کا مجموعہ ہے اور ایک سال کے دوران اس مرکز میں زیر تربیت درس نظامی کے فضلاء نے تخصص فی الافتاء میں تدریب کے طور پر تحریر کئے ہیں، یہ مجموعہ اس مرکز کی طرف سے شائع ہونے والی پہلی کتاب ہے۔

دو سال پہلے مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب زید مجدہم نے طلبہ تخصص کے لیے یہ مرکز قائم کیا تھا، موصوف خود جامعہ دارالعلوم کراچی کے متخصص ہیں اور یہاں کے مشائخ کی زیر نگرانی فتاویٰ نویسی کی تربیت حاصل کر چکے ہیں جامعہ دارالعلوم کراچی سے تکمیل تخصص کے بعد تقریباً پندرہ سال تک بطور مفتی مختلف مدارس میں شرعی فتاویٰ جاری کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں۔

مولانا موصوف کو خیال آیا کہ دس پندرہ طلبہ کی جماعت کو فتویٰ نویسی کی تربیت دی جائے اور اس غرض کے لیے تخصص فی الافتاء کا شعبہ قائم کیا جائے۔

چنانچہ اس لگن اور علمی ذوق کی بناء پر انہوں نے ناسازگار حالات کے باوجود کام شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے نہایت مفید ثمرات ظاہر ہوئے شاید یہ اس مبارک کام کا ثمرہ ہے کہ فوراً ہی ایک سال کے صادر شدہ فتاویٰ کی اشاعت کا بھی انتظام ہو گیا، جبکہ دوسرے سال کے رجسٹرڈ فتاویٰ بھی کمپوزنگ کے مرحلے میں ہیں طباعت سے جہاں یہ فتاویٰ محفوظ ہو گئے وہاں عمومی طور پر ان سے استفادہ ہو سکے گا اور ان متخصصین کی بھی بڑی حوصلہ افزائی ہوگی جن کے علمی خامہ فرسائی سے یہ مرحلہ سر ہوا۔

مولائے کریم اس سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور مفتی صاحب زید مجدہم کی زیر سرپرستی قائم اس ادارے کو زیادہ سے زیادہ نفعیت سے سرفراز فرمائے آمین وما ذلک علی اللہ بعزیز

کتاب الایمان والعقائد

نماز کو بے فائدہ سمجھنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ کہ ایک آدمی جو یہ کہہ دے کہ ”صرف نماز پڑھنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا جیسا کہ تم کرتے ہو بلکہ آدمی کا دل صاف ہونا چاہیے اور اخلاق اچھا ہونا چاہیے۔“ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟۔

جواب: اس شخص کا یہ کہنا کہ دل صاف ہونا چاہیے اور یہ کہنا کہ اخلاق اچھا ہونا چاہیے، بالکل صحیح ہے۔ اور شریعت میں مطلوب بھی ہے۔ تاہم اس کا یہ کہنا کہ نماز پڑھنے سے کچھ فائدہ نہیں (نعوذ باللہ) درست نہیں ہے۔ کیونکہ نماز کا فائدہ تو مسلمان کو بہر صورت حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسے حکم کو جو کہ دین اسلام کا رکن ہے، کوئی شخص غیر اہم سمجھے تو ایسے شخص کا ایمان بھی خطرے میں ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ کہ نماز برائیوں، فحاشیوں وغیرہ سے روکتی ہے۔

فی القرآن الکریم:

ان الصلاة تنهى عن الفحشاء والمنکر (سورة العنکبوت، پارہ ۲۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین جتوالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عف اللہ عنہ

دُنیا دارالاسباب ہے!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری ایک دکان (جنرل اسٹور) ہے پوچھنا یہ ہے کہ کیا جو نصیب میں ہوگا وہ پھر بھی ملے گا چاہے دکان بند ہو یا کھلی محنت کریں یا نہ کریں، گاہک کو توجہ دیں یا نہ دیں، ڈیکوریشن کے لئے سامان دکان کے باہر لگائیں یا نہ لگائیں؟ (مستفتی محمد دین وزیر ستانی)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مخلوقات کا رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں تاہم اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے دارالاسباب بنایا ہے، اس لئے انسان کو حلال روزی کے حصول کے لئے جائز اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لیکن اعتقاد اور یقین یہ ہونا چاہیے کہ حقیقت میں روزی اللہ ہی دیتے ہیں، یہ دکان، کاروبار

وغیرہ محض اسباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بغیر بھی رزق عطا فرما سکتے ہیں۔

اس لئے دکان کھولنا، گاہکوں کو متوجہ کرنا، غرض ہر طرح کے اسباب اختیار کرنا شریعت کی رو

سے ممدوح ہے، تاہم حرص و لالچ اور ضرورت سے زیادہ محنت و مشقت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ايها الناس ان روح القدس نفث في روعي ان نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها الا فاتقوا الله و اجملوا في الطلب ولا يحملنكم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصي الله فانه لا يدرك ما عند الله الا بطاعته. (مشکوٰۃ المصابيح ۴۵۲)

وفيه:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة (راوہ البيهقي)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شريف حسين غفر له

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

کسی کا کہنا ”میں ہندو ہوں“ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زید اور بکر عید کے ایام میں سفر پر تھے جس جگہ ان کو جانا تھا اس کا کرایہ پانچ روپیہ تھا کنڈیکٹر نے دس کے حساب سے کرایہ لیا تو زید نے کہا کہ بقیہ پیسے واپس کرو۔ اس پر کنڈیکٹر نے کہا کہ عیدی بھائی، آپ مسلمان نہیں ہیں، اس پر زید نے غصے میں آ کر کہا کہ ”میں ہندو ہوں“ کنڈیکٹر نے پیسے تو واپس کئے لیکن زید بعد میں اپنے اس جملے پر سوچ کر نادام ہوا اور استفسار کرتا ہے کہ اس کا کیا حکم ہے۔؟ (مستفتی محی الدین)

جواب: یہ کلمہ کہ ”میں ہندو ہوں“ کلمہ کفر ہے زید کا وہ مطلب مراد ہو جو الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے تو انسان ان کلمات کے کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال سے پتہ چلتا ہے کہ زید کی مراد یہ نہ تھی بلکہ زجر اپنا حق وصول کرنے کے لئے کہا ہے۔ بہر حال یہ خطرناک اور سنگین جملہ ہے تو بہ اور استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ احتیاط کرنی چاہیے۔

فی الہندیہ

مسلم قال: انا ملحد، یکفر ولو قال، ما علمت انه کفر ل یعذر بهذا وفي
الیتیمہ: سالت والدی عن رجل قال انا فرعون او ابليس فحينئذ، یکفر، کذا فی
التتارخانیہ. (ج ۲/۲۷۹)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزيز فيض آباد چترالی

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

کسی چیز سے بدفالی لینے کا حکم

سوال : کسی چیز سے بدشگونی یا بدفالی لینا کیا حقیقت رکھتا ہے؟ مثلاً یوں کہنا کہ یہ گھر ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کیونکہ اس میں اموات بکثرت واقع ہوتے ہیں یا دوکان میرے فائدے کی نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے گھر میں بیماریاں بڑھ گئیں وغیرہ۔ بینواتوا جروا۔ (مستفتی بخت نواز صاحب دیروی)

جواب : از روئے شریعت مذکورہ چیزوں سے یا ان جیسی دیگر اشیاء سے بدفالی لینا، یا بدشگونی لینا ممنوع ہے۔ احادیث مبارکہ میں متعدد بار اس سے روکا گیا ہے۔

باقی رہا اس کا حکم۔ بدفالی پر یقین رکھنا یعنی کسی مرض وغیرہ کے لگنے کو یقینی سمجھنا شریعت میں سخت منع ہے۔

عن ابن مسعود :

قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لا يعدى شئ شيئا فقال أعرابي يا رسول الله البعير أجرب الحشفة يدبنه فيجرب الأول كلها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فمن أجرب الأول لا عدوى ولا صفر خلق الله كل نفس كتب حياتها ورزقها ومصائبها (ترمذی ج ۲ ص ۳۷)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم "يتفاؤل ولا يتطير" وكذا كان يعجبه اذا خرج لحاجته أن يسمع ياراشدا. ۱۵ (شامی جلد ۲ ص ۱۶۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شریف حسین عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

جادو سے کاروبار کی بندش

سوال : کیا کاروبار کی بندش بھی جادو کے ذریعے ہو سکتی ہے؟ نیز اگر ایسا ہو تو بندش ختم کرنے کے لئے کوئی طریقہ یا وظیفہ بتائیں۔ (مستفتی محمد دین)

جواب : شریعت مطہرہ کی روشنی میں سحر حق ہے۔ اور اس کا اثر بھی مسلم ہے۔ خود جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیوں کے سحر کا اثر ہوا۔

لہذا یہ ممکن ہے کہ اُس کے ذریعے سے کاروبار ٹھپ ہو جائے (نعوذ باللہ) یا اُس میں خسارہ ہو جائے۔

قال العلامة بن عابدین: قوله (أوسحر) قال في البحفهو عني في حق من لا يصل اليها لفوات المقصود في حقها فان السحر عندنا حق وجوده وتصوره وتكون أثره كما في

المحیط (شامی ج ۳ ص ۹۴)

سحر کے اثر کو ختم کرنے کا طریقہ:

سبز بیری کے ”سات پتے“ لئے جائیں پھر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر انہیں کوٹ دیا جائے، پھر انہیں پانی میں ملایا جائے، اُس کے بعد جس پر اثر ہوا ہے وہ شخص اُس میں سے ایک (منہ بھر کے) گھونٹ پی لے اور باقی ماندہ سے غسل کرے، تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھرپور امید ہے کہ (مسحور سے) اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

وفی الشامی: فائدہ: نقل ط عن تبیین المحارم عن کتاب وہب بن منبہ انہ مما ینفع للمسحور والمربوط أن یوتی بسبع ورقات سدر خضر وتدق بین حجرین ثم تمزج بماء ویحسو ویغتسل بالباقی فانہ یزول باذن اللہ تعالیٰ عزوجل (ص ۹۶)

نیز سحر کے اثر سے بچنے کا موثر وظیفہ بھی ملاحظہ ہو:

أعوذ بکلمات اللہ التامات الّتی لا یجاوزهن بر ولا فاجر وبأسماء اللہ الحسنی کلّھا ما علمت منها وما لم أعلم من شرّ ما خلق وبراً وذرّاً .

مذکورہ بالا دعا کو صبح و شام پڑھنے سے یا کم از کم روزانہ ایک بار پڑھ لینے سے بندہ (اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے) ہر قسم کے شیطانی اثرات جادو، سحر وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔

واللہ اعلم و علمہ ات واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کافر کی دعاء کا حکم

سوال: کیا کافر آدمی کی دعا بھی قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب: کافر آدمی کی دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے لیکن رائج یہی ہے کہ کافر آدمی کی دعا کو اللہ تعالیٰ اسے ڈھیل دینے کیلئے قبول فرماتے ہیں۔

وفی شرح التنویر:

وان کان الرّاجع أن دعا الکافر قد یستجاب استدراجاً، وأما قوله تعالیٰ: وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔

ففی الاخرۃ. الخ وفی الشامیہ: (قوله وان کان الرّاجع الخ) اختل المشایخ فی أنه هل یجوز أن یقال یتستجاب دعاء الکافر فمنعہ الجمهور للایۃ المذکورة ولأنه لا یدعو اللہ لانه لا یعرفه لانه وان أقربہ تعالیٰ فلما وصفہ بما لا یلیق به فقد نقص اقراره، وماروی فی الحدیث من ان دعویۃ المظلوم وان کان کافراً یتستجاب فمحمول علی کفران النعمۃ، وجوزہ بعضهم لقوله تعالیٰ حکایۃ عن ابلیس ”رب أنظرنی“ فقال تعالیٰ

”انک من المنظرین“ وهذا اجابة واليه ذهب ابو القاسم الحكيم وابو النصر الدبوسی وقال الصدر الشهيد وبه يفتی کذا فی شرح العقائد للسعد وفي البحر عن الولوالجیة أن الفتوی علی أنه يجوز ان يقال تستجاب دعاؤه ، وما فی النهر من قوله أی يجوز عقلاً وان لم يقع فهو بعيد بل الخلاف فی الجواز شرعاً اذ المانع لا يقول انه مستحيل عقلاً تأمل . (قوله ففی الآخرة) وهو دعاء اهل النار بتحفيف العذاب بدلیل صدر الایة وهو ”وقال الذین فی النار لخزنة جهنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوماً من العذاب قالوا اولم تک تأتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلی قالوا فادعوا وما دعاء الکافرین الا فی ضلال الخ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حالتِ مرض میں دوا کا استعمال نیز ترکِ علاج کا حکم

سوال : جب کسی مرض سے شفا دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو پھر دواء استعمال کرنے اور علاج کرانے کی کیا ضرورت ہے کیا یہ توکل کے خلاف نہیں ہے؟ نیز اگر کوئی سخت مریض ہو اور باوجود سخت مریض ہونے کے علاج نہ کرائے یہاں تک کہ اسی مرض میں اس کا انتقال ہو جائے تو وہ گنہگار ہو گا یا نہیں؟ ازراہ کرم تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔

جواب : کسی ضرر اور نقصان کو دور کرنے والے اسباب کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ جس کے استعمال سے تکلیف کا دور ہونا بندہ کی نظر میں قطعی اور یقینی ہو جیسے پانی سے پیاس اور کھانے سے بھوک ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ جس کے استعمال سے تکلیف کا دور ہونا ظنی ہو یقینی نہ ہو جیسے علاجِ معالجہ کی وہ تمام قسمیں جن کا تعلق اسبابِ ظاہرہ سے ہے۔

۳۔ جس کے استعمال سے تکلیف کا دور ہونا عام لوگوں کی نظروں میں موہوم ہو (جو ظن سے بھی کم

درجہ ہے) جیسے جھاڑ پھونک وغیرہ۔ اب جاننا چاہیے کہ پہلی قسم کے اسباب کا چھوڑنا نہ

صرف یہ کہ توکل کے لئے شرط نہیں ہے بلکہ اگر موت کا خوف ہو تو ترک کرنا ناجائز اور حرام

ہے اس کے برخلاف تیسری قسم کے اسباب کو چھوڑنا ہی توکل کے لئے شرط ہے اور حدیث

شریف میں اس قسم کے اسباب کو چھوڑنے والوں کی فضیلت آئی ہے لہذا اس قسم کے

اسباب موہومہ کو چھوڑنے والے نہ صرف یہ کہ گنہگار نہیں ہیں بلکہ عند اللہ ماجور بھی ہیں۔ اور

جہاں تک دوسری قسم کے اسباب کا تعلق ہے سو نہ تو ان کا اختیار کرنا توکل کے منافی اور نہ ہی انکو چھوڑنے سے گناہ لازم آتا ہے۔

مذکورہ تفصیل سے آپکی تمام باتوں کا جواب ہو گیا کہ علاج کرانا جس طرح ضروری نہیں اسی طرح توکل کے منافی بھی نہیں ہے لہذا علاج کرانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے اور نہ کرانے سے گناہ بھی لازم نہیں آتا۔

اسباب موهومہ کو (جیسے داغنا اور جھاڑ پھونک وغیرہ) چھوڑنا اگرچہ توکل کے لئے شرط ہے لیکن ان کے ذریعہ سے علاج کرانا بھی جائز ہے

فی الہندیۃ :

اعلم ان الاسباب المزيلة للضرر تنقسم الى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش والخبز المزيل لضرر الجوع والى مظنون كالفصد والحجامة وشرب المسهل وسائر اسباب الطب اعنى معالجة البرودة بالحرارة ومعالجة الحرارة بالبرودة وهى الاسباب الظاهرة فى الطب والى موهوم كالكى والرقية اما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند خوف الموت اما الموهوم فشرط التوكل تركه اذ به وصف رسول الله صلى الله عليه وسلم واله المتوكلين واما الدرجة المظنونة كالمداواة بالاسباب الظاهرة عند الاطباء ففعله ليس مناقضا للتوكل بخلاف الموهوم وتركه ليس محظورا بخلاف المقطوع به بل قد يكون افضل من فعله فى بعض الاحوال وفى حق بعض الاشخاص فهو على درجة بين الدرجتين كذا فى الفصول العمادية فى الفصل الرابع والثلاثين. (ص ۳۵۵ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

موت کی تمنا کرنا

سوال : ایک آدمی گونا گوں پریشانیوں میں مبتلا ہے اس کے لئے خودکشی تو حرام ہے لیکن کیا وہ موت کی تمنا کر سکتا ہے؟ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ کر سکتا ہے۔ شریعت کا حکم کیا ہے؟

جواب : دنیوی پریشانی چاہے معاشی ہو یا جسمانی یا کسی اور قسم کی ہو اس کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا درست نہیں بلکہ مکروہ ہے ایسی حالت میں صبر کیساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور گناہوں سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے پھر بھی اگر پریشانی دور نہ ہو تو انشاء اللہ یہ رفع درجات کا سبب بنے گی جو آخرت میں کام آئے گا۔ اور پریشانی اگر دین کی وجہ سے ہو یعنی مختلف قسم کے ایسے فتنے ابھر

رہے ہوں جنکی وجہ سے ایمان ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو یا گمراہیوں میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس وقت موت کی تمنا کرنا تا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے درست ہے۔

عن قیس بن ابی حازم قال دخلنا علی خباب وقد اکتوی سبع کیات فی بطنه فقال لو ما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهانا ان ندعو بالموت لدعوت به .
(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۲)

عن عائشة قالت : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما یصیب المؤمن من شوكة فمافوقها الا رفع الله بها درجته او حط عنه بها خطيئته . (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۸)
وفی الهندیة : سئل أبو بکر عن تمنی الموت هل یکره قال ان تمنی الموت لضیق عیشہ او لغضب دخل من عدو او یخاف ذهاب ماله او نحو ذلك فانه یکره له ذلك وان تمنی لتغیر اهل زمانه فیخاف من نفسه الوقوع فی المعصیة لا بأس به کذا فی الحاوی للفتاوی .
(ص ۳۷۹ ج ۵)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
عبدالرہاب عفا الله عنه

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

اٹھارہ ہزار مخلوقات کی حقیقت

سوال : بعض مبلغ بھائیوں کو چھ نمبر کے بیان کے دوران یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ”اٹھارہ ہزار مخلوقات کا اکرام کرنا چاہئے“ کیا واقعی مذکورہ بات درست ہے یا یہ کہ اکرام صرف انسانوں ہی کا کرنا چاہئے؟ (مستفتی عبید)

جواب : تبلیغ دین اسلام کا عظیم الشان شعبہ ہے، اس میں کام کرنے والا ہر شخص قابل احترام و التکریم ہے، اس فریضے کو انجام دینا جس طرح خواص (یعنی علماء کرام) کی ذمہ داری ہے اسی طرح عوام کی بھی ذمہ داری ہے اس لئے اس شعبے میں ملت اسلامیہ کے عام افراد بھی کثیر تعداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، بعض اوقات بعض غیر عالم احباب سے دوران بیان معمولی سی کوتاہی ہو جاتی ہے (جس سے کوئی فرد انسانیت بری نہیں ہے) یا وہ کسی مفہوم کو صحیح انداز میں پیش نہیں کر پاتے وغیرہ۔ تو ایسی صورت میں انہیں اعتراض اور تنقید کا نشانہ بنانا بڑی تنگ ظرفی کی علامت ہے۔ لہذا جہاں تک ممکن ہو انکی ایسی باتوں کو صحیح مرادوں پر محمول کرنا چاہئے۔

چنانچہ مسئلہ صورت میں مذکورہ تبلیغی بھائی کی بات (کہ اٹھارہ ہزار مخلوقات کا اکرام کرنا چاہئے) کو صحیح مراد پر محمول کیا جاسکتا ہے، مثلاً یوں کہا جائے کہ اُن کی مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ

مسلمانوں اور انسانوں کا تو اکرام کرنا چاہئے اور اُن کے علاوہ دیگر مخلوق پر شفقت و رحم کرنی چاہئے اور ہر مخلوق پر شفقت کا حکم حدیث پاک میں ارشاد ہے:

ارحموا من فی الأرض یرحمکم من فی السماء . (رواہ الترمذی)

مذکورہ حدیث پاک میں لفظ ”من“ عام ہے ۔

مظاہر حق میں ہے:

”زین والوں“ میں سب جاندار داخل ہیں، خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان..... الخ

(جلد ۴ ص ۵۴۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تخلیق انسان کس کی خاطر ہوئی؟

سوال : بعض حضرات سے سنا ہے کہ حدیث قدسی ”لو لا ک لما خلقت الافلاک“ صحیح حدیث ہے جس کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی خاطر کائنات بنائی گئی ہے۔ حالانکہ آیت وما خلقت الجن والنس الخ کے معنی سے پتہ چلتا ہے کہ انس و جن کی پیدائش صرف اور صرف عبادت الہی کے واسطے ہوئی ہے۔ بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ براہ کرم اس اشکال کو دور کر کے مسائل کو مطمئن بنادیں؟ (مستفتی ضیاء اللہ)

جواب : لو لا ک لما خلقت الافلاک۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مخلوقات کی پیدائش حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہوئی ہے، لیکن یہ آیت مبارکہ ”وما خلقت الجن والنس الا لیعدون“ کے منافی نہیں ہے کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ ”اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے“ اور حضور اکرم کی تشریف آوری بھی عبادت الہی کی تکمیل کے لئے تھی۔ اس لئے سب مخلوقات کا حضور کی خاطر پیدا کئے جانے کا مطلب بھی یہی ہوگا کہ سب مخلوقات (جس کے ضمن میں انس و جن بھی ہیں) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمادیا ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ جن و انس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا، پھر اپنی عبادت کی تکمیل کے لئے حضور اکرم کو مبعوث فرمادیا۔ اب حدیث قدسی کے معنی ”کہ سب مخلوق کی تخلیق حضور ﷺ کی خاطر ہوئی ہے“ اور آیت کریمہ کا مطلب دونوں ایک ہی ہیں۔ اس لئے دونوں میں تعارض نہیں ہے۔

جہاں تک حدیث مذکورہ کے صحیح ہونے کا تعلق ہے وہ یہ کہ حدیث مذکورہ لفظاً موضوع ہے اور معنایاً صحیح ہے۔ اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

فی الموضوعات الکبریٰ:

حدیث لولاک لما خلقت الافلاک قال الصغالی: انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معنا صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس (رضی اللہ عنہا) مرفوعاً..... لولاک لما خلقت الدنیا.

(موضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ۱۹۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حضرت لقمان پیغمبر تھے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل سوال کے بارے میں کہ حضرت لقمان حکیم پیغمبر تھے یا نہیں؟ ہم چند ساتھیوں کو اس میں اختلاف ہے آپ ہماری رہنمائی فرمائیں کہ ہمیں انکے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا چاہئے؟ (مستفتی محمد اقبال خان لاندھی کراچی)

جواب: جمہور کا موقف یہ ہے کہ حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ، نیک، صالح بندے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و حکمت جیسی عظیم نعمت سے نوازا تھا لیکن آپ نبی نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کا تذکرہ قرآن میں کیا ہے ہمارے لئے ان پر تفصیلی ایمان رکھنا اور جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے ان پر اجمالی ایمان رکھنا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنا کر بھیجے ہیں خواہ وہ کسی بھی زمانے میں مبعوث ہوئے ہوں ہمارا ان پر ایمان ہے، ضروری ہے اور بس۔ باقی جن کی نبوت قطعی طور پر ثابت نہیں ہے اور خود اہل علم کا انکی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے، ان کے بارے میں بحث کرنا اور خواہ مخواہ اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا انتہائی افسوس ناک اور غیر مناسب عمل ہے آج کل کے نوجوانوں کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کو فرائض و واجبات تک کا علم تو نہیں ہوتا اور نہ ہی معلوم کرنے کے لئے ان کو فرصت ہوتی ہے لیکن فضول بحث و مباحثہ ان کا بہترین مشغلہ بن گیا ہے۔ چنانچہ علامہ شامیؒ اسی المیہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں

”[تسمہ] یکرہ الجدل فی ان لقمان و ذالقرنین و ذالکفل انبیاء ام لا؟ و ینبغی ان لایسنل الانسان عما لا حاجہ الیہ کان یقول کیف ہبط جبریل و علی ای صورة راہ انبیاء علیہ السلام؟ و حین راہ هل بقی ملک ام لا؟ و این الجنة و النار و متی الساعة و نزول عیسیٰ؟ و اسماعیل افضل ام اسحاق و ایہما الذبیح؟ و فاطمة افضل من عائشة ام

لا؟ وابوالنبی کانا علی ای دین؟ وما دین ابی طالب ومن المهدی الی غیر ذلک مما لا تجب معرفته ولم یرد التکلیف به،، شامیه صفحہ ۷۵۴ ج ۶ "قال البغوی اتفق العلماء علی انه کان حکیمای فقیہای علیما ولم یکن نبیا الا عکرمۃ فانہ قال کان نبیا وتفرّد بهذا القول" (التفسیر المظهری ص ۲۵۳ ج ۷)
 "اختلف السلف فی لقمان: هل کان نبیا او عبد صالحا من غیر نبوة؟ علی قولین الا کثرون علی الثانی". تفسیر القرآن العظیم للامام العلامہ ابن کثیر ص ۲۹۸ ج ۶ طبع بیروت

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب العلم والتبلیغ

حدیث (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس حدیث کے متعلق جس کو اکثر واعظین بیان کرتے ہیں۔
 "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" کیا یہ واقعی صحیح حدیث ہے؟ (مستفتی عمر اشرف)

جواب: علامہ دمیری اور عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ضعیف ہے اور علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سکوت اختیار فرمایا ہے۔ حدیث اگرچہ سنداً ضعیف ہے تاہم فضائل کے باب میں بیان کی جاسکتی ہے۔

قال الدمیری والعسقلانی: لا اصل له. وكذا قال الزرکشی، وسكت عن السيوطی.
 (الموضوعات الكبرى لملا علی القاری ۱۵۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نوجوان عالم کا مرتبہ!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام درین مسئلہ؟ کہ ہمارے علاقے میں ایک نوجوان عالم کو بزرگ لوگوں سے زیادہ حیثیت دی جاتی ہے مثلاً بات کرنے کے دوران یا راستے پر چلتے وقت اٹھنے بیٹھنے وغیرہ میں کیا بزرگوں کی حیثیت ایک نوجوان عالم سے زیادہ نہیں شریعت کا کیا حکم ہے۔ المستفتی امین الحق بنگرامی

جواب: تعجب کی بات ہے کہ ایک دنیا دار کی عزت و توقیر اور خوشامد پر تو کسی کے منہ سے حرف شکایت نہیں نکلتا اگرچہ وہ ایک نوجوان لڑکا کیوں نہ ہو۔ حالانکہ وہ عزت و توقیر صرف دنیوی غرض کے

لیے ہوتی ہے لیکن جب ایک دینی طالب علم مدارس میں سالہا سال علوم قرآن و حدیث پڑھ کر گھر لوٹتا ہے اور کچھ خوش نصیب لوگوں کو اس کے احترام کی توفیق مل جاتی ہے تو ذہن میں طرح طرح کے اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی

بے شک بزرگوں کا اسلام میں بہت بڑا مقام ہے۔ بلکہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ جو ہمارے بڑوں کا ادب نہ کرے اور چھوٹوں پر شفقت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے لیکن بایں ہمہ بزرگ اگر غیر عالم ہے تو اس کی حیثیت ایک عالم کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی عالم کو حیثیت دینے سے بزرگ کی اپنی حیثیت میں کچھ کمی آتی ہے۔ فقہاء کرام نے وضاحت کی ہے، کہ غیر عالم کو نچا ہے (اگرچہ وہ بزرگ ہو) کہ عالم سے پہلے بات نہ کرے اور اس کی جگہ پر نہ بیٹھے وغیرہ۔ اس لیے اگر آپ کے علاقے میں واقعی عالم کو اتنی حیثیت دیجاتی ہے تو آپ کو اس پر اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ یہ اس دور ناشناسائی میں محبت کی ایک جھلک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم اور اہل علم سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

قال اللہ تعالیٰ ”قل هل يستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون.....“ وقال فی مقام آخر: ”یرفع اللہ الذین آمنو منکم والذین اوتوا العلم درجات“
وفی الہندیۃ: ”والشباب العالم یتقدم علی الشیخ الغیر العالم والعالم یتقدم علی القرشی الغیر العالم قال الزندویستی حق العالم علی الجاہل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء وهو ان لا یفتح بالکلام قبلہ ولا یجلس مکانہ وان غاب ولا یرد علی کلامہ ولا یتقدم فی علیہ مشیہ“ (ص/ ۳۷۳ ج/ ۵) واللہ سبحانہ اعلم

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

لڑکے اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ

(۱) لڑکے، لڑکیوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا کیسا ہے؟

(۲) ایسی تعلیم دلوانے کے لیے والدین کا پیسے خرچ کرنا کیسا ہے؟

(۳) کیا والدین سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پوچھ گچھ ہوگی؟

(۴) شریعت نے لڑکیوں کی کتنی تعلیم رکھی ہے؟

(مستفتی: زبیر احمد کورنگی)

- جواب:** (۱) لڑکے اور لڑکیوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا شریعت کی رو سے بالکل ناجائز ہے۔
- (۲) والدین کا ایسی تعلیم میں رقم وغیرہ خرچ کرنا بھی درست نہیں ہے۔
- (۳) شریعت میں عورتوں کیلئے دنیوی تعلیم بقدر ضرورت سیکھنا (کہ جس سے گھریلو کام کاج، حساب و کتاب آجائے) جائز ہے۔ رہی دینی تعلیم وہ ہر مسلمان پر، خواہ مرد ہو یا عورت اتنا سیکھنا فرض ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں حلال و حرام، جائز و ناجائز، کو پہچان سکے۔
- (۴) والدین سے بارگاہ الہی میں اولاد کی صحیح تربیت نہ کرنے کی صورت میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

فی الحدیث الشریف:

الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ (الحدیث)

فی القرآن الکریم:

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن (سورۃ النور)

وفیہ: وقرن فی بیوتکن ولا یرجن تبرج الجاہلیۃ الاولی (سورۃ

الاحزاب)

وفی الحدیث: طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ وفی البحر: والطیب انما

یجوز لہ..... فلو وجدت فلا یجوز لہ ان ینظر لان نظر الجنس الی الجنس اخف،

وینبغی للطیب ان یعلم امرأۃ ان امکن (جلد ۸ صفحہ ۱۹۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ علیہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کیا طالب علم کے اخراجات کی ذمہ داری باپ پر لازم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک طالب علم جو دینی علوم میں مشغول رہنے کی بناء پر خود کما نہیں سکتا تو کیا اس کا خرچہ اس کے والد صاحب پر لازم ہے یا نہیں؟ جبکہ والدین میں خرچہ دینے کی استطاعت بھی ہو؟ (مستفتی عبدالغنی)

جواب: علم دین سیکھنا عبادت اور وقت کی ضرورت ہے۔ جو خود طالب علم کی اصلاح کا ذریعہ ہے اور ساتھ ساتھ دوسروں کی رہنمائی کا باعث بھی ہے لہذا جو طالب علم، علم دین حاصل کرنے کی وجہ سے خود کمانہ سکے تو اس کا خرچہ باپ سے ساقط نہیں ہوتا۔ باپ اس کے خرچے کا ذمہ دار ہے بشرطیکہ طالب علم وقت ضائع کئے بغیر پڑھائی میں مشغول رہے اور ضروری علوم حاصل کرے۔

فی الہندیۃ

و کذا طلبۃ العلم اذا کانوا عاجزین عن الکسب لایہتدون الیہ لانسقط نفقتہم عن
ابائہم اذا کانوا مشغولین بالعلوم الشرعیۃ لا بالخلافیات الرکیکۃ و ہذیان الفلاسفۃ
ولہم رشد والا لاتجب کذا فی الوجیز للکردری - (ص ۵۶۳ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تعلیم اور شرعی احکام پر ضرب کا حکم

سوال: (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ معلم اگر بچے کو شرارت کرنے پر یا سبق یاد نہ ہونے پر بے تحاشا مارے جس سے اس کے کمر پہ چھالے پڑ جائیں تو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ عام طور پر بعض قراء حضرات کے ہاتھوں اس طرح بچے تشدد کا شکار ہو جاتے ہیں کبھی کبھار ان کے اعضاء تک معطل ہو جاتے ہیں، شریعت میں اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲) کوئی شخص اپنی بیوی کو کسی کام پر ضرب کر سکتا ہے؟ یا نماز نہ پڑھنے پر مارنے کی اجازت ہے؟
بینوا تو جروا (مستفتی اکبر خان)

جواب: (۱) شریعت مطہرہ نے استاد کو بہت بڑا مقام دیا ہے۔ استاد کے فرائض منصبی میں جہاں بچوں کی تعلیم ہے وہاں ساتھ ساتھ تربیت و تادیب بھی شامل ہے اس واسطے معلم تعلیم کے ساتھ تلامذہ کے اخلاقی تربیت کا بھی مجاز ہے۔ اس تربیت کے دوران اس کو سزا دینے کا بھی اختیار ہے جس کی ایک صورت ضرب کی بھی ہے۔

ضرب اس وقت کر سکتا ہے جب تادیب کی کوئی اور صورت کارگر ہوتی ہوئی نظر نہ آئے یا استاد اس کو بچے کے حق میں مؤثر اور فائدہ مند سمجھے اور ساتھ ساتھ اپنی ذاتی کوئی غرض یا غصہ بھی شامل نہ ہو۔ تاہم چہرے پر نہ مارا جائے۔

لقولہ علیہ السلام قال اذا ضرب احدکم فلیتق الوجه رواہ ابو داؤد (مشکوٰۃ جلد ۲
صفحہ ۳۱۶)

نازک اعضاء پر نہ مارا جائے اور اس قدر زور سے بھی نہ مارا جائے کہ جلد سیاہ ہو جائے۔ تین سے زیادہ نہ مارا جائے۔

لقولہ علیہ السلام لمرداس المعلم ایاک أن تضرب فوق الثلاث، فانک اذا ضربت
فوق الثلاث اقتص الله منک (شامی جلد ۲/۵)

حتیٰ الامکان لکڑی استعمال نہ کرے صرف ہاتھ سے ضرب خفیف کرنے کی گنجائش ہے۔
محض شفقت سے کام بنتا ہو تو فبہا بصورت دیگر تخویف سے کام لیا جائے کیونکہ تجربے اور مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ مارنے سے بچوں کی طبیعت بگڑ جاتی ہے پھر وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔
(۲) عام حالات میں کسی شخص کے لئے اپنی بیوی کو مارنا جائز نہیں لیکن اگر وہ نافرمان ہوگئی ہو، راہ راست پر نہ آرہی ہو دوسرے ذرائع سے سمجھانا بیکار ثابت ہو گیا ہو تو ضرب خفیف کی گنجائش ہے ناحق مارنے کی بالکل گنجائش نہیں بصورت دیگر شوہر پر تعزیر جاری کر دی جائے گی۔ نماز کے متعلق مارنے میں اختلاف ہے۔

وفی الشامی: قال فی البحر: وصرحوا بانہ اذا ضربها بغير حق وجب علیه التعذیر
او:.....

و ذکر الحاکم: لا یضرب امرته علی ترک الصلوٰۃ و یضرب ابنہ.....

چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اور بیوی کو تعلیمی کوتاہی پر مارنا جائز نہیں یہ حق باپ کا ہے شوہر کا نہیں اور ترک صلوٰۃ پر مارنے میں اختلاف ہے۔ (امداد الاحکام جلد ۲ صفحہ ۱۳۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
محمد عزیز چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفی اللہ

کیا تبلیغ امت کا کام نہیں؟

سوال: کئی لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ پیغمبروں کا کام تھا ہمارا نہیں کیا یہ ٹھیک ہے؟ براہ کرم مسئلے کی وضاحت شریعت کی روشنی میں کر دیں۔

جواب: کئی لوگوں کا یہ کہنا کہ ”تبلیغ پیغمبروں کا کام تھا“ یہاں تک تو صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ ”ہمارا نہیں“ یہ غلط ہے اور بہت خطرے کی بات ہے، بلکہ ہر مسلمان کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کسی نبی نے آنا نہیں ہے لہذا ہمارے نبی ﷺ کی جو ذمہ داری تھی وہی اب امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے پوچھا کہ کیا میں نے تم تک دین پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ نے صرف دین پہنچایا ہی نہیں، بلکہ پہنچانے کا حق بھی اداء کر دیا اس پر آپ ﷺ نے اللہ کو تین مرتبہ گواہ بنایا اور پھر آخر میں فرمایا خبردار! جو حاضرین ہیں اب وہ غائبین

تک (اس دین کو) پہنچائیں۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ عماد الدین رحمہ اللہ نے چوتھے پارے کی آیت (ولتكن منكم امة الخ) کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم پر اپنا عذاب نازل کریں گے پھر تم دعا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہیں کریں گے۔ (ص ۷۸ ج ۲)

معلوم ہوا کہ تبلیغ کا کام سب کی ذمہ داری ہے اور ہر ایک کو اس میں دلچسپی لینا چاہیے جن حضرات کو اس کام کے بارے میں شکوک و شبہات ہوں انکے لئے مشورہ ہے کہ کچھ وقت لگا کر دیکھ لیں کہ انکے دل کی دنیا کیسے بدلتی ہے۔

قال القاضي محمد ثناء الله العثماني في التفسير المظهرى تحت الاية (ولتكن منكم امة): "من للتبويض لان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفاية..... وجاز ان يكون من للتبيين ويكون النهي عن المنكر واجب على كل احد واقله ان ينكر بقلبه" (ص ۱۱۳ ج ۲)

وقال الحافظ المفسر عماد الدين ابن كثير رحمه الله تعالى تحت الاية المذكورة "منتصبة للقيام بأمر الله في الدعوة الى الخير والامر بالمعروف والنهي عن المنكر"

ثم قال بعد سطرين: والمقصود من هذه الاية أن تكون فرقة من هذه الأمة متصدية لهذا الشأن وان كان واجبا على كل فرد من الأمة بحسبه. (تفسير ابن كثير: ص ۷۸ ج ۲)

وقال تحت الاية (كنتم خير امة اخرجت للناس) والصحيح ان هذه الاية عامة في جميع الأمة كل قرن بحسبه (ص ۸۰ ج ۲)

وقال العلامة الالوسي رحمه الله: ومنشأ الخلاف في ذلك ان العلماء اتفقوا على ان الامر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات. (تفسير روح المعاني ص ۲۱ ج ۴)

الجواب صحيح واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

آیت "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما" کی تفسیر

سوال: قرآن کریم کی آیت مبارکہ "واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً" کا مطلب کیا ہے؟

کیا جاہلوں کو اسی طرح اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اُن کو نیکی اور اصلاح کی دعوت نہ دی جائے؟ حالانکہ دعوت و اصلاح کے مستحق تو وہ زیادہ ہیں، گزارش ہے کہ آیت مبارکہ کا صحیح مطلب واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔ (عبدالحق شانگلہ سوات)

الجواب: قرآن پاک کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی اس بات پر مدح سرائی کی گئی ہے کہ وہ جاہلوں سے خواہ مخواہ اُلجھتے نہیں ہیں اور نہ ہی اپنی ذاتی غرض کے لئے اُن کی احمقانہ باتوں کا جواب دیتے ہیں، باقی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اُن کو موقع محل کی مناسبت سے نرمی یا سختی کے ساتھ دین کی بات سمجھانا اور اصلاح کی دعوت دینا بہر حال درست ہے، یہ آیت اُس کا منافی نہیں ہے، جیسا کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

چنانچہ مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں ”مطلب یہ کہ اپنے نفس کے لئے انتقام قوی یا فعلی نہیں لیتے اور جو خشونت تادیب و اصلاح و سیاست شرعیہ یا اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہو اُس کی نفی مقصود نہیں۔“ (معارف القرآن جلد ۶ ص ۴۹۹)

وفی روح المعانی: والظاهر ان المراد مدحهم بالاغضاء عن السفهاء وترك مقابلتهم في الكلام ولا تعرض في الآية لمعاملتهم مع الكفرة فلا تنافي اية القتال ليدعى نسخها بها لانها مكية وتلك مدنية (ج ۲۰ ص ۴۴)

وفی التفسیر المظہری: وهذا بيان لحال المؤمنين في مقابلة السفهاء واعرافهم عن انتقالاتهم وعدم مواخذتهم لاجل انفسهم، عن ابن هريرة ان رجلا قال يا رسول الله ان لى قرابة اصلهم ويقطعونى واحسن اليهم ويسئون الى واحلم عنهم ويجهلون على فقال لان كنت كما قلت فكانما تسفهم المل ولا يزال معك من الله ظهير مادمت على ذلك رواه مسلم، (ج ۴ ص ۷)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الطہارت فصل فی احکام المیاء

پانی کی پاکی ناپاکی کا مسئلہ

سوال: اگر چھوٹا بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو کیا پانی ناپاک ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: بچے کے ہاتھ ڈالنے سے پانی نجس نہیں ہوتا، البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اسکے ہاتھ میں

نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا۔ چونکہ چھوٹے بچوں کا اعتبار نہیں، اس لیے دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے اس پانی سے وضوء نہ کرنا بہتر ہے بشرطیکہ دوسرا پانی بآسانی میسر ہو۔

(ولو ادخل الكفار او الصبيان ايديهم لا يتنجس اذا لم يكن على ايديهم نجاسة حقيقة)..... (ولو ادخل الصبي يده في الاناء) ان علم انها طاهرة بان كان معه من يراقبه جاز التوضي بذلك الماء وان علم ان فيها نجاسة لم يجوز وان حصل الشك (لا يتوضأ به استحسانا) اى لاجل التنزه الاحتياط (ولو توضأ به جاز) لانه لا يتنجس بالشك لكن المستحب التوضوء بغيره للاحتمال كما في سور الجلالة.

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

آب زمزم سے استنجاء وغیرہ کا حکم

سوال: کیا آب زمزم کیساتھ ازالہ نجاست کرنا مثلاً استنجاء کرنا، ناپاک کپڑے دھونا اور غسل، وضوء وغیرہ کرنا درست ہے؟

جواب: جو شخص با وضو اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کیلئے آب زمزم سے وضو یا غسل کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح کسی پاک کپڑے کو برکت کیلئے زمزم میں بھگوننا بھی درست ہے لیکن بے وضو آدمی کا زمزم شریف سے وضو کرنا یا کسی جنبی کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے۔ ضرورت کے وقت (جبکہ دوسرا پانی نہ ملے) زمزم شریف سے وضوء کرنا تو جائز ہے مگر غسل جنابت بہر حال مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو اس کو زمزم شریف سے دھونا بھی مکروہ ہے بلکہ بقول بعض علماء حرام ہے۔ یہی حکم زمزم سے استنجاء کرنے کا ہے۔ نقل کیا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے آب زمزم سے استنجاء کیا تو ان کو بوا سیر ہو گئی۔

يكره الاستنجاء بماء زمزم لا الاغتسال (قوله يكره الاستنجاء بماء زمزم) وكذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك. (رد المحتار ج ۲ ص ۶۲۵)

وفي ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری : (ویجوز الاغتسال والتوضوء بماء زمزم) ولا یکره عند الثلاثة خلافاً لأحمد (علی وجه التبرک) (أی لا بأس بما ذکر الا أنه ينبغي أن يستعمله علی قصد التبرک بالمسح أو الغسل أو التجديد فی الوضوء) ولا يستعمل الا علی شنی طاهر (فلا ينبغي أن يغسل به ثوب نجس ولا أن يغتسل به جنب ولا يحدث ولا فی مکان نجس) (ویکره الاستنجاء به) وكذا ازالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلك ويقال انه استنجی به

بعض الناس فحدث به الباسور. (ارشاد الساری : ص ۳۳۰)

خلاصہ یہ کہ زمزم نہایت متبرک پانی ہے اسکا ادب ضروری ہے۔ اسکا پینا موجب خیر و برکت ہے۔ اور چہرے پر، سر پر اور بدن پر ڈالنا بھی موجب برکت ہے لیکن نجاست زائل کرنے کیلئے اسکو استعمال کرنا مناسب نہیں۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بارش میں بھگنے والے شخص کے کپڑوں اور بدن کے پاکی کا حکم

سوال : ایک آدمی بازار سے گھر جا رہا تھا اتنے میں زبردست موسلا دھار بارش شروع ہو گئی وہ شخص گھر پہنچتے پہنچتے سراپا پانی میں بالکل بھگ گیا کیا اس کا وضو ہو گیا؟ کیا انہی کپڑوں میں وہ نماز ادا کر سکتا ہے؟ (مستفتی)

جواب : اس شخص کا وضو ہو گیا، اگر وضو کی نیت بھی اس نے کی تھی تو وضو کا ثواب بھی اس کو مل گیا۔ اگر نیت نہیں کی تھی تو وضو کا ثواب اسے نہیں ملے گا البتہ اس وضو سے نماز ادا کر سکتا ہے۔ رہے اس کے کپڑے اگر وہ پہلے سے پاک تھے تو بیشک ان میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ اگر ناپاک تھے تو دیکھا جائے گا کہ اگر بارش خوب موسلا دھار تھی اور مذکورہ شخص اس میں بالکل نہا گیا اور اس کو یقین یا غالب گمان بھی ہو گیا کہ اس کے کپڑوں سے نجاست نکل گئی ہے تو وہ پاک شمار ہونگے اور ان میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ لیکن اگر بارش تیز نہ تھی بلکہ دھیمی دھیمی تھی جس میں وہ محض بھگ گیا تو اس کے کپڑے پاک نہیں قرار پائیں گے۔ لہذا ان میں نماز بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔

فی الشامیۃ:

ولا شک ان الغسل بالماء الجاری او مافی حکمہ من الغدیر او الصب الکثیر الذی یذهب بالنجاسة اصلا و یخلفہ غیرہ مرارا بالجریات اقوی من الغسل (او صب علیہ ماء کثیر) ای یحیت یخرج الماء و یخلفہ غیرہ ثلاثا. الخ (شامی ۵۴۳/۱) وفیہ:

اقول قد علمت ان المعتبر فی تطہیر النجاسة المرئیة زوال عینہا ولو بغسلہ واحدة فلا یشرط فیہا تثلیث غسل لا عصر، وان المعتبر غلبة الظن (شامی)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ماء مستعمل کی چھینٹوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ حالت جنابت میں غسل کرتے ہوئے استعمال شدہ پانی کی چھینٹیں برتن میں گرتی ہیں اس سے بچنا بھی مشکل ہے کیا اس صورت میں پانی پاک ہے یا ناپاک؟ (مستفتی عباد الرحمن)

جواب: غسل کرتے ہوئے استعمال شدہ پانی کی چھینٹیں برتن میں گرنے سے پانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پانی پاک رہتا ہے۔

وفی الہندیہ :

جنب اغستل فانتضح من غسله شی فی انائه لم یفسد علیہ الماء - (صفحہ ۲۳ جلد ۱)
وفی الدر المختار وانتضاح غسالة لا تظهر مواقع قطرها فی الاناء عفو - (صفحہ ۵۳۲ جلد ۱)

(ومثله فی البحر الرائق ۲۰۰/۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نجاست کو چھو کر گزرنے والے پانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ مکان کی چھت پر نجاستیں پڑی تھیں اچانک بارش ہوگئی اور چھت کا پانی پر نالے کے ذریعے سے نیچے زمین پر گرنا شروع ہو گیا اب گزرنے والوں کے کپڑوں پر یہ چھینٹیں پڑتی ہیں تو کیا یہ نجس ہیں؟ کپڑے اس سے ناپاک ہونگے یا نہیں؟ (مستفتی محمد نواز)

جواب: نجاستیں اگر پر نالے کے قریب ہوں اور گرنے والا پانی نجاست کے کل کے ساتھ یا نصف یا اکثر حصے سے لگ کر گرتا ہو تو اس صورت میں وہ پانی نجس ہے کپڑوں کو لگے تو کپڑے بھی ناپاک ہونگے لیکن گندگی اگر چھت کے پر نالے پر نہ ہوں بلکہ چھت کے مختلف حصوں پر پھیلے ہوئے ہوں تو اب پر نالے سے گرنے والا پانی نجس نہ ہوگا بلکہ اس کا حکم ماء جاری کا ہوگا۔ اس کی چھینٹیں کپڑوں کو لگیں تو کپڑے ناپاک نہیں ہونگے۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جب تک بارش برس رہی ہے اس وقت اس کا حکم ماء جاری کا ہے اگر بارش کا یہ پانی گندگی کو لگے پھر کپڑوں کو لگے تو بھی کپڑے ناپاک نہ ہونگے الا یہ کہ پانی اس گندگی کی وجہ سے متغیر نہ ہوا ہو۔

وفی الہندیہ

ولو كان على السطح عذرة فوق وقع عليه المطر فسال الميذاب ان كانت النجاسة عند

المیزاب و كان الماء كله يلقى العذرة أو أكثره أو نصفه فهو نجس والا فهو طاهر.
وان كانت العذرة على السطح في مواضع متفرقة. ولم تكن على رأس المیزاب لا
يكون نجساً وحكمه حكم الماء الجاري كذا في سراج الوهاج.
وفی بعض الفتاوی قال مشائخنا المطر ما دام عطر فله حكم الجربان حتی او اصاب
العذرات على السطح نعم اصاب ثوباً لا يتنجس الا أن يتغيره (ج ۱/ ۱۷۰)
(ومثله فی البحر الرائق ۳/ ۲۰۰ مطبوعه ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی الوضوء

گردن سمیت گلے پر مسح کرنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ وضو کرتے ہوئے
گردن پر مسح کرنے کے ساتھ گلے پر بھی مسح کر جاتے ہیں کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ (مستفتی عمران)

جواب: گلے پر مسح کرنے کو فقہائے کرام نے بدعت لکھا ہے لہذا ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

فی التنبیہ و شرحہ

ومسح رقبة بظہر یدیه لالحلقوم لانه بدعة قال ابن عابدين الشامی تحت هذه المسئلة "لانه
بدعة" اذ لم يرد فی السنة - (صفحة ۲۲۸ جلد ۱)

وفی الهندیة

(والثانی مسح الرقبة) وهو بظہر الیدین وأما مسح الحلقوم فبدعة كذا فی البحر
الرائق - (صفحة ۸ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

پاؤں کی پھٹن میں دوا بھرنے کے بعد وضو کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سردی یا بیماری کی وجہ سے پاؤں کی
پھٹن میں دوائی بھردی ہے وضو کرتے ہوئے پانی پاؤں کی پھٹن میں نہیں پہنچتا اب وضو کیا حکم ہے؟
دوائی ہٹا کر وضو کرے یا بغیر ہٹائے؟ (مستفتی عبدالعزیز)

جواب: پھٹن میں دوا بھرنے کے بعد وضو کرتے ہوئے اس پر پانی بہانا کافی ہے دوا ہٹا کر وضو
کرنے کی ضرورت نہیں البتہ بہتر یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد دوا لگائی جائے۔

فی الدر المختار

فی أعضائه شقاق غسله ان قدر والا مسح والا تركه ولربیده قال العلامة الشامی تحت
هذه المسئلة ولو كان فی رجله شفاف فجعل فيه الدواء يكفيه امرار الماء فوقه ولا يكفيه
المسح - (ص ۲۱۷ ج ۱)

وفی خلاصة الفتاوى

لوجعل الشحم فی شقاق الرجل وغسل رجله ولم يصل الماء اليه جاز ان كان يضره ايصال
الماء اليه وان خرزه جاز بكل حال - (ص ۲۳ ج ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

صلاح الدين جتري الى

عبدالرحمن عفا الله عنه

آنکھوں کے اندر لینسز کے ہوتے ہوئے وضو اور غسل کرنا

سوال: لینسز (وہ نظر وغیرہ کے شیشے جو بجائے عینک کے آنکھوں کے اندر ڈالے جاتے ہیں) کے
ہوتے ہوئے وضوء غسل وغیرہ درست ہے؟

جواب: ضرورت کی وجہ سے اگر جسم میں کوئی چیز لگائی ہے اور اسکے اتارنے میں حرج ہو
مثلاً مصنوعی دانت یا دانت پر چاندی کا خول وغیرہ لگایا ہو تو اس جگہ پانی پہنچانا وضوء، غسل وغیرہ میں
ضروری نہیں ہوتا، جبکہ آنکھوں میں تو ویسے بھی غسل اور وضوء میں پانی پہنچانا ضروری نہیں لہذا لینسز کی
وجہ سے وضوء اور غسل پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وفی الجوهرة النيرة :

(قوله يلحقه حكم التطهير) یعنی يجب تطهيره فی الحدث او الجنابة حتى لو سال الدم الى
مالان من الانف نقض الوضوء بخلاف ما اذ انزل البول الى قصبة الذكر لانه لا يلحقه حكم
التطهير. واحترز بقوله حكم التطهير عن داخل العينين وباطن الجرح وقصبة الانف
وانما لم يقل يلحقه التطهير لانه لو قال ذلك دخل تحته باطن العين وباطن الجرح لانه
لا يستحيل تطهيره لان حقيقة التطهير فيه ممكنة واما حكمه فقد رفعه الشارع للضرورة .
(الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۱۰)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

شاهد اسحاق عفا الله عنه

عبدالرحمن عفا الله عنه

وضوء کی تری کو خشک کرنے کا حکم

سوال: بعض لوگ وضوء کے بعد وضو کی تری کو رومال وغیرہ سے صاف کرنے کو مکروہ کہتے ہیں کیا
ان کا یہ کہنا درست ہے؟

جواب : وضوء کے بعد وضوء کی تری کو رومال وغیرہ سے صاف کرنا جائز ہے۔ ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ”رومال وغیرہ سے صاف کرنا مکروہ ہے“ درست نہیں۔

قال فی شرح التنویر : (لا) یکرہ (خرقة لوضوء) بالفتح بقية بلله
وفی الشامیة : (قوله لا یکرہ خرقة الخ) هذا هو ما صححه المتأخرون لتعامل
المسلمین ، وذكر فی غایة البیان عن أبی عیسی الترمذی أنه لم یصح فی هذا الباب
شئى أى من کراهة أو غیرها ، وقد رخص قوم من الصحابة ومن بعدهم التمدل بعد
الوضوء ، وتمانه فیہ . ثم هذا فی خارج الصلاة لما فی البزازیة ، وتکره الصلاة مع
الخرقة التی یمسح بها العرق ، ویؤخذ بها المخاط لا لأنها نجسة ، بل لأن المصلی
معظم والصلاة علیها لا تعظیم فیها . (ردالمحتار ج ۲ ص ۳۶۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

وضوء علی الوضوء کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی با وضوء ہے دوبارہ پھر وضوء کرنا چاہتا ہے تو وہ آدمی جو با وضوء ہے دوبارہ وضوء کر سکتا ہے یہ عمل اسراف تو نہ ہوگا؟ (مستفتی محمد علی)

جواب : با وضوء آدمی کو دوبارہ وضوء کرنا یہ عمل اس آدمی کے لئے مستحب ہے حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایسے شخص کو دس نیکیاں ملتی ہیں، لیکن اگر دوسری مرتبہ کے بعد تیسری مرتبہ پھر وضوء کرتا ہے تو یہ عمل اسراف ہوگا، ہاں اگر دوسرے وضوء سے کوئی عبادت مقصودہ کیا ہو تو پھر تیسری بار وضوء کرنا بھی مستحب ہوگا۔

قلت :

لکن یرد ما فی شرح المنیة الکبیر حیث قال لکن ذکر سیدی عبدالغنی
النابلسی ان المفهوم من اطلاق الحدیث مشروعیتہ، ولو بلا فصل بصلاة او مجلس
آخر ولا اسراف فیما هو مشروع، اما لو کرره ثالثا او رابعا فیشترط لمشروعیتہ الفصل
بما ذکر، والا کان اسرافا محضاً. درالمحتار ص ۲۴۱ ج نمبر ۱ امدادیہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ محمد قذافی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایک بالشت سے کم مسواک کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بالشت سے کم مسواک

استعمال کرنا کیسا ہے اور اگر استعمال کرتے ہوئے کم رہ جائے تو کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبد الجبار)

جواب: ایک بالشت سے کم نیا مسواک استعمال کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ استعمال کرتے ہوئے ایک بالشت سے کم رہ جائے نو کوئی مضائقہ نہیں۔

فی التئیر و شرحہ

و ندب امساكه بيميناه و كونه ليناً مستویاً بلا عقد فی غلظ الخنصر و طول شبر قال الشامي تحت هذه المسئلة (و طول شبر) الظاهر أنه فی ابتداء استعماله فلا يضر نقصه بعد ذلك بالقطع منه لتسويته۔ (صفحة ۲۳۲ جلد ۱)

وفی فتح القدير

ويستحب فيه ثلاث ثلاث مياه وأن يكون السواك لنا في غلظ الاصبع و طول شبر من الا شجار المرة ويستاك عرضاً لا طولاً۔ (جلد ۱ صفحه ۲۲)

وفی حاشية الطحطاوى

وينبغي أن يكون لنا في غلظ الأصبع طول شبر مستویاً۔ (جلد ۱ صفحه ۳۷)

وفی مراقی الفلاح

والمستحب بله ان كان يابساً وغسله بعد الاستياك لنلا يستاك به الشيطان وان يكون من شجر مر ليكون اقطع للبلغم وأنقى للصدر..... الى أن قال وأن يكون طول شبر مستعمله لأن الزائد يركب عليه الشيطان۔ (صفحة ۳۷)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جتري الى

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفى الله

دوران وضو کلام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران وضو بات چیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی شیر احمد)

جواب: دوران وضو بلا ضرورت کے گفتگو کرنا مکروہ ہے البتہ کوئی ضروری بات ہو تو بات چیت کی گنجائش ہے۔

فی حاشية الطحطاوى

وبكره التكلم بكلام الناس ما لم يكن لحاجة تفوته بتركه قاله ابن امير حاج لانه يشغله عن الادعية ولاجل تخلص الوضو من شوائب الدنيا لانه مقدمة العبادة و ذكر بعض العارفين أن الاستحضار فى الصلاة يتبع الاستحضار فى الوضو وعدمه فى عدمه۔ (ص ۲۵ ج ۱)

وفی التئیر و شرحہ

وعدم التكلم بكلام الناس اللاحاجة تفوته۔ (ج ۱ ص ۲۵۰)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جتري الى

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفى الله

فصل فی نواقض الوضوء

گرمی دانے پھٹ جانے سے وضو کے ٹوٹنے کا حکم

سوال: موسم گرما میں اکثر لوگوں کے بدن پر گرمی دانے نکلتے ہیں ان کے پھٹ جانے سے جو پانی نکلتا ہے اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر دانہ پھوٹنے سے پانی از خود نہیں بہا بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر پانی زخم سے ابھر کر اوپر آ گیا اور دانہ کے سوراخ سے زائد جگہ میں پھیل گیا مگر اوپر ابھرنے کے بعد نیچے نہیں اترتا تو اس کے ناقض ہونے میں اختلاف ہے۔ راجح یہ ہے کہ ناقض نہیں۔

قال فی شرح التنویر :

لو مسح الدم كلما خرج ولو تركه لسال نقض والا لا . وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله :

(عين السيلان) اختلف في تفسيره : ففي المحيط عن أبي يوسف : أن يعلو وينحدر . وعن محمد إذا انتفخ على رأس الجرح وصار أكثر من رأسه نقض : والصحيح لا ينقض . قال في الفتح بعد نقله ذلك : وفي الدراية جعل قول محمد أصح ، ومختار السرخسي الأول وهو الأولي . أقول : وكذا صححه قاضي خان وغيره وفي البحر تحريف تبعه عليه . ط فاجتنبه : (احسن الفتاوى بحواله رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

خروج ریح اور نیند کے بعد وضو کا حکم

سوال: بعض لوگ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو کیلئے استنجاء کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو ملامت بھی کرتے ہیں، اسی طرح اگر خروج ریح وغیرہ ہو جائے یا جب بھی وضو کا ارادہ ہو اس سے پہلے استنجاء کو ضروری سمجھتے ہیں اگرچہ اسکی کوئی حاجت نہ ہو، کیا انکا یہ فعل درست ہے؟

جواب: خروج ریح کی صورت میں یا نیند سے بیدار ہونے کے بعد یا ہر وقت وضو سے قبل استنجاء کو ضروری سمجھنے کو علماء نے بدعت لکھا ہے۔

ازالة نجس عن سبيل ، فلايسن من ریح وحصاة ونوم وفصد . قوله : (فلايسن من ریح) لأن عينها طاهرة ، وانما نقضت لانبعاثها عن موضع النجاسة . هـ ولأن بخروج الريح لا يكون على السبيل شئ فلايسن منه بل هو بدعة كما في المجتبى بحر

..... (ونوم لأنه ليس بنجس أيضاً . ۵ (شامی ج ۱ ص ۵۴۵)
 (الاستنجاء على خمسة أوجه) والخامس بدعة وهو الاستنجاء من
 الريح كذا في الاختيار شرح المختار (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۰)
 الجواب صحيح
 عبد الرحمن عفا الله عنه
 والله اعلم و علمه اتم واحکم
 شاهد اسحاق عفا الله عنه

بغیر وضوء کے کتابت قرآن، کتابت حدیث کا حکم

سوال: کیا کسی کے لئے بغیر وضوء کیے قرآن پاک کی آیت یا حدیث پاک کو کسی چیز (یعنی کاغذ وغیرہ) پر لکھ لے؟

اگر جائز ہے تو کس طریقے سے؟ اگر ناجائز ہے تو دلیل کیا ہے؟

جواب: جس کاغذ وغیرہ پر قرآنی آیات لکھی جا رہی ہوں اگر کاتب کا ہاتھ اسے نہ چھو رہا ہو تو ایسی کتابت بلا وضوء جائز ہے۔ اور اگر کاتب کا ہاتھ اسے لگ رہا ہو تو ناجائز ہے۔ البتہ کتب فقہ و حدیث و دیگر کتب اسلامیہ کا یہ حکم نہیں ہے، بلکہ انہیں بلا وضوء کے چھونا بھی جائز ہے تاہم بہتر ان میں بھی یہ ہے کہ بحالت وضوء انہیں ہاتھ لگایا جائے۔

دیگر کتب شرعیہ میں صرف ان جگہوں کو چھونا ناجائز ہوگا جنہیں آیات قرآنی لکھی ہوئی ہوں۔

فی التنبیہ و شرحہ : (و) لا تکرہ (کتابۃ قرآن و الصحیفۃ علی الارض عند الثانی
 خلافاً لمحمد و ینبغی ان یقال : ان وضع علی الصحیفۃ ما یحول بینہا و بین یدہ یؤخذ
 بقول الثانی و الا فبقول الثالث قالہ الحلبي . وفيه : (و التفسیر کمصحف لا الکتب
 الشرعیۃ) فانہ رخص مسحہ بالید لا التفسیر کما فی الدرر و فی السراج علی
 الايضاح : ان کتب التفسیر لا یجوز مس موضع القرآن منها و له ان یمس غیرہ . و کذا
 کتب الفقہ الخ . (در مختار جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

الجواب صحيح
 عبد الرحمن عفا الله عنه
 والله اعلم و علمه اتم واحکم
 محمد شریف حسین چترالی عفا الله عنه

حالت سفر میں تیمم کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی گاڑی میں سفر پر جا رہا تھا راستے میں نماز کا وقت ہو گیا ڈرائیور نے بالکل آخری وقت میں جا کر گاڑی نماز کیلئے روکی اب وہاں وضوء کیلئے پانی بالکل نہیں تھا سوائے ایک گھڑے کے جس میں پینے کیلئے پانی رکھا ہوا تھا، تو اس

صورت میں کیا اس آدمی کیلئے وضوء کرنا ضروری ہے یا تیمم کر کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب : لوگوں کے پینے کیلئے جو پانی راستوں میں گھڑوں وغیرہ میں رکھا ہوتا ہے اس سے وضوء غسل وغیرہ کرنا درست نہیں بلکہ تیمم کر کے نماز پڑھنی چاہیے، ہاں اگر پانی کثیر ہے یا عرف ایسا ہے کہ لوگ اس پانی سے وضوء وغیرہ کرتے رہتے ہیں تو وضوء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قال فی شرح التنویر :

الماء المسبل فی الفلاة لا یمنع مالم یکن کثیراً، قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (لا یمنع التیمم) لأنه لم یوضع للوضوء بل للشرب، فلا یجوز الوضوء به وان صح. قوله : (مالم یکن کثیراً) قال فی شرح المنیة : الاولى الاعتبار بالعرف لا بالکثرة، الا اذا اشتبه. (رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مقیم کے لئے مدت مسح کا حکم

سوال : مقیم کی لئے مدت مسح کتنی ہے اور اس کا اعتبار کب سے کیا جائے گا؟ نیز اگر موزوں کا زیب کھل جائے تو کیا حکم ہے؟ مدلل بیان کریں۔

جواب : مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کا اعتبار موزوں کے پہننے کے بعد پیش آنے والے حدث سے ہوگا مثلاً اس نے نماز فجر کے لئے وضوء کیا اور موزے پہن لئے پھر طلوع شمس کے بعد اس کو حدث لاحق ہو گیا تو اس حدث کے وقت سے مدت مسح کا اعتبار کیا جائے گا۔

وفی البدائع : قال عامتهم أنه مقدر بمدة فی حق المقيم یوما وليلة . وبعد أسطر قال :

والصحيح اعتبار وقت الحدث بعد اللبس . (ص ۸ ج ۱)

زیب سے اگر وہ زیب مراد ہے جو پنڈلی سے ٹخنوں تک لگا ہوتا ہے تو اس کے کھل جانے

سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

کما فی البدائع : فمنها أن یكون خفایستر الکعبین لان الشرع ورد بالمسح علی

الخفین وما یستر الکعبین ینطلق علیہ اسم الخف ایضا وفی الہندیة : ولو کان الخرق

فی ساق الخف لا یمنع جواز المسح . (ص ۳۴ ج ۱)

اور اگر زیب قدم پر لگا ہوا ہے تو اکثر قدم نکل جانے سے مسح ختم ہو جائے گا دوبارہ دونوں

پاؤں کو دھونا ضروری ہے۔

کما فی الہندیۃ :

وخرج اکثر القدم الى الساق نزع وهو الصحيح . (ص ۳۴ ج ۱)
 وهكذا فی البدائع : حیث قال : ولو أخرج بعض قدمه أو خرج بغير صنعهر وی
 الحسن عن أبی حنیفة أنه ان أخرج اکثر العقب من الخف انتقض مسحہ .
 (ص ۱۳ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دانتوں کی بھرائی کے بعد بھی غسل ہو جاتا ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دانتوں میں سوراخ ہونے کی بناء پر اس کی بھرائی (Filling) کی جاتی ہے اس صورت میں غسل کرتے ہوئے پانی اندر نہیں پہنچتا تو کیا اس وجہ سے غسل پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ (مستفتی عبدالسمیع)

جواب : دانت بھرنے کے بعد ہر غسل کے لئے اس کو خالی کرنا مشکل ہے۔ اس لئے دانتوں کی سوراخ میں پانی پہنچائے بغیر غسل کرنے سے غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

فی التویر و شرحہ

ولا یمنع الطهارة وینم أى خرق ذباب و برغوث لم یصل الماء تحته و حناء ولو جرمة،
 به یفتی قال العلامة ابن عابدين الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذا المسئلة (لم یصل
 الماء تحته) لان الاحتراز عنه غیر ممکن: حلیۃ، قوله (به یفتی) صرح به فی المنیۃ عن
 الذخیرۃ فی مسئالۃ الحناء والطين الدرن معللاً بالضرورة. (ص ۲۸۸ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حالت جنابت میں کھانے پینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں سحری کے وقت جب آدمی اٹھتا ہے تو کبھی کبھار غسل کی حاجت پیش آتی ہے اب غسل کرنے میں سحری کا وقت ختم ہوتا ہے تو حالت جنابت میں سحری کھانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ (مستفتی عزیز الرحمن)

جواب : حالت جنابت میں کھانا، پینا درست ہے لیکن کھانا ہاتھ منہ دھو کر کھالینا چاہیے اور اگر وضو کر کے کھانا کھائے تو زیادہ بہتر ہے۔

وفی در المختار

ولا أكله و شربه بعد غسل يد وفم. قال الشامي تحت هذا القول: اما قبله فلا ينبغي.
لانه يصير شاربا للماء المستعمل وهو مكروه تنزيهاً - (صفحة ۳۱۸ جلد ۱)

وفی حلی کبیر

ویکمره للجنب الأكل والشرب ما لم يغسل يديه وفاه وقال قاضیخان يستحب أن يغسل يديه
وفاه اذا اراد ان ياكل أو يشرب وان تركه فلا بأس به وقالت عائشة رضي الله عنها كان رسول
الله عليه السلام اذا كان جنباً فأراد أن ياكل أو ينام توضأ وضوءه للصلاة - (صفحة ۵۶ جلد ۱)

الجواب صحیح

والله اعلم و علمه اتم واحکم

عبدالرحمن عفا الله عنه

صلاح الدین چترالی

فصل فی الحيض والنفاس

حيض کا حکم (جب عادت سے کم خون آئے)

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کو دوران حیض ایک
مقدار سے خون آتا ہے لیکن ایک مرتبہ اس معمول کے مقدار سے بہت کم خون آیا۔ اور اس خون کا آنا
بھی حیض کے دنوں میں ہو یا یہ خون پانچ دن تک آتا رہا مسئلہ یہ ہے کہ یہ خون حیض شمار ہو گا یا نہیں؟
(مستفتی ندیم)

جواب: حیض کے دنوں میں جو بھی خون عورت دیکھے مقدار چاہے کم ہو یا زیادہ وہ حیض ہی کہلائے
گا۔ ہاں کم از کم تین دن تک آئے۔

وفی الهدایة

وما تراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدره حیض حتی ترى البیاض خالصاً -
(صفحة ۶۳ جلد ۱)

وفی الہندیة

طاهرة رأت علی الكرسف اثر الدم یحکم بحیضها من حین الرفع. الی أن قال ولا یشرط فیہ
السیلان هکذا فی الخلاصة - (صفحة ۳۶ جلد ۱)

الجواب صحیح

والله اعلم و علمه اتم واحکم

عبدالرحمن عفی الله

صلاح الدین چترالی

عادت سے زائد حیض آنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کو چھ دن حیض آنے کی
عادت تھی اب دس دن سے زیادہ کبھی گیارہ دن کبھی بارہ دن وغیرہ خون آنے لگا ہے اب سوال یہ ہے

کہ چھ دن سے زیادہ آنے والا خون حیض شمار ہوگا یا استحاضہ؟ اگر استحاضہ ہے تو کیا چھ دن کے بعد عورت نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ (مستفتی خلیل الرحمن)

جواب: اگر خون دس دن تک آیا دس دن سے اوپر نہیں آیا تو دس دن پورے حیض شمار ہونگے۔ لیکن اگر دس دن سے تجاوز کر گیا تو اس وقت چھ دن سے زیادہ آنے والا خون استحاضہ ہوگا۔ صرف چھ دن حیض کے شمار ہونگے اس صورت میں چھ دن کے بعد عورت نماز پڑھنا شروع نہیں کر سکتی یہاں تک کہ دس دن پورے ہو جائیں۔ دس دن سے خون تجاوز کرنے کی صورت میں عورت چھ دن کے بعد والی نمازوں کو قضا کرے گی اور اگر دس دن کے بعد خون نہیں آیا تو یہ دس دن حیض شمار ہونگے۔

فی الشامیة

تتمة: اختلفوا فی المعتادة هل تترك الصلاة والصوم بمجرد رؤيتها الزيادة على العادة قيل لا لاحتمال الزيادة على العشرة وقيل نعم. استصحاباً للأصل وصححه في النهاية والفتح وغيرهما - (ص ۴۹۹ ج ۱)

وفی الهدایة

ولو زاد الدم على عشرة ايام زانها عادة معروفة دونها ردت الى ايام عاداتها والذي زاد استحاضة قال العلامة الشيخ عبدالحنى اللكنوى رحمه الله تعالى تحت هذه المسئلة في حاشية الكتاب: ولو زاد الدم على العشرة واما اذا زاد على عاداتها المعروفة دون العشرة فقد اختلف المشايخ فذهب أئمة بلخ الى انها تؤمر بالاغتسال والصلوة لأن حال الزيادة متردد بين الحيض والاستحاضة لأن انقطع الدم قبل ان يجاوز العشرة كان حيضاً وان جاوز العشرة كان استحاضة فلا تترك الصلاة مع التردد وقال مشايخ بخارا لا تؤمر بالاغتسال والصلوة لانا عرفناها حائضاً بيقين ودليل بقاء الحيض وهو رؤية الدم قائم ولا تكون استحاضة حتى تستمر فتجاوز العشرة ولا دليل على ذلك فلا تؤمر حتى يتبين أمرها فان جاوزت العشرة أمرت لقضاء ما تركت من الصلوة بعد ايام عاداتها في المجتبى هو الأصح - (ص ۶۷ ج ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جتري الى

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفى الله

حالت حیض میں قرآن پاک چھوئے بغیر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کیا عورت ماہواری کی حالت میں قرآن پاک (چھوئے بغیر پڑھ سکتی ہے؟ نیز کیا استانی اگر ہو تو بچوں کو اسی حالت میں قرآن پڑھا سکتی ہے؟ جبکہ خود ہاتھ نہیں لگاتی؟) (مستفتی غلام احمد)

جواب: (۱) حالت حیض میں عام عورت نہ قرآن کریم کو چھو سکتی ہے اور نہ ہی تلاوت کر سکتی ہے

البتہ ذکر واذکار، دعائیں اور احادیث وغیرہ پڑھ سکتی ہے۔ البتہ استانی
(۲) بغرض تعلیم تہجی کر کے یعنی (ایک ایک کلمہ کرے) قرآن کریم پڑھا سکتی ہے۔

فی الشامیہ:

وقراءة القرآن أى ولودون آية من المركات لا المفردات، لانه جوز للحائض المعلمة
تعليمه كلمة كلمة كما قد مناه (بقصدہ) فلو قرأت الفاتحة على وجه الدعاء أو شيئاً من
الآيات التى فيها معنى الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به. (ج ۱ ص ۴۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حیض کو دوائی کے ذریعہ بند کر کے استمتاع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک طالب علم یا کوئی ملازم شخص جو شادی شدہ ہے پردیس
سے عرصہ دراز کے بعد جب دس دن کی چھٹی پر گھر جاتا ہے اور گھر میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں
پاتا ہے۔ اس مجبوری کے پیش نظر کیا وہ اپنی بیوی سے حیض کے روک تھام کی دوائیاں استعمال
کرا کر استمتاع کر سکتا ہے؟ نیز بتائیں کہ اس کی بیوی مذکورہ ادویہ استعمال کرنے کے بعد نماز، روزہ،
تلاوت وغیرہ عبادات انجام دینے کے قابل ہے؟ نیز ان ادویہ کا صحت پر برے اثرات تو مرتب
نہیں ہوں گے۔ (مستفتی خوش محمد)

جواب: (۱) حیض کا تعلق اس خون سے ہے جو بلا سبب کے رحم سے آئے گویا حیض نام ہے خون
کے آنے کا۔ انجکشن یا ادویات کے ذریعے خون کو بالکل بند کر دیا جائے تو ایسی صورت
میں حیض متحقق نہیں ہوتا لہذا حیض کے احکامات اس پر جاری نہ ہونگے

(۲) خون بند ہونے کی صورت میں ایسی عورت پاک شمار ہوگی، نماز وغیرہ کا اہتمام اس
پر لازم ہوگا اور شوہر بھی اس سے مل سکتا ہے۔

فی الہندیہ "لا یثبت حکم کل منها الا بخروج الدم وطہورہ و هذا هو ظاهر مذهب
اصحابنا و علیہ عامة مشائخنا و علیہ الفتویٰ ہکذا فی المحيط،، ج ۱ ص ۳۸
و ایضاً فی الہندیہ "اذا رأت المرأة الدم تترك الصلوة من اول مرات قال الفقیہ وبہ ناخذ
کذا فی التارخانیة ناقلاً عن النوازل،، (ج ۱ ص ۳۸)

(۳) چونکہ عورت کے لئے حیض کا آنا ایک فطری اور طبعی امر ہے اور فطری عمل کو دوا وغیرہ
سے روکنا عموماً نقصان سے خالی نہیں ہوتا لہذا بلا ضرورت شدیدہ کے اس سے بچنا بہتر ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حائضہ عورت کے ہاتھ سے پکے ہوئے کھانے کا حکم

سوال: بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ کسی کے گھر کھانا وغیرہ کھانے کے بعد جب کبھی طبعیت خراب ہوتی ہے تو کہتے ہیں یہ کھانا کسی حیض والی عورت نے پکایا ہے اسلئے طبعیت خراب ہوگی ان لوگوں کی یہ بات کہاں تک درست ہے حیض والی عورت کے ہاتھ کا کھانا کھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب: ان لوگوں کی بات میں کوئی صداقت نہیں حیض والی عورت کے ہاتھ سے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وفی مراقی الفلاح : ولا یکره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین أو ماء أو

غیرهما الا اذا توضأت بقصد القربة. (ص ۷۸ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

آپریشن کے ذریعہ پیدائش کے بعد نفاس کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل بعض اوقات بچے کی پیدائش آپریشن کے ذریعے ہوتی ہے اب اس کے بعد جو خون آتا ہے یہ خون نفاس میں شامل ہے یا نہیں؟ (مستفتی فخر الدین)

جواب: نفاس اس خون کو کہا جاتا ہے جو بچے کی پیدائش کے بعد عورت کے رحم سے آئے چاہے بچہ فطری طریقے سے پیدا ہو یا آپریشن کے ذریعے سے لیکن آپریشن کے بعد اگر خون آپریشن کی جگہ سے آئے تو یہ نفاس نہیں ہے اگر رحم سے آئے تو نفاس شمار ہوگا۔

فی الہندیۃ

ولو ولدت من قبل سرتها بان کان بطنها جرح فانشقت فخرج الولد منها تكون

صاحبة جرح سائل لانفساء هكذا فی الظہیریۃ والتبیین الا اذا خرج من الفرج دم

عقیب خروج الولد من السرة فانه حينئذ يكون نفاساً هكذا فی التبیین - (ص ۳۷

جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی الانجاس و المتفرقات

برسات میں راستہ کے کچھڑ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ آج میں راستے سے گزر رہا تھا اور بارش ہو رہی تھی چند بچوں کے پاس سے گزرا جو کھیل رہے تھے جس کی وجہ سے میرے کپڑوں پر کچھڑ کے چھینٹے پڑ گئے کیا ان کپڑوں کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے؟ (مستفتی شاکر اللہ)

جواب: برسات کے موسم میں چونکہ راستے وغیرہ میں کچھڑ اور پانی ہوتا ہے جس سے اپنے کپڑے وغیرہ کو بچانا کافی دشوار ہوتا ہے اس لئے شریعت مطہرہ نے برسات کے کچھڑ یا راہوں میں جمع ہونے والے پانی یا پرناलों وغیرہ سے گرنے والے پانی کے چھینٹے کپڑوں وغیرہ میں لگنے کی صورت میں (مذکورہ عذر کے پیش نظر) ان میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ہاں اگر کچھڑ وغیرہ کا نجاست غلیظ ہونا یقینی ہو تو پھر اس سے لباس وغیرہ ناپاک ہو جائے گا۔

فی الشامی:

قال فی المنیة: وعلى هذا ماء المطر اذا جرى في الميزاب وعلى السطح عذرات
فالماء طاهر. وان كانت العذرة عند الميزاب او كان الماء كله او بعضه يلقى العذرة
فهو نجس والا فطاهر.

وعلى مارجحه الكمال قال في الحلیة: ينبغي ان يفتى في مسألة السطح سوى تغير أحد
الأوصاف ۵۱. (جلد ۱/ ۳۳۶) (کذا فی المنیة)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ناپاک خشک رسی پر کپڑے پھیلانے کا حکم

سوال: ایک آدمی نے کپڑے پھیلانے کیلئے ایک رسی باندھ رکھی ہے جو کہ ناپاک ہے لیکن خشک ہے اب وہ اس رسی پر گیلے کپڑے پھیلاتا ہے تو کیا اس رسی کی وجہ سے وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے یا پاک ہی رہیں گے ان کپڑوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: گیلے کپڑے خشک ناپاک رسی پر پھیلانے سے ناپاک نہیں ہوتے کیونکہ تری کپڑوں سے رسی کی طرف سرایت کرتی ہے نہ کہ رسی سے کپڑوں کی طرف لہذا ان کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے۔

(کما لو نشر الثوب المبلول علی جبل نجس یابس)
(قوله کمالو نشر الخ) هذا موافق لما ذكره المرغینانی، وقد جعله الزیلعی مفرعا علیه
حيث قال عقب عبارة السابقة وعلى هذا اذا نشر الثوب المبلول علی جبل نجس هو
یابس لا یتنجس الثوب لما ذكرنا من المعنى. (شامی ج ۶ ص ۷۳۳)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

گوبر کے اُپلے استعمال کرنے کا حکم

سوال: بعض علاقوں میں لوگ گائے بھینس کے فضلات کے اُپلے بناتے ہیں، انہیں سکھاتے ہیں اور بطور ایندھن کے استعمال کرتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ درست ہے؟ اور گوبر سے پکی ہوئی روٹی پاک ہوگی؟

جواب: اُپلے بنانا اور انہیں بطور ایندھن کے استعمال کرنا درست ہے۔ گوبر سے پکائی ہوئی روٹی پاک ہے۔

فی الشامیة: ویجوز بیع السرقین والبعر والانتفاع
به والوقود به..... (جلد ۷ صفحہ ۲۴۵)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

نجس کپڑے کو کس طرح پاک کیا جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ نجس روغن کپڑوں کو لگ گیا۔ بغیر صابن لگائے سادہ پانی سے دھولیا جائے تو کیا اس سے کپڑا پاک ہو جائے گا؟ (مستفتی قدیر خان)

جواب: صورت مذکورہ میں کپڑے کو اگر تین مرتبہ پانی سے دھولیا جائے اور ہر مرتبہ نچوڑ لیا جائے تو کپڑا پاک ہو جائے گا اگرچہ چکناہٹ باقی ہو۔

فی الہندیۃ

واذا غمس الرجل یدہ فی السمن النجس أو أصاب ثوبہ ثم غسل الید أو الثوب بالماء
من غیر حرّض وأثر السمن باق علی یدہ یطهر وبہ أخذ الفقیہ أبو اللیث وهو الاصح
هكذا فی الذخیرہ. (ج ۱/۴۲)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز فیض آبادی چترالی

حرام جانوروں کی کھال کا حکم

سوال: کیا کسی حرام جانور مثلاً درندے وغیرہ کی کھال سے مصلیٰ یا منبر وغیرہ بنانا جائز ہے؟

جواب: کسی بھی جانور کی جلد کو جب دباغت دی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر اور انسان کے۔ خنزیر نجس العین ہے اسلیئے اسکی جلد بھی نجس ہے اور انسان کی جلد احترام آدمیت کی وجہ سے اسکا استعمال جائز نہیں، لہذا درندے وغیرہ کی جلد کو دباغت دینے کے بعد منبر یا مصلیٰ وغیرہ کیلئے استعمال کرنا درست ہے۔

وفی ردالمحتار : ولا بأس بجلود النمر والسباع كلها اذا دبغت أن يجعل منها مصلی أو منبر. السرج ملقط. (ردالمحتار ج ۶ ص ۳۵۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مصلیٰ یا چٹائی پر نجاست کا حکم

سوال: کسی مصلیٰ یا چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کیلئے اس مصلیٰ اور چٹائی وغیرہ کے کتنے حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے نیز ایک طرف کی حرکت سے دوسری طرف کے متحرک ہونے کا اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

جواب: کسی بھی جگہ پر نماز پڑھنے کے لئے اتنے حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے جتنے حصہ پر نمازی کے اعضاء لگتے ہیں چاہے وہ مصلیٰ ہو یا چٹائی یا کوئی اور بچھونا۔ ایک طرف کی حرکت سے دوسری طرف کے متحرک ہونے کا اعتبار مصلیٰ کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کپڑے وغیرہ کے لئے ہے جس کے ایک حصہ کو نمازی نے اپنے اوپر ڈالا ہو اور دوسرے حصہ کو نجس ہونے کی وجہ سے زمین پر گرایا ہو اگر نمازی کی حرکات سے نجس حصہ (جو زمین پر ہے) حرکت کرتا ہے تو ایسے کپڑے کیساتھ نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ حصہ حرکت نہیں کرتا تو جائز ہے۔

لما قال خاتمة المحققين ابن عابدين رحمه الله تعالى: ای شئی متصل به يتحرك بحر كنهه كمنديل طرفه على عنقه وفي الآخر نجاسة مانعة ان يتحرك موضع النجاسة بحر كات الصلاة منع والا لا، بخلاف ما لم يتصل كبساط نجس وموضع الوقوف والجهة طاهر فلا يمنع مطلقاً أفاده ح. (ردالمحتار ص ۴۰۲ ج ۱ ایچ. ایم. سعید)

ولما قال الشيخ ابراهيم الحلبي رحمه الله تعالى في شرحه: صلى على طرف ثوب او

بساط ونحوہ وطرفہ الآخر نجس جازت سواء تحرك احد الطرفين بحركة الآخر او لا هو الصحيح لان مكان صلاته طاهر وليس هو حاملاً للنجاسة بخلاف ما اذا كانت النجاسة في طرف ثوب هو لا يسه او حامله فالقى ذلك الطرف على الارض فصلى فانه ان تحرك بحركته لا يجوز والا يجوز لان بتلك الحركة ينسب لحمل النجاسة بخلافها في المفروش . (حلبی كبير : ص ۲۰۸ ج ۱ مطبوعه سهيل اكيڈمی)

ولما في خلاصة الفتاوى : ولو صلى على بساط وفي ناحيته نجاسة ان لم تكن في موضع قدميه ولا في موضع سجوده لا يمنع اداء الصلوة . (ص ۷۵ ج ۱-۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوهاب عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

ناپاک مٹی سے بنی ہوئی اینٹوں کا حکم

سوال: ہمارے گاؤں میں مسجد بنائی جا رہی تھی تو اُس کی اینٹیں ایسے پانی کے کچڑ سے تیار کی جا رہی تھیں جس میں چوپائے مثلاً گائے بیل وغیرہ پانی پیتے اور اُسے گندہ کر دیتے تھے۔ کیا ایسی صورت میں مذکورہ اینٹوں کو سوکھنے کے بعد مسجد میں استعمال کرنا درست ہے؟

جواب: اینٹ اگرچہ نجس کچڑ سے بنائی گئی ہو خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے، خواہ ہوا کے ذریعے سے خشک ہوئی ہو یا سورج کے ذریعے سے۔ لہذا مذکورہ صورت میں اینٹوں کو بھی مسجد کے بنانے میں استعمال کرنا درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فی التَّنْوِير مع شرحه:

وتطهر ارض.....بيسها) اى جفافها ولو برىح وذهب اثرها وحكم اجر ونحوه كلبين.....كذلك اى كارض، فيطهر بجفاف. قال الشامي تحته: لكن يلزم منه ان يطهر اللبن والاجر بالجفاف وذهب الاثر.....لوجود التشرب والاجتذاب (جلد ۱ ص ۵۱۴)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شريف حسين جتري عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

نجس پانی سے کھیت کی سیرابی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ بعض جگہوں میں لوگ کھیریاں بناتے ہیں اور ان کھیریوں کو گٹر کے نجس پانی سے سیراب کرتے ہیں کیا ایسے نجس پانی سے پیدا شدہ سبزیاں

پاک اور قابل استعمال ہیں۔ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں؟ (مستفتی عبد الباسط)

جواب: نجس پانی سے اُگی ہوئی سبزیاں پاک اور حلال ہیں ان کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم وہ سبزیاں اگر اس نجس پانی سے تر ہوں تو ان کو دھو کر استعمال کرنا چاہیے کیونکہ ان پر موجود پانی نجس

فی الشامیہ:

(فرع) فی ابی السعود: الزروع المستقیة بالنجاسات لا تحرم ولا تکره عند اکثر

الفقهاء. جلد ۶ صفحہ ۳۴۱

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب: سیح

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الصلوٰۃ فصل فی اوقات الصلوٰۃ

صلوٰۃ عشاء کے وقت کا بیان

سوال: ہماری مسجد میں وقت کے آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں عشاء کی نماز اوقات نماز کا جو نقشہ ہے اُس کے لحاظ سے پہلے ہوتی ہے، مثلاً ۴:۵۵:۷ پہ عشاء کا وقت داخل ہوتا ہے اور نماز ۳:۰۷ پہ ہوتی ہے یا نماز وقت داخل ہونے پر ہوتی ہے مگر اذان پہلے ہوتی ہے امام صاحب سے اس سے متعلق بات کی تو اُس نے

کہا کہ یہ ضروری نہیں بلکہ نماز مغرب کے بعد سوا گھنٹہ کا وقفہ کافی ہے اور نماز ہو جاتی ہے۔
براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ مذکورہ امام صاحب کا قول صحیح ہے؟ اس پر عمل کیا جائے یا کلنڈر کے مطابق عشاء کی نماز پڑھی جائے؟ (مستفتی شیر نواز)

جواب: وقت کے داخل ہونے سے پہلے نہ نماز صحیح ہے نہ اذان۔ باقی رہا عشاء کا وقت سو وہ مختلف موسموں میں الگ الگ ہوتا ہے۔ احتیاط اس میں ہے کہ ڈیڑھ گھنٹے کا وقفہ کیا جائے۔ اس سلسلے میں مختلف اداروں کی طرف سے نقشے چھپتے ہیں، اُن کی طرف بھی مراجعت کر لیں۔

قال اللہ تعالیٰ:

ان الصلوٰۃ كانت علی المومنین کتاباً موقوتاً الایۃ.

وفی الہدایۃ:

ولا يؤذن لصلاة قبل دخول وقتها ويعاد في الوقت لأن الأذان للإعلام وقبل الوقت تجهيل
..... الحجة على الكل قوله عليه الصلاة والسلام لبلال "لا تؤذن حتى يستبين لك
الفجر (صفحة ۹۲)
وفی امداد الاحکام :

غروب سے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد عشاء کا وقت آجاتا ہے۔ (جلد ۱ ص ۹۵)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

نماز مغرب اذان کے بعد تاخیر سے پڑھنا

سوال: اکثر مساجد میں لکھا ہوتا ہے کہ نماز مغرب اذان کے ۲ منٹ بعد یا ۳ منٹ بعد یا ۵ منٹ بعد ہوگی اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟ اس سے نماز مکروہ تو نہیں ہوتی؟

جواب: نماز مغرب میں اتنی تاخیر کرنا جس میں دو رکعت اداء کی جاسکیں بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔ اس سے زیادہ تاخیر میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے البتہ اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے بکثرت چمکنے لگیں بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

(والمستحب) تعجيل مغرب مطلقاً وتأخيره قدر ركعتين يكره تنزيهاً في رد المحتار
تحت هذا القول ان ما في القنية من استثناء التأخير القليل محمول على ما دون
الركعتين وأن الزائد على القليل الى اشتباك النجوم مكروه تنزيهاً، وما بعده
تحريماً لا بعذر قال في شرح المنية: والذي اقتضته الأخبار كراهة التأخير الى ظهور
النجم وما قبله مسكوت عنه، فهو على الاباحة وان كان المستحب التعجيل. هـ
ونحو ما قدمناه عن الحيلة. (ردالمختار ج ۲ ص ۲۹)

لہذا نماز مغرب میں ۳ یا ۴ منٹ کی تاخیر تو درست ہے کیونکہ اس میں ۲ رکعت اداء ہو جاتی ہیں لیکن اس سے زیادہ ۵ منٹ یا زیادہ کی تاخیر درست نہیں۔

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

چاشت اور اشراق کے وقت کا تعین

سوال: چاشت اور اشراق کی نمازوں کا وقت کیا ہے؟

جواب: طلوع کے بعد جب آفتاب میں تیزی آجائے، ایک یا دو نیزوں کی مقدار بلند ہو جائے تو

اشراق کا وقت شروع ہو جاتا ہے اسکی مقدار ہر مقام اور موسم میں مختلف ہوتی ہے (عام طور پر طلوع کے بعد ۱۵ سے ۲۰ منٹ کے درمیان کا وقت ہوتا ہے لیکن اصل وہی ہے کہ مقام اور موسم کا اعتبار ہوگا۔ اشراق کا وقت نصف النہار تک رہتا ہے مگر شروع میں پڑھنا افضل ہے۔ چاشت کا وقت اشراق کی نماز کے بعد متصل شروع ہو کر نصف النہار تک ہے اور اسکا افضل وقت دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ہے۔

قال فی شرح التنویر:

(و) ندب (أربع فصاعداً في الضحى) على الصحيح من بعد الطلوع الى الزوال ووقتها المختار بعد ربع النهار. (الدر المختار ج ۲ ص ۲۲)

وفی اعلاء السنن: فقد قال العلامة سراج أحمد فی شرح الترمذی له: ان المتعارف فی اول النهار صلاتان، الأولى بعد طلوع الشمس وارتفاعها قدر رمح أو رمحين، ويقال لها: صلاة الاشراق، والثانية عند ارتفاع الشمس قدر ربع النهار الى ما قبل الزوال، ويقال لها: صلاة الضحی واسم الضحی فی كثير من الأحادیث شامل لكليهما، وقد ورد فی بعضها لفظ الاشراق أيضاً، فقد أخرج السيوطی عن أم هانئ أن رسول الله ﷺ قال لها: "يا أم هانئ هذه صلاة الاشراق" وعزاه الى الطبرانی وبالجملة فقد ورد اطلاق الاشراق والضحی على كل من الصلاتين، وبعضهم يطلقون على الأولى الضحوة الصغرى وعلى الثانية الضحوة الكبرى. هـ (۱: ۴۴۳) وقد ورد حديث فی "سنن الترمذی (۱: ۷۷) دال على التباين بين صلاة الاشراق والضحی، وهو ما رواه عن علي رضي الله عنه: "كان رسول الله ﷺ إذا كانت الشمس من ههنا كهنتها من ههنا عند العصر صلى ركعتين، وإذا كانت الشمس من ههنا الحديث." قال أبو عيسى: حديث حسن. هـ ولفظ النسائي "كان نبي الله ﷺ إذا زالت الشمس من مطلعها قدر رمح أو رمحين كقدر صلاة العصر من مغربها صلى ركعتين، ثم أمهل حتى إذا ارتفع الضحی صلى أربع ركعات" كذا فی تخريج الاحياء للعراقي

سنن النسائي (۱: ۱۷۷)۔ (اعلاء السنن: ج ۷ ص ۳۳۳۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

اوقات مکروہ میں تلاوت کا حکم

سوال: طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت تلاوت قرآن پاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: طلوع وغروب کے وقت تلاوت قرآن شریف اگرچہ جائز ہے لیکن اوقات مکروہہ میں بہ نسبت تلاوت قرآن کے دعاء اور درود و تسبیح افضل ہے۔

قال فی شرح التنویر :

و فیہ عن البغیة: الصلاة فیہا علی النبی ﷺ افضل من قراءة القرآن و كأنہ لانیہامن ارکان الصلاة، فالأولی ترک ما کان رکناً لها . و فی الشامیة : قوله : (الصلاة فیہا) أى فی الاوقات الثلاثة ، و كالصلاة الدعاء والتسبیح كما هو فی البحر عن البغیة . قوله : (و كأنہ الخ) من کلام البحر . قوله : (فالأولی) أى فالأفضل لیوافق کلام البغیة ، فان مفاده أنه لا کراهة أصلاً، لأن ترک الفضل لا کراهة فیہ .

(رد المحتار ج ۲ ص ۳۶۳۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مکروہ اوقات میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا زوال کے وقت نماز جنازہ پڑھنا درست ہے؟ اسی طرح طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اگر کسی نے ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھ لی تو کیسا ہے؟

جواب: اگر جنازہ انہی اوقات میں آیا ہے تو پڑھ سکتے ہیں مکروہ نہیں ہے پہلے سے آیا ہو تو تاخیر کر کے ان اوقات میں پڑھنے کی اجازت نہیں۔ بلکہ ممنوع ہے۔

قال فی شرح التنویر : (لا) ینعقد (الفرض) وما هو ملحق بہ کو واجب لعینہ کو تر (وسجدة تلاوة ، وصلاة جنازة تليت) الآية (فی کامل و حضرت) الجنابة (قبل) لو جوبہ کاملاً فلا یتأدی ناقصاً، فلو وجبت فیہا لم یکرہ فعلہما : ای تحریماً . و فی التحفة : الافضل أن لا تؤخر الجنابة . قال العلامة ابن عابدين رحمہ اللہ تعالیٰ : قوله : (و فی التحفة الخ) هو كالاستدراک علی مفهوم قوله ” أى تحریماً ” فانه اذا كان الأفضل عدم التأخیر فی الجنابة فلا کراهة أصلاً، و ما فی التحفة أقرہ فی البحر والنهر والفتح والمعراج لحديث ” ثلاث لا يؤخرن : منها الجنابة اذا حضرت “..... الخ (رد المحتار ج ۲ ص ۳۴-۳۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی الاذان

کیا آذان مسجد سے باہر دینی چاہیے یا اندر؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پنجوقتہ نمازوں کے لئے آذان کہاں

دینا سنت ہے مسجد کے اندر یا مسجد سے باہر، اور باہر دینی چاہیے تو پھر جمعۃ المبارک کی دوسری اذان امام کے سامنے مسجد کے اندر کیوں دی جاتی ہے صحیح طریقہ اذان سے آگاہ فرمادیں؟ (مستفتی ابو احمد)

جواب: اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ کسی اونچی جگہ کھڑے ہو کر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہیں دینی چاہیے بلکہ مسجد سے باہر اذان دینا زیادہ مناسب ہے۔ ہاں بالکل منع بھی نہیں ہے۔ رہی جمعے کی دوسری اذان سو وہ مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دینا، منقول چلا آ رہا ہے۔

فی العالمگیریۃ:

وینبغی أن يؤذن على المأذنة أو خارج السجده ولا يؤذن في المسجد كذا في فتاویٰ قاضی خان. (جلد ۱/۵۵)

وفی الهدایۃ:

وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث. (هدایۃ ج ۱/۱۷۱)

فی رد المختار:

قوله: (و يؤذن ثانيا بين يديه) أى على سبيل السنية كما يظهر من كلامهم) (شامی جلد ۳۸/۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین عفی عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

آذان کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: کیا اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے نکلنا جائز ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد بغیر نماز پڑھے بلا عذر مسجد سے نکلنے کو علماء کرام نے مکروہ تحریمی لکھا ہے چاہے اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ البتہ چند صورتوں میں نکلنے کی اجازت ہے۔ ۱۔ آدمی کسی دوسری مسجد کا منتظم ہو جیسے امام ہو یا مؤذن ہو، ۲۔ کسی دوسری مسجد میں ہے اور نماز کا وقت داخل ہو گیا اب اپنے محلے میں جانا چاہتا ہے تو اجازت ہے البتہ اس صورت میں بھی علماء نے لکھا ہے کہ اسکا نہ جانا زیادہ افضل ہے، ۳۔ کسی دوسری مسجد میں اسکا استاد ہے جو اسے سبق پڑھاتا ہے اگر یہ نہیں جائے گا تو اسکا سبق یا سبق کا کچھ حصہ فوت ہونے کا خطرہ ہو، ۴۔ کسی حاجت کیلئے باہر جا رہا ہے اور واپس نماز کیلئے آنے کا پختہ ارادہ ہے، ۵۔ اگر ظہر یا عشاء کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تو اقامت شروع ہونے سے پہلے نکل سکتا ہے اقامت شروع ہونے کے بعد نکلنا مکروہ ہے نفل کی نیت سے اقتداء کرے اور اگر فجر، عصر یا مغرب کی نماز جماعت سے پہلے پڑھ لی تو اقامت شروع ہونے کے بعد بھی نکل

سکتا ہے کیونکہ فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مغرب میں تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں۔

قال فی شرح التنویر :

(وكره) تحريماً للنهي (خروج من لم يصل من مسجد أذن فيه) جرى على الغالب، والمراد دخول الوقت أذن فيه أولاً (اللمن ينتظم به أمر جماعة أخرى) أو كان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه، أو لاستاذة لدرسه، أو لسماع الوعظ، أو لحاجة، ومن عزمه أن يعود. نهر. (و) إلا (لمن صلى الظهر والعشاء) وحده (مرة) فلا يكره خروجه بل تركه (الاعند) الشروع في (الاقامة) لمخالفة الجماعة بلا عذر، بل يقتدى متفلاً لمامر (و) إلا (لمن صلى الفجر والعصر والمغرب مرة) فيخرج مطلقاً (وان اقيمت) لكرهية النفل بعد الأولين وفي المغرب أحد المحظورين البتراء أو مخالفة الامام بالاتمام. وفي النهر: ينبغي أن يجب خروجه، لأن كراهة مكثه بلا صلاة أشد، قلت: أفاد القهستاني أن كراهية التنفل بالثلاث تنزيهية، وفي المضمرات: لو اقتدى فيه لأساء. (الدرالمختار ج ۳ ص ۵۰۸—۵۰۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زلزلہ وغیرہ کے وقت آذان دینا!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء عظام کہ ہمارے علاقے میں دستور ہے جب کوئی زلزلہ آتا ہے تو بعض لوگ کانوں میں انگلی ٹھونس کر آذان دینا شروع کر دیتے ہیں یا جب کوئی تیز آندھی نکلتی ہے تب بھی یہی صورت اختیار کرتے ہیں۔

کیا پنج وقتہ نمازوں کے علاوہ کسی اور موقع پر بھی آذان دینا مشروع ہے؟ کیا یہ ثواب کا کام ہے یا کہ کسی اور غرض کے لئے کیا جاتا ہے؟ (مستفتی عبید)

جواب: نماز کے علاوہ بھی چند مواقع ایسے ہیں جن میں آذان دینا منقول چلا آ رہا ہے جیسے کسی غم یا مصیبت وغیرہ کے پیش ہونے کے وقت آذان دینا لشکر کے مقابلے کے وقت، یا کسی پرمرگی کا حملہ ہو جائے، یا کسی کی بد خلقی ظاہر ہو جائے (وغیرہ) تو آذان دینا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ (زلزلے وغیرہ کے وقت) آذان دینا بھی کم از کم جائز ضرور ہے۔ اس کا مقصد عموماً غم اور پریشانی وغیرہ کو دور کرنا ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمته اللہ:

قوله: (لا یسن لغيرها) ای من الصلوات والافیندب للمولود. وفي حاشیه البحر اللخیر الرملی: رأیت فی کتب الشافعیہ انه قد یسن الأذان لغير الصلوة، كما فی أذن المولود، والمهموم، والمصروع، والغضبان، ومن ساء خلقه من انسان أو بهیمة، وعند مزدحم

الجيش، وعند الحريق..... وعند تغول الغيلان..... اقول ولا بعد فيه عندنا.....

لمن ضل الطريق في أرض قفر: أي خالية من الناس وقال المنلا على في شرح المشكوة: قالوا: يسن للمهموم أن يأمر غيره أن يؤذن في أذنه فإنه يزيل الهم، كذا عن علي رضي الله عنه، ونقل الاحاديث الواردة في ذلك فراجعها (شامی ۵۰/۲)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين عفا الله عنه

فصل فی احکام المساجد وادابہ

مسجدوں کو صاف رکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ موسم بہار میں ہمارے علاقے کے اکثر مسجدوں میں پرندے گھونسے بنا لیتے ہیں۔ اس سے مسجد میں گندگی پھیلتی ہے اور نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ تو کیا مسجد کو گندگی سے بچانے کے لئے ان گھونسلوں کو ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالغفور)

جواب: مسجد اللہ کا گھر ہے اس کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اول تو پرندوں کو گھونسے بنانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ انتظامیہ یا اہل محلہ کی غفلت اور سستی سے پرندوں نے گھونسے بنا لئے اور ان کی وجہ سے مسجد میں گندگی پھیلتی ہے اور نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو گھونسلوں کو ہٹانے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ پرندوں نے بچے نہ دیئے ہوں اور اگر بچے دے دیئے تو ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ بچے بھی ضائع نہ ہوں اور مسجد بھی صاف رہے۔

وفی در المختار

ولا باس برمی عش خفاش و حمام لتنقیته: قال الشامی تحت هذا القول: (لتنقیته) جواب سوال حاصله انه صلى الله عليه وسلم قال: اقرؤ الطير على مكانتها: فإزالة العش مخالفة للأمر، فأجاب بأنه للتنقية وهي مطلوبة فالحديث مخصوص بغير المساجد- (صفحة ۲۳۷ جلد ۲)

وفی الہندیۃ

ولو كان في المسجد عش خطاف أو خفاش يقذر المسجد لا بأس برميہ بما فيه من الفراخ- (صفحة ۳۲۱ جلد ۵)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
صلاح الدين جتري

مسجد کے تنگی کی وجہ سے دوسرے محلے کے لوگوں کو اس مسجد سے منع کرنا

سوال : ہمارے محلے میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جسکے اندرونی ہال میں تین صفیں ہیں اور باہر برآمدے میں دو صفیں ہیں عام دنوں میں نمازیوں کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن رمضان المبارک میں مسجد بالکل بھر جاتی ہے خاص طور پر نماز تراویح میں اور چند لوگ دوسرے محلے کے بھی اپنی مسجد چھوڑ کر یہاں نماز تراویح پڑھنے آ جاتے ہیں جنکی وجہ سے پریشانی زیادہ ہوتی ہے اگر یہ لوگ نہ آئیں تو محلے والوں کیلئے مسجد کافی ہے اب کچھ لوگوں نے ان دوسرے محلے والوں کو اس مسجد میں آنے سے منع کر دیا کہ جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔ کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے؟ کسی کو مذکورہ وجہ کی بنا پر مسجد میں آنے سے منع کیا جاسکتا ہے؟

جواب : دوسرے لوگوں کی وجہ سے اگر اہل محلہ کیلئے مسجد میں جگہ تنگ پڑ رہی ہے تو اہل محلہ کو چاہیے کہ وہ ایسے طریقے سے ان لوگوں سے معذرت کر لیں جس سے انکی دل آزاری نہ ہو کہ جسکی وجہ سے وہ نماز ہی چھوڑ دیں۔ اور بہتر صورت یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مسجد میں توسیع کر دی جائے تاکہ نہ تو منع کرنے کی نوبت آئے اور نہ کسی کی دل آزاری ہو۔

قال فی شرح التنویر: بل و لأهل المحلة منع من ليس منهم عن الصلاة فيه. وفي الشامية: قوله: (بل و لأهل المحلة الخ...) قال في القنية: وكذا لأهل المحلة أن يمنعوا من ليس منهم عن الصلاة فيه إذا ضاق بهم المسجد. ۵ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا کیسا ہے؟

سوال : مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مسجد میں دنیاوی باتوں کی غرض سے بیٹھنا اور باتیں کرنا درست نہیں کیونکہ مساجد دنیاوی امور کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں بلکہ اللہ کی عبادت کیلئے بنائی گئی ہیں۔ البتہ اگر کوئی آدمی عبادت کی غرض سے مسجد میں داخل ہوا ہے تو اسے بھی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیے کہ دنیاوی باتوں سے بچے لیکن اگر باتیں کرنے کی نوبت آجائے تو ایسی باتوں سے اجتناب کرے جن میں منکرات (غیبت، جھوٹ، فحش باتیں وغیرہ) شامل ہو۔ اتفاق سے دنیاوی جائز باتیں ہوئیں تو اس کی گنجائش ہے۔

قال فی شرح التنویر : والكلام المباح ، وقیده فی الظہریۃ بأن یجلس لأجلہ ، لكن فی النہر الاطلاق أوجہ . وفي الشامیۃ : قوله : (بأن یجلس لأجلہ) فانه حیث لا یباح بالاتفاق لأن المسجد ما بنی لأموال الدنیا . وفي صلاة الجلالی : الكلام المباح من حدیث الدنیا یجوز فی المساجد ، وان كان الاولی أن یشغل بذكر الله تعالى ، كذا فی التمرتاشی ہندیۃ . وقال البیری مانصہ : وفي المدارك ومن الناس من یشتری لہو الحدیث . المراد بالحدیث : الحدیث المنكر لما جاء ” الحدیث فی المسجد یأكل الحسنات كَمَا تَأْكُلُ الْبَهِيمَةُ الْحَشِيشَ “ انتهى . فقد أفاد أن المنع خاص بالمنكر من القول ، أما المباح فلا ، فان فی المصطفى : الجلوس فی المسجد للحدیث مأذون شرعاً ، لأن أهل الصفة كانوا یلازمون المسجد ، وكانوا ینامون ، ویتحدثون ، ولهذا لا یحل لأحد منعه كذا فی الجامع البرہانی .

أقول : یؤخذ من هذا ان الأمر الممنوع منه اذا وجد بعد الدخول بقصد العبادة لا یتناوله . (الاطلاق أوجہ) بحث مخالف للمنقول مع ما فیہ من شدة الحرج . (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳۶)

وفي اعلاء السنن : قوله : عن أنس الخ ، وعن عبد الله الخ قال المؤلف : دلالتہما علی کراہۃ کلام الدنیا فی المسجد ظاہرۃ ، وفي ” البحر الرائق “ وصرح فی ” الظہریۃ “ بکراہۃ الحدیث أى کلام الناس فی المسجد ، لكن قیده بأن یجلس لأجلہ ، وفي ” فتح القدير “ : الكلام المباح فیہ مکروہ یأكل الحسنات . (قلت : قوله : یأكل الحسنات ، جزء من الحدیث الذی لا أصل له وسند کرہ عن قریب) وینبغی تقييده بما فی ” الظہریۃ “ أما ان جلس للعبادة ثم بعدها تکلم فلا (۲ : ۳۹) قلت : ینبغی أن یتقی منه حق الاتقاء ثم بعد ذلك ان تکلم فیہ لا بأس بہ فان فی الحذر كل الحذر منه حرج عظیم ، وما جعل الله فی الدین من حرج وفي ” نفع المفتی والسائل “ وأما حدیث : ” من تکلم فی المسجد بكلام الدنیا أحبط الله أعماله “ قال الصنحانی : انه موضوع ، وكذا ” الحدیث فی المسجد یأكل الحسنات كَمَا تَأْكُلُ الْبَهِيمَةُ الْحَشِيشَ “ قال الفیروز آبادی : لم یوجد ، كذا فی ” موضوعات الشوکانی “ (ص ۵۴) (اعلاء السنن ج ۵ ص ۱۸۶)

والله اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

مسجد کے احاطہ میں لگے ہوئے پھل دار درختوں کا حکم

سوال : اکثر مساجد کے احاطہ میں پھل دار درخت لگے ہوتے ہیں اور ان درختوں پر پھل بھی آتا ہے تو کیا نمازیوں کیلئے یا دوسرے لوگوں کیلئے ان درختوں سے پھل کھانا جائز ہے؟

جواب : مسجد کے احاطہ میں اگر درخت اسی لئے لگائے گئے ہیں کہ سب لوگ ان سے پھل کھائیں تو نمازیوں اور غیر نمازیوں سب کیلئے کھانا درست ہے اور اگر مسجد کیلئے لگائے گئے ہیں یا کچھ حال معلوم

نہیں تو ان کو فروخت کر کے رقم مسجد کے کاموں میں صرف کرنی چاہیے۔

غرس فی المسجد اشجاراً ثممران غرس للسبیل فذلک مسلم الاکل والافیاع
لمصالح المسجد الخ... (الدر المختار ج ۲ ص ۴۳۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسجد نبوی ﷺ کی موجودہ توسیع کا حکم

سوال: حدیث پاک میں جو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے ”صلاة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواہ الا المسجد الحرام“ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۵۹) کیا یہ فضیلت صرف اسی حصہ کیلئے ہوگی جو نبی ﷺ کے زمانے میں مسجد میں شامل تھا یا بعد میں جو توسیع کی گئی اسکے لیئے بھی یہ فضیلت ہوگی؟

جواب: یہ فضیلت صرف اسی حصہ کے ساتھ خاص نہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مسجد نبوی کو شامل تھا بلکہ بعد میں جو توسیع کی گئی یہ فضیلت اسکے لیئے بھی ہے۔

قال فی شرح التنویر :

فائدة لما كان الاعتبار للتسمية عندنا لم يختص ثواب الصلاة في مسجده عليه الصلوة والسلام بما كان في زمنه فليحفظ. وفي الشامية : قوله (فائدة لما كان الخ) استنبط هذه الفائدة من مسألة الاقتداء شيخ الاسلام العيني في شرح البخاري كما في أحكام الاشارة من الاشباه. وأصل ذلك قوله صلى الله عليه وسلم في الحديث الصحيح ”صلاة في مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواہ الا المسجد الحرام“ ومعلوم أنه قد زيد في المسجد النبوی، فقد زاد فيه عمر ثم عثمان ثم الوليد ثم المهدي والاشارة بهذا الى المسجد المضاف المنسوب اليه صلى الله عليه وسلم ولا شك ان جميع المسجد الموجود الان يسمى مسجده صلى الله عليه وسلم فقد اتفقت الاشارة والتسمية على شئ واحد، فلم تلغ التسمية، فتحصل المضاعفة المذكورة في الحديث فيما زيد فيه. وخصها الامام النووي بما كان في زمنه صلى الله عليه وسلم عملاً بالاشارة. واما حديث ”لو مدّ مسجدی هذا الى صنعاء كان مسجدی“ فقد اشتد ضعف طريقه، فلا يعمل به في فضائل الاعمال كما ذكره السخاوی في المقاصد الحسنه، وكان وجهه أنه جعل الاشارة لخصوص البقعة الموجودة يومئذ فلم تدخل فيها الزيادة. ولا بد في دخولها من دليل.

قلت ويؤيده ما سينتاتي في الأيمان من باب اليمين بالدخول عن البدائع :

لو قال لا ادخل هذا المسجد فزيد فيه حصّة فدخلها لم يحنث ما لم يقل مسجد بني فلان فيحنث. وكذا الدار، لانه عقد يمينه على الاضافة وذلك موجود في الزيادة. وقد يجاب بأن مانحن فيه من قبيل الثاني ويؤيده أن في بعض طرق الحديث بدون اسم الاشارة

وعلى ذكرها فهي لاتخصيص البقعة بل لدفع أن يتوهم دخول غير المسجد المدنى من
بقية المساجد التي تنسب اليه صلى الله عليه وسلم التي ذكرها اصحاب السير ،
والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبد الرحمن عفا الله عنه
الجواب صحيح
شاهد اسحاق عفا الله عنه

غیر مسلم کا مسجد میں آنا کیسا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے اندر
ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس میں ایک عالم دین کی رہائش ہے کچھ دنوں پہلے موصوف عالم بیمار ہوئے تو
ان کے ایک سکھ معالج نے آ کر ان کی تشخیص کی؟ اس پر مذکورہ عالم کو تر دد تھا کہ ایک غیر مسلم کا مسجد میں
آنا درست ہے یا نہیں؟ جبکہ مسجد کے ساتھ یا باہر کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں یہ ان کو ٹھہراتے۔ شرعاً اس کا
کیا حکم ہے کیا اس کا مسجد سے گزر کر جانا درست تھا یا نہیں؟ (مستفتی حسین)

جواب: مصالح مسجد یا دوسری اہم اور ضروری کام کی بناء پر کافر، ذمی کا مسجد میں داخل ہونے میں
کوئی حرج نہیں، مذکورہ عالم کو تر دد نہیں ہونا چاہیے۔

فی رد المحتار

ولا بأس أن يدخل الكافر وأهل الذمة المسجد الحرام وبيت المقدس وسائر المساجد
لمصالح المسجد وغيرها من المهمات او و مفهومه أن في دخوله لغیر مهمة بأساً وبه
يتجه ما هنا، فافهم. (ج ۶/ ۵۷۵)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبد الرحمن عفا الله عنه
محمد عزیز جتالی فیض آبادی
الجواب صحيح

مسجد کے مصالح میں شامل کمرے کا حکم

سوال: گاؤں دیہات میں چونکہ سردی کے موسم میں انتہائی ٹھنڈ ہوتی ہے، جس سے بچاؤ کے لیے
مسجد کے ساتھ ایک اور کمرہ بھی بعض علاقوں میں بنایا جاتا ہے، نمازی حضرات وضو کرنے کے بعد
اُس میں سلگنے والی آگ سے حرارت حاصل کرتے ہیں، اور پھر نماز کیلئے چلے جاتے ہیں۔ اُس میں اکثر و
بیشتر ہوتا یہ ہے کہ لوگ دنیاوی باتیں کرتے ہیں، بعض لوگ غیبت بھی کرتے ہیں۔ کیا ایسا کمرہ جو مسجد
کے ساتھ ملا ہوا ہو، یا الگ ہو (تاہم مقصد سردی میں آگ کی تپش سے استفادہ ہوتا ہے) اس میں
دنوی باتیں کرنا ممنوع تو نہیں ہے؟ یعنی کیا مسجد کا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ بعض لوگ سنتیں بھی وہیں پڑھنے

کا اہتمام کرتے ہیں۔

جواب : ایسے کمرے پر مسجد کا حکم لاگو نہیں ہوگا، کیونکہ اس کے بنانے کا مقصد اس میں آگ وغیرہ جلانے کے ذریعے سردی سے بچاؤ کا سامان کرنا ہوتا ہے، اور مسجد کے بنانے کا مقصد ہی کچھ اور (یعنی نمازوں کی ادائیگی) ہوتا ہے۔

لہذا مسئلہ صورت میں مذکورہ کمرہ مسجد کے مصالح میں تو ضرور شامل ہے تاہم مسجد کے احکام (جیسے آداب وغیرہ) اس پر مرتب نہیں ہونگے۔

جہاں تک غیبت اور فضول گوئی کا تعلق ہے وہ تو شریعت میں ہے ہی ناپسندیدہ۔ اور غیبت تو حرام ہے جس سے قرآن کریم نے شد و مد سے منع فرمادیا ہے۔ نیز دنیوی گفتگو سے بھی احادیث مبارکہ میں متعدد دبا رنچنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

فی تنویر الابصار: واذا جعل تحته سرداباً لمصالحه جازو لو جعل لغيرها او فوقه بيتا وجعل باب المسجد الى طرى وعزله عن ملكه لا يكون مسجداً (وله بيعه ويورث عنه)
قال الشامي تحته: قال في البحر: وحاصله ان شرط كونه مسجداً ان يكون سفله وعلوه مسجداً لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى "وان المساجد لله" بخلاف ما اذا كان السرداب والعلو موقوفاً لمصالح المسجد، فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية
شامی جلد ۴ ص ۳۵۸

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حزمین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ویران مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک ویران مسجد ہے جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے کوئی نماز نہیں پڑھتا اور اکثر حصہ منہدم ہو چکا ہے تو کیا اس کو مدرسہ بنانے کی شریعت میں گنجائش ہے یا نہیں؟ (مستفتی عزیز اللہ)

جواب : جس جگہ ایک مرتبہ مسجد بنائی گئی وہ قیامت تک مسجد ہی کے حکم میں رہے گی اس کو مسجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال کرنا ہرگز درست نہیں لہذا پرانی مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنا ناجائز ہے۔

وفی الدر المختار

ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجداً عند الامام، والثانی ابدأ الی قیام الساعة

وبہ یفتی - (صفحہ ۵۳۸ جلد ۲)

وفی البحر الرائق

حکم المسجد بعد خرابہ وقد اختلف فيه الشيخان فقال محمد اذا خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر أو اولخراب القرية أو لم يخرب لكن خربت القرية بنقل أهلها واستغنوا عنه فإنه يعود الى ملك الواقف أو ورثته وقال أبو يوسف هو مسجد أبداً الى قيام الساعة لا يعود ميراثاً ولا يجوز نقله ونقل ماله الى مسجد آخر سواء كان يصلون فيه أولا وهو الفتوى - (صفحہ ۲۵۱ جلد ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی شروط الصلوة واركانها و

واجباتها وسننها وادابها

نماز کی نیت کا صرف دل میں ہونا ہی کافی ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی مغرب کی نماز کے لئے گھر سے نکلے مسجد میں آ کر بے خیالی سے مغرب کی نیت کرنے کی بجائے عشاء کی نماز کی نیت کی یہ نیت صرف زبان سے کی دل میں تو گھر سے نکل کر صرف دل میں کھڑے ہونے تک مغرب کی نیت تھی اب اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبدالقیوم)

جواب : نماز کیلئے دل کی نیت کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی دل میں نیت کرے زبان سے نہ کرے تو نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ اگر دل میں نیت کے ساتھ زبان سے بھی نیت کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ صورت مذکورہ میں چونکہ دل میں مغرب کی نیت تھی زبان سے بے خیالی کی بناء پر عشاء کی نیت کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا نماز ہو جاتی ہے۔

فی التنبیہ و شرحہ

والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لا نية قال الشامي تحت هذه المسئلة: فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاء كما في الراهدي. (صفحہ ۹۱ جلد ۲)

وفی الہندیۃ

النية ارادة الدخول فی الصلاة والشرط ان يعلم بقلبه أى صلاة یصلی وأدناها لو سنل لامکنه أن یجیب علی البدیہۃ وان لم یقدر علی أن یجیب الا بتأمل لم تجز صلاته ولا

عبرة للذكر باللسان فان فعله لتجتمع عزيمة

قلبه فهو حسن كذا في الكافي. (صفحة ۶۵ جلد ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين چترالی

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

نماز میں خشوع کی غرض سے آنکھیں بند کرنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے سے متعلق کہ نمازی کے آس پاس ایسی کوئی چیز ہو کہ آنکھ بند کئے بغیر نماز میں خلل آ رہا ہو تو کیا ایسی صورت میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالرحمن)

جواب: عام حالات میں آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن کسی چیز کی وجہ سے نماز میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو آنکھیں بند کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وفي الدر المختار

(وتغميض عينيه) للنهي الالكمال الخشوع قال الشامي تحت هذه المسئلة أى فى حديث ((اذا قام أحدكم فى الصلاة فلا يغمض عينيه)) رواه ابن عدى الا أن فى سنده من ضعف، وعلل فى البدائع بان السنة أن يرمى ببصره الى موضع سجوده وفى التغميض تركها ثم الظاهر أن الكراهة تنزيهية كذا فى الحلية والبحر وكأنه لأن علة النهى مامر عن البدائع وهى الصارف له عن التحريم قوله: الالكمال الخشوع بأن فات فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء: انه الاولى وليس ببعيد، حلية وبحر (۲/۴۱۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين چترالی

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اکثر لوگوں کو دعائے قنوت یاد نہیں ہوتی اب وتر کی نماز میں وہ کیا پڑھیں؟ (مستفتی جمیل الرحمن)

جواب: جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ اس کی جگہ جو بھی دعا پڑھے تو اس سے نماز ہو جائے گی البتہ بہتر یہ ہے کہ (ربنا اتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة. حسنة وقنا عذاب النار) پڑھے اور ساتھ ساتھ دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ جب تک دعائے قنوت یاد نہ ہو

اس پر اکتفا کرے اور جس کو (ربنا اتنا) بھی یاد نہ ہو تو اللہم اغفر لی تین مرتبہ یا تین مرتبہ (یارب) کہنے سے نماز ہو جائے گی۔

وفی الشامی

ومن لایحسن القنوت یقول (ربنا اتنا) الآية وقال ابو الیث یقول: اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا: وقیل یقول: یارب ثلاثا ذکرہ فی الذخیرۃ - (صفحہ ۴۴۳ جلد ۲)

وفی الہندیۃ

ولیس فی القنوت دعاء مؤقت کذا فی التبیین والاولیٰ ان یقرأ اللہم انا نستعینک ویقرأ بعدہ اللہم اھدنا فیمن ھدیت ومن لم یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کذا فی المحيط أو یقول اللہم اغفر لنا ویکرر ذالک ثلاثا وهو اختیار ابی الیث کذا فی السراجیۃ - (صفحہ ۱۱۱ جلد ۱)

وفی حلبی کبیر

ومن لایحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار وقال ابو الیث یقول: اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا وقیل یقول: یارب ویکررها ثلاثا - (صفحہ ۴۱۸ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دوران نماز دونوں پاؤں کے درمیان فاصلے کی مقدار

سوال: دوران نماز قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے بعض لوگ دونوں قدموں کو بہت کھول کر رکھتے ہیں اور بعض لوگ بالکل ملا کر رکھتے ہیں برائے مہربانی صحیح طریقہ بیان فرمائیں؟

جواب: دونوں قدموں کے درمیان فاصلہ ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار ہونا چاہیے (ہر آدمی کے اپنے ہاتھ کا اعتبار ہوگا) کیونکہ اس سے خشوع میں اضافہ ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: ویکرہ القيام علی أحد القدمین فی الصلاة بلا عذر، وینبغی أن یکون بینہما مقدار أربع أصابع الید لأنه أقرب الی الخشوع، ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی أنه کان یفعلہ، کذا فی الکبری، وما روی أنهم ألصقوا الکعب بالکعب أرید بہ الجماعة: أي قام کل واحد بجانب الآخر، کذا فی فتاوی سمرقند الخ .. (رد المحتار ج ۲ ص ۱۳۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دُعائے قنوت بغیر رفع الیدین کا حکم

سوال: کیا وتر کی تیسری رکعت میں ہاتھ اٹھائے بغیر دعائے قنوت پڑھ لی تو کیا وتر ادا ہو جائے گا؟

(مستفتی: جناب شاہد صاحب)

جواب: اگر کوئی شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کیلئے ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیر کہدے اور پھر وتر مکمل کر لے تو اس کا وتر ادا ہو جائے گا، تاہم ایسے شخص کی نماز ترک سنت (یعنی ہاتھ نہ اٹھانے) کی وجہ سے مکروہ ہو جائے گی۔

فی الشامیہ:

قبل رکوع ثالثہ رافعا یدیه (رافعا یدیه) ای سنۃ الیٰ حذاء اذنیہ

کتکبیرۃ الاحرام..... ولا یسن رفع الیدین الا فی سبع (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴۲) اذنیہ: و یعرف ایضا بلا دلیل خاص، بان تضمن ترک واجب او ترک سنۃ فالاول مکروہ تحریمہ والثانی تنزیہا، ولكن تتفاوت التنزیہیۃ فی الشدۃ والقرب من التحریمۃ بحسب تاکد السنۃ وفیہ: الحاصل ان السنۃ ان كانت موکدة قویۃ لا یبعد کون ترکها مکروہا تحریمہ، وان كانت غیر موکدة فترکها مکروہ تنزیہا (جلد ۲ صفحہ ۴۰۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سورہ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ کا حکم

سوال: کیا نماز میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: اگر سورۃ فاتحہ کے بعد قرأت سورت کی ابتداء سے شروع کریں تو سورۃ فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا اولیٰ ہے، اور اگر سورۃ فاتحہ کے بعد قرأت سورت کے درمیان سے شروع کی تو بسم اللہ نہ پڑھیں۔

قال فی شرح التنویر: لاتسن بین الفاتحة والسورة مطلقا ولو سرية ولا تکره اتفاقا. وفي الشامیة: (قوله لاتسن) مقتضى كلام المتن أن يقال: لا یسمى، لكنه عدل عنه لا بهامه الکراهة، بخلاف نفی السنية. ثم ان هذا قولهما وصححه فی البدائع. وقال محمد: تسن ان خافت لان جهر بحر. ونسب ابن الضیاء فی شرح الغزنویۃ الاول الی ابی یوسف فقط فقال:

وهذا قول ابی یوسف. وذكر فی المصنفی أن الفتوى علی قول ابی یوسف أنه یسمى فی اول كل ركعة ویخفیها. وذكر فی المحيط: المختار قول محمد. وهو أن یسمى قبل

الفاتحة وقبل كل سورة في كل ركعة. وفي رواية الحسن بن زياد انه يسمى في الركعة الاولى لا غير ، وانما اختير قول أبي يوسف لأن لفظة الفتوى أكد وابلغ من لفظة المختار ، ولأن قول أبي يوسف وسط وخير الامور اوسطها، كذا في شرح عمدة المصلي ۱۷ صافي شرح الغزنوية، ووقع في النهر هنا خطأ وخلل في النقل ايضا عن شرح الغزنوية فاجتنبه فافهم، قوله (ولا تكره اتفاقاً) ولهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه ان سمي بين الفاتحة والسورة المقرؤة سراً او جهراً كان حسناً عند أبي حنيفة و (رجحه) المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبي لشبهة الاختلاف في كونهاية من كل سورة . بحر. (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۹۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قرات سریہ میں سر کے مقدار کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ قرأت سریہ میں سر کی مقدار کیا ہے؟ ایک آدمی دل دل میں قرأت کر رہا ہے زبان سے قرأت نہیں کرتا تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ (مستفتی محمد عظیم خان)

جواب : قرأت سریہ میں سر کی مقدار یہ ہے کہ حروف کی ادائیگی کے ساتھ اتنی مقدار آواز سے قرأت کرنا جو شور و غل کی رکاوٹ کے بغیر خود سنی جاسکتی ہو۔ صرف دل دل میں زبان اور ہونٹوں کو حرکت دیئے بغیر پڑھنے کو قرأت نہیں کہا جاسکتا لہذا صرف دل میں پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔

وفی حلبي كبير

القرأة وهو تصحيح الحروف بلسانه بحيث يسمع نفسه - (صفحة ۲۷۵)

وفی رد المختار

(المخافتة اسماع نفسه) فشرط الهندواني و الفضلي لوجودها خروج صوت يصل الى اذنه - (صفحة ۲۵۲ جلد ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدين چترالى

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فرض نماز میں تلاوت کا حکم

سوال : بندہ نے عشاء کی نماز اداء کرتے ہوئے چوتھی رکعت میں بھول کر سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ بھی ملا دی۔ کیا مذکورہ صورت میرے ذمے سجدہ سہولازم ہے کہ نہیں؟ (مستفتی عبدالواحد کورنگی)

جواب : مذکورہ صورت میں آپ پر کوئی سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

فی الشامی :

قوله (وهل يكره) اى ضم السورة قوله (المختار لا) اى لا يكره تحريماً بل تنزيهاً ، لانه خلاف السنة ، قال فى المنية وشرحها : فان ضم السورة الى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدة السهو فى قول ابى يوسف لتأخير الركوع عن محله ، وفى اظهر الروايات لا يجب لان القراءة فيهما مشروعة بتقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفى البحر : عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة فى الآخرين نقلاً . وفى الذخيرة انه المختار وفى المحيط وهو الاصح (جلد ۲ ص ۱۵۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رکوع قومہ وغیرہ میں دوسرے اذکار کا حکم

سوال : کیا نمازی کو قومہ میں ”ربنا لک الحمد“ کے بعد ”حمداً كثيراً طیباً مبارکاً“
فیہ“ اور جلسہ میں ”اللهم اغفر لی ، ورحمنی ، واهدنی ، وعافنی ، وارزقنی“ کے الفاظ بھی
پڑھنے چاہیے یا نہیں؟

جواب : اگر آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے لیے ان کلمات کا پڑھنا مستحب ہے اور اگر امام کے
پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اور اسے اتنا وقت مل جائے کہ ان کلمات کے پڑھنے سے امام سے پیچھے رہنا
لازم نہیں آتا تو پڑھ لینا چاہیے اور اگر امام ہے تو اسے مقتدیوں کی رعایت کرنی چاہیے کہ ان کیلئے
زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاک ارشاد ہے

”من ام قوما فليخفف فان فيهم المريض والكبير و ذا الحاجة“۔

قال فى شرح التنوير : (وليس بينهما ذكر مسنون ، وكذا) ليس (بعد رفعه من الركوع
(دعاء، وكذا لا يأتى فى ركوعه وسجوده بغير التسبيح (على المذهب)، وما ورد
محمول على النفل. وفى الشامية : قوله (ليس بينهما ذكر مسنون) قال أبى يوسف :

سألت الامام : أيقول الرجل اذا رفع رأسه من الركوع والسجود اللهم اغفرلى؟ قال :
يقول ربنا لک الحمد ، وسکت ، ولقد أحسن فى الجواب اذا لم ينه عن الاستغفار .
نهر وغیره أقول : بل فيه اشارة الى أنه غير مكروه ، اذ لو كان مكروهاً لنهى عنه كما
ينهى عن القراءة فى الركوع والسجود وعدم كونه مسنوناً لا ينافى الجواز كالتسمية
بين الفاتحة والسورة ، بل ينبغى أن يندب الدعاء بالمغفرة بين السجدة تين خروجاً من
خلاف الامام أحمد لا بطلان الصلوة بتركه عامداً ولم أر من صرح بذلك عندنا ، لكن
صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف الخ قوله : (محمول على النفل)

ای تہجداً او غیرہ خزائن، و کتب فی ہامشہ فیہ رد علی الزیلعی حیث خصہ بالتہجد
ثم الحمل المذكور صرح به المشايخ في الوارد في الركوع والسجود، وصرح به
في الحلية في الوارد في القومة والجلسة وقال: على أنه ان ثبت في المكتوبة فليكن
حالة انفراد، او الجماعة والمأمومون محصورون لا يتثقلون بذلك كما نص عليه
الشافعية، ولا ضرر في التزامه وان لم يصرح به مشايخنا، فان القواعد الشرعية لا تنبو
عنه، كيف والصلاة والتسبيح والتكبير والقرأة كما ثبت في السنة ۱ھ (در المحتار
ج ۲ ص ۲۱۲-۲۱۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سجدہ میں تسبیح کی مقدار اور متابعت امام کا حکم

سوال: سجدے میں تسبیح کی واجب مقدار کیا ہے؟ اگر مقتدی کی تین تسبیح پوری ہونے سے پہلے امام صاحب کھڑا ہو جائے تو مقتدی اپنی تین تسبیح مکمل کرے یا امام کی متابعت کرتے ہوئے کھڑے ہو جائے؟ (مستفتی: اشفاق احمد)

جواب: رکوع وسجود میں تسبیح پڑھنا سنت ہے۔ نیز تین تسبیح کی مقدار میں پڑھنا بھی سنت ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا (مثلاً سات یا پانچ یا نو دفعہ) مستحب ہے۔ یاد رہے کہ رکوع وسجود میں ایک تسبیح کی بقدر کھڑا واجب ہے۔

اگر مقتدی کے تین بار تسبیح پوری ہونے سے پہلے امام رکوع یا سجدے سے اٹھ جائے تو مقتدی کو امام کی متابعت کرتے ہوئے کھڑے ہو جانا چاہیے کیونکہ امام کی متابعت مقتدی پر واجب ہے، جبکہ تسبیح سنت ہے، اور جہاں بھی سنت کی وجہ سے واجب میں تاخیر ہو جانے یا اس کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو وہاں واجب کو لیا جاتا ہے۔

فی الدر:

لورفع الامام راسه من الركوع او السجود قبل ان يتم التسبيحات الثلاثة وجب
متابعته قال العلامة الشامي: ويسبح فيه ثلاثا فانه سنة على المعتمد المشهور في
المذهب لا فرض ولا واجب كما مر فلا يترك المتابعة الواجبة لاجلها وفيه:
وبخلاف ما اذا عرضته سنة لان ترك السنة اولي من تاخير الواجب الخ
(شامي جلد ۲ ص ۲۰۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ تراویح کی چار رکعتیں قعدہ اولیٰ کے بغیر پڑھی گئیں کیا یہ چار رکعتیں شمار ہونگی یا دو؟ (مستفتی شیرعلیم)

جواب : صورت مذکورہ میں چار رکعتیں دو رکعتوں کے قائم مقام ہو گئیں اس شفع کو مکمل کرنے کے لئے دو رکعتیں اور پڑھنی ہونگی۔

فی الہندیۃ

وعن أبی بکر الاسکاف أنه سئل عن رجل قامه الى الثالثة في التراویح ولم يقعد في الثانية قال ان تذكر في القيام ينبغي ان يعود و يقعد ويسلم وان تذكر بعد ما سجد للثالثة فأن اضاف اليها ركعة اخرى كانت هذا الاربع عن تسليمة واحدة. (ج ۱۱۸/۱)

قال الشيخ ابراهيم الجلی : (وان صلى اربع ركعات بتسليمية واحدة و) الحال (انه لم يقعد على الركعتين) منها قدر التشهد (تجزی) الاربع (عن تسليمة واحدة) ای عن ركعتين عند ابی حنیفة و ابی یوسف (وهو المختار) اختاره الفقيه ابو جعفر و ابو بکر محمد بن الفضل قاضی خان هو الصحيح لان القعدة على رأس الثانية. فرض في التطوع فاذا تركها كان ينبغي ان تفسد صلوته اصلاً كما هو قول محمد و زفر وهو القياس وانما جاز على قول ابی خلیفة و ابی یوسف استحساناً. (ص ۴۰۸) حلبی کبیر

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد عزیز فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تفصیل تکبیر اولیٰ

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ تکبیر اولیٰ کس وقت تک معتبر ہے؟ اگر کوئی شخص دوران سورہ فاتحہ شامل ہو جائے تو کیا اس کو تکبیر اولیٰ پانے والا کہا جائے گا؟ (مستفتی امتیاز عالم)

جواب : تکبیر اولیٰ کے متعلق فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پانے والا وہ شخص کہلائے گا جو امام کے تکبیر کی متصل تکبیر کہے۔ صاحبین کے نزدیک اگر ثناء کے وقت تکبیر کہے تو فضیلت حاصل ہوگی بعض کے نزدیک تین آیات پڑھنے سے پہلے اگر شامل ہو تو فضیلت پالے گا۔ بعض کے نزدیک سات آیات سے قبل یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ بعض فقہاء کے نزدیک پہلی رکعت پانے والا تکبیر اولیٰ کی فضیلت کو پانے والا شمار کیا جائے گا یہی قول

صحیح ہے اور زیادہ وسعت والا ہے۔

وفی الشامیة:

وتظهر فائدة الخلاف في وقت ادراك فضيلة تكبيرة الافتتاح، فعنده بالمقارنة،
وعندهما اذا كبر في وقت الشاء، وقيل بالشروع قبل قراءة ثلاث آيات لو كان المقتدى
حاضراً وقبل سبع لو غائباً، وقيل بادراك الركعة الاولى وهذا أوسع وهو الصحيح اه
وقيل، بأدراك الفاتحة وهو المختار. خلاصة رد المختار (ج ۲/ ۲۴۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے یا واجب الاعادہ ہے کیونکہ بعض علماء کے متعلق سنا ہے کہ وہ عدم جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں؟ (مستفتی حاجی محمد دین ابوبکر مسجد)

جواب: زمین کی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے اس لئے غالباً شریعت نے نہ صرف خانہ کعبہ بلکہ اس کے مقابل آنے والی پوری ضا کو قبلہ کا درجہ دیا ہے تاکہ اونچی سے اونچی اور بلند سے بلند جگہ سے نماز ادا کی جاسکے۔ شروع میں بعض علماء نے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا۔

چونکہ ان بعض علماء کی نظر میں فقہا کرام کی تعریف کے مطابق سجدے کا تحقق نہیں ہوتا فقہاء نے سجدے کی تعریف ”وضع الجبهة على الارض أو على ما يستقر عليها“ سے کی ہے یعنی زمین یا زمین پر ٹکی ہوئی چیز پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ ہوائی جہاز نہ زمین ہے اور نہ اڑتے وقت زمین پر ٹکا ہوا ہوتا ہے لہذا اس تعریف کی رو سے جہاز میں سجدے کا تحقق ممکن نہیں لیکن دیگر عام علماء کی تحقیق کے مطابق فقہاء نے ”ارض“ بول کر ایسی جگہ مراد لی ہے (اپنے زمانے کے اعتبار سے) جس میں با آسانی چلا پھرا جاسکے اور ہوائی جہاز کی مثال سامنے نہ تھی۔ لہذا جمہور علماء کے نزدیک جہاز میں نماز پڑھنا درست ہے اور واجب الاعادہ نہیں ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سورت فاتحہ سے پہلے تعوذ و تسمیہ کا حکم

سوال : کیا فرماتے مفتیان کرام ہیں اس مسئلے کے متعلق کہ نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ اور تسمیہ پڑھنا ضروری ہے؟ اسکی کیا حیثیت ہے اور کیا یہ فرض نماز سے متعلق ہے یا سنت اور نفل کا بھی یہی حکم ہے؟

جواب : منفرد اور امام کیلئے ہر نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھنا سنت ہے۔

قال العلامة الكاساني: فالتعوذ سنة عند عامة العلماء (بدائع الصنائع)

(جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

وفی الهندیة۔ التعوذ عند افتتاح الصلوة لا غیر فلو افتتح الصلوة ونسی التعوذ حتی قرأ

الفاتحة لا يتعوذ بعد ذلك كذا فی الخلاصة ہندیة..... جلد ۱ صفحہ ۷۴

جبکہ تسمیہ ہر رکعت میں فاتحہ سے پہلے پڑھنا سنت ہے بعض حضرات نے وجوب کا قول کیا

ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ سنت ہے۔

وفی حاشیة الطحطاوی۔ ویسن التعوذ للقراءة وتسب التسمیة اول کل رکعة قبل الفاتحة

لانه صلی اللہ علیہ وسلم کان یفتح صلواتہ ببسم اللہ الرحمن الرحیم. صفحہ ۱۴۱

قال الشیخ ابراہیم الحلبي: وذكر الزیلعی فی شرح الكنز أن الاصح انها واجبة لان

اکثر العلماء قالوا بوجوبها وهذا هو الاحوط فان الاحادیث الصحيحة تدل علی مواظبة

علیه الصلوة والسلام علیہا. حلبي كبير كبير صفحہ ۳۰۶

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوئی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رکوع فوت ہونے کے وقت مقتدی کے لئے دعائے قنوت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے وتر کی نماز میں امام دعائے قنوت پوری کرنے کے بعد رکوع میں چلے گئے جبکہ مقتدی نے ابھی تک دعائے قنوت پوری نہیں کی اب مقتدی کیا کرے امام کے ساتھ رکوع میں چلا جائے یا دعائے قنوت پوری کر کے رکوع میں جائے؟ (مستفتی جلال الدین)

جواب : اگر رکوع فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو دعائے قنوت پوری پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے اور اگر رکوع فوت ہونے کا خطرہ ہو تو دعائے قنوت پوری کئے بغیر امام کے ساتھ رکوع کرے چونکہ دعائے قنوت پڑھنے کی صورت میں رکوع فوت ہونے کا خطرہ قوی ہے اس لئے بہتر یہ

ہے کہ قنوت پوری کئے بغیر امام کے ساتھ رکوع کرے۔

فی الہندیۃ

المقتدی یتابع الامام فی القنوت فی الوتر فلو رکع الامام فی الوتر قبل أن یفرغ.....

المقتدی من القنوت فانہ یتابع الامام (جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

وفی التنویر و شرحہ

رکع الامام قبل فراغ المقتدی..... من القنوت قطعہ و تابعہ ولو لم یقرأ منہ شیئاً ترکہ ان خاف

فوت الركوع معه. قال العلامة الشامي تحت هذا القول: لو رکع الامام ولم یقرأ المقتدی

شیئاً من القنوت ان خاف فوت الركوع یرکع والا یقنت ثم یرکع۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۴۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دوران نماز جمائی روکنے کا حکم اور طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران نماز اگر جمائی آجائے تو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ (مستفتی فضل الدین)

جواب: دوران نماز جمائی آنے کی صورت میں اول تو کسی طریقے سے روک لیا جائے لیکن اگر روکنا مشکل ہو جائے تو قیام کی حالت میں دائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھنا چاہیے۔ باقی حالت میں بائیں ہاتھ کی پشت سے جمائی کو روکنا چاہیے۔

فی التنویر و شرحہ

وامساک فمہ عند التاؤب فائدة لدفع التاؤب مجربة: ولو بأخذ شفٹیہ بسنہ فان لم

بقدر، غطاء بظہریدہ۔ اليسرى وقيل باليمنی لو قائماً والافيسراه قال العلامة الشامي

تحت هذه المسئلة لأن التعطية ينبغي أن تكون باليسرى كا الامتخاط فان كان قاعداً

يسهل ذالك عليه ولم يلزم منه حركة اليدين بخلاف اذا كان قائماً فانه يلزم من

التعطية باليسرى حركة اليمين ايضاً لانها تحتها۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

ذصلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی الامامة والجماعة وتسوية الصفوف

مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار

متولی کو ہے یا اہل محلہ کو؟ (مستفتی عبد الباسط)

جواب : مسجد کے لئے امام رکھنے کا اختیار متولی (مسجد کی کمیٹی) کو حاصل ہے۔ اگر اہل محلہ کے تجویز کردہ امام متولی کے تجویز کردہ امام سے نیکی اور تقویٰ میں زیادہ ہو تو متولی مسجد کو چاہیے کہ اس کو امام رکھ لے البتہ بہتر یہ ہے کہ متولی اہل محلہ کی رائے کی رعایت رکھتے ہوئے امام منتخب کرے۔

فی حلہ کبیر

وان تنازع البانی فی نصب الامام والمؤذن مع اهل المحلة فان كان من اختاره اهل المحلة اولیٰ من الذى اختاره البانی فاختر اهل المحلة اولیٰ لان ضرره و نفعه عائد اليهم وان كانا سواء فاختر البانی اولیٰ - (ص ۲۱۵)

وفی البحر

تنازع اهل المحلة والبانی فی عمارته او نصب المؤذن أو الامام فالأصح أن البانی اولیٰ به الا أن يريد القوم ما هو أصلح منه - (ص ۲۴۹ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفی اللہ

امامت کا حق دار کون ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم نے سنا ہے کہ امامت کا حقدار سب سے پہلے اعلم پھر اقراء وغیرہ پاس لیکن مساجد میں عام طور پر اس ترتیب کی رعایت نہیں رکھی جاتی اس کی کیا وجہ ہے؟ (المفتی عطاء الحسن)

جواب : مساجد میں عام طور پر امام مقرر ہوتا ہے تو امامت کے لئے بھی وہی امام اولیٰ ہے جو مقرر ہو اگرچہ حاضرین میں سے اس مقرر امام کے علاوہ کوئی اور اعلم یا اقراء موجود ہو۔ البتہ تقرری کے وقت انتظامیہ کو چاہئے کہ امامت کی خدمات کو قبول کرنے والوں میں سے اعلم و اقراء کو ترجیح دیں۔

فی الہدایۃ

(و) اعلم ان (صاحب البيت) ومثله امام المسجد الراتب (اولیٰ بالامامة من غیره مطلقا وفي رد المحتار (مطلقا) ای وان كان غیره من الحاضرين من هو اعلم واقراء منه. شامی ج ۲ ص ۲۹۷

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ محمد قذافی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

داڑھی مونڈنے والے حافظ کی امامت کا حکم

سوال: بعض حفاظ کرام سال بھر داڑھی منڈاتے ہیں، صرف رمضان المبارک کے لیے داڑھی رکھ لیتے ہیں۔ اسکے باوجود کہ انکی داڑھی ایک مشن سے کم ہوتی ہے تراویح بھی پڑھاتے ہیں اور بعض فرض نماز بھی پڑھاتے ہیں، کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: مسئلہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف (حافظ) فاسق و فاجر ہے، اور فقہاء کرام نے صاف طور پر ارشاد فرمادیا ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا مذکورہ حافظ کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ تراویح میں ہو یا کسی اور نماز میں۔ ہاں اس نے اگر صحیح توبہ کر لی اور اسکے اثار بھی ظاہر ہوں تو کراہت نہ ہوگی۔

فی التنبیہ

وشرحہ: او تطویل اللحية اذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة قال الشامي تحته: اما
الاخذ منها وهو دون ذلك..... فلم يبحه احد (جلد ۲ صفحہ ۸۱۸)
وفيه: والسنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فما زاد منها على قبضة قطعه كذا
ذكره محمد في كتاب الآثار عن الا امام قال وبه اخذ محيط اه في شرح المنية: وفيه
اشارة الى انهم لو قدموا فاسقا ياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم، لعدم
اعتناءه بامور دينه وتساهله في الاتيان بلوازمه. (صفحہ ۵۱۳)
وفى الشامى: واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامر دينه، وبان فى
تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانتة شرعا..... ولذا لم تجز
الصلاة خلفه عند مالك

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین جتہ الی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

داڑھی منڈوانے والے کی امامت!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟
کہ داڑھی کٹانے یا منڈوانے والے کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ضرورت کے وقت
ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (المستفتی محمد اقبال خان کراچی)

جواب: داڑھی کٹانے یا منڈوانے والا فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لہذا
ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے تاہم اگر مسجد کی منتظمہ نے ایسے شخص کو امام بنایا ہے اور قریب میں کوئی
نیک، صالح، امام ملنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں ایسے شخص کی افتدائیر نہ پڑھنا جائز ہے اور افراد

ی نماز پڑھنے سے افضل ہے لیکن مسجد کی منتظمہ پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو منصب امامت سے ہٹا کر کسی نیک اور باشرع امام کو مقرر کریں ورنہ ذمہ داران مسجد گنہگار ہوں گے۔ اسی طرح اگر سب داڑھی منڈے یا کٹانے والے جمع ہوں تو کسی ایک کو امام بنا کر نماز پڑھنی چاہئے انفرادی نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

فی الشامیہ

”واما الفاسق فقد عللوا کراہۃ تقدیمہ بانہ لا یہتم لامر دینہ وبأن فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً ولا یخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانہ لا یومن ان یصلی بہم بغير طہارۃ فهو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحريم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلاً عند مالک وروایۃ عن احمد“ (ص/۲۹۹ ج/۲)

وفی الرد المختار: ”صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة“ وفی الشامیۃ تحثہ افاد ان الصلوۃ خلفہما اولیٰ من الانفراد لکن لا ینال کما ینال خلف تقی ورع“ (ص/۳۰۱ ج/۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسافر امام کی امامت کا مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین ان دو مسئلوں کے بارے میں کہ (۱) اگر مسافر امام ظہر کی نماز کو قصر کے بجائے پوری چار رکعت پڑھائے، تو مقیم مقتدیوں کی نماز درست ہے یا مقتدی نماز کو دوبارہ لوٹائیں؟

(۲) مقیم مقتدی اگر مسافر امام کی اقتداء کرے تو امام کی فراغت کے بعد مقتدی باقی رکعات میں قرأت کرے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی زین الدین)

جواب : (۱) مسافر کے لئے دو رکعتیں ایسی ہیں جیسے فجر کی دو رکعتیں، جس طرح فجر کی دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں، اسی طرح مسافر کا ظہر، عصر اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز نہیں، جو مقیم ایسے امام کی اقتداء کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی کیونکہ وہ دو رکعتوں میں نفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کر رہے ہیں۔

اور خود امام اور اس کے مقتدی مسافروں کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے بھول کر چار رکعتیں پڑھی تھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا اور آخر میں سجدہ سہو بھی کر لیا تو ان کی نماز ہوگئی۔

اور اگر مسافر امام نے قصداً چار رکعتیں پڑھائیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا تو فرض تو ادا ہو گیا۔ لیکن یہ شخص گناہگار ہوا۔ اس پر توبہ لازم ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب ہے۔

فی البحر الرائق:

مسافر أم قوما مقيمين فلما صلى ركعتين نوى الإقامة لتحقيق الإقامة بل ليتم صلاة المقيمين لا يصير مقيما ولا ينقلب فرضه اربعاه وفي منحة الخالق على البحر الرائق (قوله لا يصير مقيما ولا ينقلب فرضه اربعاه) قال في الظهيرية تلوه حتى لو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت صلاتهم لان هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح اهـ.
قال الرملى يجب تقييده بما اذا لم ينو ومفارقته أما اذا نوا مفارقته لا تفسد صلاتهم وان وافقوه في الاتمام صورة اذ لا مانع من صحة مفارقته بعد اتمام فرضه واتصال النقل منه بصلاته لا يمنعها بلا شبهة. (منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۵)
وقال العلامة ابن نجيم: وأما الثالث أعني حكم السفر فهو تغيير بعض الاحكام فذكر المصنف منها قصر الصلاة والمراد وجوب قصرها حتى لو أتم فانه آثم عاص لان الفرض عندنا من ذوات الاربع ركعتان في حقه لا غير ومن مشايخنا من لقب المسئلة بان القصر عند عزيمة والا كمال رخصة قال في البدائع وهذا التلقيب على أصلنا خطأ لان الركعتين في حقه ليستا قصرًا حقيقة عندنا بل هما تمام فرض المسافر والا كمال ليس رخصة في حقه بل اسائة ومخالفة للسنة.
ثم قال بعد اسطر (قوله فلو أتم وقعد في الثانية صح والا لا) أي وان لم يقعد على رأس الركعتين لم يصح فرضه لانه اذا قعد فقد تم فرضه وصارت الاخرى له نفلا كالفجر وصار آثما لثاخير السلام
(وكذا في رد المحتار على الدر المختار ج ۲ ص ۶۱۲ مطبوعه امداديه ملتان)
(وكذا في خلاصة الفتاوى ج ۱ ص ۲۰۲)

(۲) امام کی فراغت کے بعد مقيم مقتدی کے لئے اپنی بقیہ نماز کا پڑھنا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ امام کے پیچھے شمار ہوتا ہے اس لئے مقتدی کے ذمے آخری رکعات میں قرأت ضروری نہیں ہے، بلکہ فاتحہ کی مقدار خاموش کھڑے ہو کر رکوع کرے گا۔

فی العلانية:

(وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت وبعده فاذا قام) المقيم (الى الاتمام لا يقرأ) ولا يسجد للسهو (في الاصح) (تنوير الابصار على صدر در مختار ج ۲ ص ۶۱۰)
فی البحر الرائق:

وفي الهداية واذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم لان المقتدى التزم الموافقة في الركعتين فينفرد في الباقي كالمسبوق الا انه لا يقرأ في الاصح لانه مقتد تحريمه لافعلوا والفرض صار مؤدى فيتركها احتياطاً بخلاف المسبوق لانه أدرك قراءة نافلة فلم يتأدى الفرض فكان الاتيان أولى اه وفي الخانية لا قراءة عليهم فيما يقضون ولا سهو عليهم اذا سهوا ولا يقتدى احدهم بالآخر اه
البحر الرائق ج ۲ ص ۱۳۵

(وكذا في غنية المستملی ص ۵۳۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صرح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

”امام کا محراب کے اندر کھڑے ہونے کا حکم“

سوال: امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ نیز بعض قدم کا اعتبار ہوگا یا پورے قدم کا

الجواب: امام کا محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ اس کے قدم بھی محراب کے اندر ہوں مکروہ ہے اگر قدم کا کوئی حصہ محراب سے باہر ہو تو کراہت ختم ہو جائیگی، اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ اعتبار بعض قدم کا ہے نہ کہ پورے قدم کا۔

فی الدر المختار ”وقیام الامام فی المحراب لا سجوده فیہ وقدماء خارجہ لان العبرة للقدم“، ص ۴۴ ج ۲

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

امام مسجد کی بیماری کے دنوں کی تنخواہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام مسجد بیماری کے دنوں کی تنخواہ لے سکتا ہے؟ اور ناغہ کرنے پر کمیٹی والے امام کی تنخواہ کاٹنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ (المستفتی محمد جمیل)

جواب: تنخواہ دار شخص کی چھٹیوں کا دار و مدار عرف پر مبنی ہے اور عام مساجد کا عرف یہ ہے کہ امام کو بیماری کے دنوں کی تنخواہ دیتے ہیں لہذا امام مسجد کے لئے بیماری کے دنوں کی تنخواہ لینا بالکل جائز ہے اور کمیٹی والے مسجد کے فنڈ میں سے امام کو تنخواہ دے سکتے ہیں۔ البتہ امام کے تقرر کے وقت یا عرف عام میں یہ بات طے ہو جائے کہ امام کو بیماری کے دنوں کی تنخواہ یا ناغہ کرنے پر تنخواہ نہیں دی جائے گی تو ایسی صورت میں امام مسجد بیماری کے دنوں کی تنخواہ یا ناغہ کرنے والے دن کی تنخواہ کا حق نہیں رکھتا۔

فی رد المحتار:

”مطلب فی استحقاق القاضی والمدرس الوظيفة فی يوم البطالة“

(قوله وينبغي الحاقه ببطالة القاضی الخ) قال فی الاشباه وقد اختلفوا فی أخذ القاضی مارتب له فی بیت المال فی يوم بطالته، فقال فی المحيط : انه يأخذ لانه یستريح لليوم الثانی وقيل لا اه.

وفی المنية القاضی يستحق الكفاية من بیت المال فی يوم البطالة فی الأصح، وفی الوهبانية أنه اظهر فينبغي أن يكون كذلك فی المدرس، لان يوم البطالة للاستراحة، وفی الحقيقة تكون للمطالعة والتحرير عند ذوی الهمة، ولكن تعارف الفقهاء فی زماننا بطالة طويلة أدت الى أن صار الغالب البطالة و أيام التدريس قليلة اه.

ورده البیری بما فی القنیة ان كان الواقف قدر للدرس لكل يوم مبلغا فلم يدرس يوم الجمعة أو الثلاثاء لایحل له أن یأخذ ویصرف اجر هذین الیومین الی مصارف المدرسة من المرممة و غیرها بخلاف ما اذا لم یقدر لكل يوم مبلغا، فانه یحل له الاخذ وان لم یدرس فیهما للعرف، بخلاف غیرهما من أيام الاسبوع حیث لایحل له أخذ الاجر عن يوم لم یدرس فیہ مطلقا سواء قدر له، اجر کل يوم أو لا ط.

قلت: هذا ظاهر فیما اذا قدر لكل يوم درس فیہ مبلغا أما لو قال یعطى المدرس کل يوم كذا فینبغى أن یعطى لیوم البطالة المتعارفة بقرينة ما ذكره فی مقابله من البناء علی العرف، فحیث كانت البطالة معروفة فی يوم الثلاثاء والجمعة وفی رمضان والعیدین یحل الأخذ، وكذالو بطل فی يوم غیر معتاد لتحریر درس الا اذا نص الواقف علی تقييد الدفع بالیوم الذی یدرس فیہ كما قلنا. رد المحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۳۷۲ ایچ ایم سعید.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایک مقتدی ہونے کی صورت میں امامت کا حکم

سوال: ایک طالب علم سے سنا تھا کہ صرف ایک مقتدی کی صورت میں اقامت کی ضرورت نہیں ہوتی اسکی کیا حیثیت ہے؟ نیز اس ایک مقتدی کا اگر وضوء ٹوٹ جائے نماز کے درمیان میں یا شروع ہی سے نہ ہو تو اس صورت میں امام کی نماز میں کوئی خلل واقع ہوگا یا نہیں؟

جواب: صرف ایک مقتدی کی صورت میں بھی اقامت کہنا سنت ہے اور اس کا ترک کرنا مکروہ ہے نیز مسئلہ صورت میں مقتدی اگر بے وضوء ہو جائے تو امام کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور امام کو جماعت کا ثواب بھی مل جائیگا۔

وفی الدر المختار:

وکره ترکهما معاً لمسافر ولو منفرداً وکذا ترکها لائرکه

لحضور الرفقة. (ص ۶۳ ج ۲ مکتبہ امدادیہ)

وفی مراقی الفلاح: أخرج عبدالرزاق عن سلمان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان الرجل بأرض فخافت الصلوة فلیتوضأ فان لم یجد ماءً فلیتیمم فان أقام صلی معہ ملکاً وان اذن وأقام صلی معہ من جنود اللہ مالایری طرفاه.

(ص ۱۰۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

امام کا دورانِ نماز کھانسنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دورانِ نماز اگر امام قرأت کرتے ہوئے آواز برابر کرنے کی غرض سے کھانسنے تو نماز میں کوئی فرق پڑے گا یا نہیں؟ (مستفتی عبدالحکیم شاہ)

جواب : بغیر کسی عذر کے کھانسنے سے اگر حروف پیدا ہو جائیں تو نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن آواز برابر کرنے کی غرض سے یا تحسینِ صوت کی غرض سے کھانسنے پر نماز میں کوئی فرق نہیں پڑتا نماز درست ہو جاتی ہے۔

فی الہندیۃ

ویفسد الصلاة التخنخ بلا عذر بان لم یکن مدفوعاً الیہ وحصل منه الحروف ہکذا فی التبیین وفيہا ایضاً بعد أسطر: ولو تخنخ لا صلاح صوته وتحسينه لا تفسد علی الصحيح - (جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)
وفی التتویر و شرحہ

والتخنخ بحرفین بلا عذر أما بہ بأن نشأ من طبعہ فلا او بلا غرض صحيح فلو لتحسين صوته أو ليهتدى امامه أو للإعلام أنه فی الصلاة فلا فساد علی الصحيح قال العلامة الشامي تحت هذا القول لانه يفعله لا صلاح القراءة فيكون من القراءة معنى كما المشي للبناء (جلد ۲ صفحہ ۳۷۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسجد میں جماعت کا وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ مسجد میں کھڑے کھڑے امام کے اٹھنے کا انتظار کرتے ہیں جبکہ نماز کے لئے ابھی کچھ وقت باقی رہتا ہے۔ تو اس وقت میں ان کا بیٹھنے کے بجائے کھڑا رہنا کیسا ہے؟ (مستفتی عطاء الرحمن)

جواب : مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس میں وقار اور سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا اور ہر طرح سے اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا سب نمازیوں کی ذمہ داری ہے۔ وقت پورا ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا مکروہ ہے اور مسجد کے آداب کے خلاف ہے اس لئے ایسے امور سے بچنا چاہیے بلکہ وقت پورا بھی ہو جائے تب بھی امام سے پہلے کھڑے ہونا مناسب نہیں ہے۔

وفی الہندیۃ

إذا دخل الرجل عند الإقامة يكره له الانتظار قائماً ولكن يقعد ثم يقوم إذا بلغ المؤذن

قوله حتى على الفلاح كذا في المصنوعات - (صفحة ۵۷ جلد ۱)

وفي در المختار

دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد الى قيام الامام في مصلاه - (صفحة ۷۱ جلد ۲)

وفي بحر الرائق

ولو أخذ المؤذن في الإقامة ودخل رجل في المسجد فانه يقعد الى أن يقوم الامام في

مصلاه - (صفحة ۲۵۷ جلد ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

صلاح الدين جتري الى

عبدالرحمن عفا الله عنه

اگلی صف میں خالی جگہ ہو تو کس طرح آگے جانا چاہئے؟

سوال : پہلی صف میں خلا کو پر کرنا دوران نماز کیسا ہے اگر ضروری ہے تو جانے کا کیا طریقہ ہے کھسک کر جائے یا قدم لے کر جائے نیز شروع نماز میں خلا باقی رہے یا نماز کے درمیان میں خلا واقع ہو جائے ان دونوں کے حکم میں کوئی فرق ہے یا نہیں اور اگر دو صفوں کے درمیان کوئی سترہ ہو تو اس پر سے جاسکتا ہے یا ایسی صورت میں نہ جائے؟

جواب : دوران نماز اگر کوئی جگہ سامنے سے خالی ہو جائے یا شروع ہی سے کوئی جگہ خالی تھی لیکن نیت باندھنے کے بعد اس پر نظر پڑ گئی تو پچھلی صف میں کھڑے شخص کے لئے ضروری ہے کہ آگے بڑھ کر خلا کو پر کر دے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو کسی اور کے لئے اس جگہ کو پر کرنا جائز ہے نمازیوں کے سامنے سے گزرنا پڑے یا صف چیر کر جانا پڑے۔ اور اگر نیت باندھنے سے پہلے اگلی صف میں خالی جگہ ہے تو پچھلی صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے دوران نماز، نماز کی اصلاح کے لئے قدم اٹھا کر چلنے سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی تاہم چھوٹے چھوٹے قدم رکھ کر جانا چاہیے۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: ولو وجد فرجة في الاول لا الثاني له خرق

الثاني لتقصيرهم.

وفي الشامية: وفي القنية قام في اخر صف وبين الصفوف مواضع خالية فللدخول أن

يمر بين يديه ليصل الصفوف لانه أسقط حرمة نفسه فلا يَأثم المار بين يديه. (ص

۳۱۲ ج ۲)

وفي البدائع: قال بعض المشائخ ان مشى خطوة خطوة لا تفسد وان مشى خطوتين

خطوتين تفسد. وعند بعضهم لا تفسد كيفما كان لان المسجد في حكم مكان واحد

لكن لا اقل من الكراهة. (ص ۲۱۸ ج ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

عبدالوہاب عفا الله عنه

عبدالرحمن عفا الله عنه

صفوف کے اتصال و انفصال کا مسئلہ

سوال: نماز میں صفوف کے متصل ہونے کی کیا حیثیت ہے؟ کتنا فاصلہ انفصال کہلائیگا؟ کیا دو تین فٹ کی دیوار کے حائل ہو جانے سے انفصال متحقق ہو جائے گا؟ (مستفتی: حبیب اللہ)

جواب: جماعت کی نماز کے لیے اتصال صفوف ضروری ہے، صفوف کے اتصال کے بغیر اقتداء صحیح نہیں ہوگی۔

انفصال کی حد: صفوف کے درمیان فاصلے کی صورتیں مختلف ہیں مثلاً مسجد کے اندر اگرچہ زیادہ فاصلہ بھی ہو تب بھی اقتداء درست ہے۔ اسی طرح چھوٹے گھر میں نماز باجماعت ہو رہی ہو تو زیادہ فاصلے سے بھی اقتداء درست ہوگی۔ کیونکہ مکان ایک ہے اور اگر مکان (امام اور مقتدی کا) الگ الگ ہے تب تو بلا اتصال صفوف اقتداء درست نہیں ہوگی۔ صحراء اور بیاباں میں اگر صفوف کے درمیان کھلی فضاء کا زیادہ فاصلہ ہو تو اقتداء درست نہیں ہے۔ یعنی جسمیں دو صفیں سما سکیں وہ فاصلہ مانع اقتداء ہے، اسی طرح بڑا گھر (جسکی وسعت چالیس ہاتھ ہو) کا بھی حکم ہے۔ اگر دو صفوف کے درمیان کوئی عام راستہ ہو یا نہر جاری ہو یا تالاب ہو جسکی لمبائی، چوڑائی دس دس ہاتھ ہو تو مانع اقتداء ہے۔ دو صفوف کے درمیان اگر کوئی دیوار حائل ہو تو اگر انتقالات امام سے مقتدی باخبر ہوں تو دیوار کے ورے انکی اقتداء درست ہے، اور اگر انتقالات امام (رکوع و سجود) کے بارے میں اشتباہ میں ہوں تو ان کی اقتداء درست نہیں ہے۔

فی تنویر الابصار: ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیہ العجلة او نہر تجری فیہ السفن او خلاء فی الصحراء یسع صفین. والحائل لا یمنع (صحۃ) الاقتداء ان لم یشبہ حال امامہ ولم یختلف المكان کبیت و مسجد..... ولو اقتدی من سطح دارہ المتصلۃ بالمسجد لم یجز لاختلاف المكان. (جلد ۲ ص ۳۳۳) وفیہ: حاصل کلام الدرر ان اختلاف المكان مانع مطلقا اما اذا اتحد، فان حصل اشتباہ منع والا فلا (شامی)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بچے کو بڑوں کی صف میں کھڑا کرنے کا حکم

سوال: بچہ جس کی عمر ۵ سال ہے میرے ساتھ مسجد جانے پر اڑا رہتا ہے، اس لیے میں اسے

اپنے ساتھ مسجد (نماز کیلئے) لے جاتا ہوں اور بڑوں کی صف میں اسے بھی اپنی ایک جانب میں کھڑا کرتا ہوں، اور اچھے انداز سے نماز کے ارکان بڑوں کو دیکھ کر اداء کرتا ہے۔ بعض نمازیوں کا کہنا ہے کہ وہ بہت چھوٹا ہے اس لیے اس کو لیکر اگلی صف میں کھڑا نہیں کرنا چاہیے، بلکہ پیچھے بڑوں کی صف میں ہی اسے کھڑا کرنا ضروری ہے۔

عرض یہ ہے کہ کیا میرا مذکورہ بچے کو لے کر مسجد آنا، اور اگلی صف میں اپنے ساتھ اسے کھڑا کرنا شریعت کی رو سے درست نہیں ہے؟

جواب : بچہ اگر اتنا چھوٹا ہو کہ اس کے سبب سے مسجد کے ناپاک ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو (جیسے پیشاپ وغیرہ کرنے کا خطرہ ہو) تو اسے مسجد میں لانا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر کم سنی کے باوجود مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنا جانتا ہو، نیز نماز وضو سے بھی واقف ہو تو ایسے بچے کو مسجد لانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ اسے بچوں کی صف میں کھڑا کیا جائے۔ تاہم اگر بچے زیادہ ہونے کی وجہ سے گڑبڑ کرتے ہوں، یا مجمع بڑا ہونے کی وجہ سے ان کے گم ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بچوں کو بڑوں کے بیچ میں کھڑا کرنا بھی درست ہے، لہذا مسئلہ صورت میں آپ کا اپنے بچے کو مسجد لانا اگر مذکورہ بالا شرائط کے موافق ہے تو جائز ہے، نیز اگر گڑبڑ کرنے کا اور گم ہو جانے وغیرہ کا اندیشہ ہے یا اور اس قسم کی بات۔ تو اپنے ساتھ کسی بھی صف میں اسے کھڑا کر سکتے ہیں۔

ثم الصبيان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف وكذا لو كان
المقتدى رجلا وصبيا يصفهما خلفه لحديث انس فصفقت انا واليتيم ورائه والعجوز
من ورائنا (شامی ۲ صفحہ ۳۱۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صف میں نمازی کا جگہ خاص کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ مسجد میں صف پر اپنے لئے جگہ خاص کر لیتے ہیں۔ جب بھی مسجد میں آتے ہیں اس ایک جگہ پر بیٹھتے ہیں اس ایک جگہ پر نماز پڑھتے ہیں۔ کیا اس طرح مسجد میں جگہ خاص کر لینا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالرحیم)

جواب : مسجد میں اپنے لئے جگہ خاص کرنے کو فقہائے کرام نے مکروہ قرار دیا ہے۔ لہذا اس کی عادت بنانے سے بچنا چاہیے۔

وفی مراقی الفلاح

یکره للانسان ان یخص نفسه بمکان فی المسجد یصلی فیہ لأنه ان فعل ذالک تصیر الصلاة فی ذالک المکان طبعاً والعبادة متى صارت کذاک کان سبیلها ترک ولهذا کره صوم لأبد۔
(صفحہ ۱۹۹ جلد ۱)

وفی الدر المختار

وتخصیص مکان لنفسه قال الشامی تحت هذه المسئلة (وتخصیص مکان لنفسه) لانه یخل بالخشوع کذا فی القنیة: أى لأنه اذا اعتاده ثم صلی فی غیره یتقی باله مشغولاً بالأول بخلاف اذا لم یألف مکاناً معیناً۔
(صفحہ ۴۳۶ جلد ۲)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

محاذاة المرأة کی حقیقت

سوال : محاذاة المرأة سے کیا مراد ہے؟ کیا اس میں محرم خواتین، ماں، بہن، بیوی، بیٹی وغیرہ بھی داخل ہیں اور کیا اس سے عورت کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے یا صرف مرد کی نماز فاسد ہوتی ہے؟ جواب تفصیل کیساتھ عنایت فرمائیں۔

جواب : محاذاة المرأة کا مطلب یہ ہے کہ عورت باجماعت نماز میں مرد کے برابر کھڑی ہو جائے اور دونوں کی ایک ہی نماز ہو۔ محاذاة میں پنڈلی اور ٹخنوں کا اعتبار ہے، محرمہ اور غیر محرمہ کا کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں۔

اگر کوئی بالغہ عورت کسی مرد کے محاذاة میں کھڑی ہو جائے تو چند شرائط کے ساتھ مرد کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

- ۱۔ مثلاً بغیر کسی حائل و رکاوٹ کے مکان ایک ہو ۲۔ عورت عاقلہ بالغہ ہو مجنونہ نہ ہو۔
- ۳۔ تحریمہ اور اداء کے لحاظ سے مرد اور عورت میں اشتراک ہو۔
- ۴۔ امام عورت کی اقتداء کی نیت کرے۔
- ۵۔ محاذاة رکن کامل میں ہو۔
- ۶۔ ان دونوں کی جہت متحد ہو (اسکی وضاحت حوالہ میں موجود ہے)۔
- ۷۔ رکوع اور سجدہ والی نماز ہو۔
- ۸۔ محاذاة یعنی عورت کے قدموں کے مرد کا کوئی عضو محاذی ہو جائے۔
- ۹۔ مرد نے اسے ہٹانے کیلئے اشارہ نہ کیا ہو وغیر ذلک۔

مذکورہ بالا شرائط میں سے کسی ایک شرط کے مفقود ہونے کی صورت میں مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی، بلکہ بعض صورتوں میں عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے مرد (امام) نے عورتوں کی اقتداء کی نیت نہ کی ہو یا مرد نے عورت کو ہٹانے کیلئے اشارہ کیا ہو اور وہ نہ ہٹی ہو تو ان صورتوں میں صرف عورت کی نماز فاسد ہوگی۔

(ومنها) ان یكونا فی مكان واحد حتی لو كان الرجل علی الدكان والمرأة علی الارض والدكان مثل قامة الرجل لا تفسد صلاته (ومنها) ان یكونا بلا حائل حتی لو كان فی مكان متحد بان كان علی الارض أو علی الدكان الا ان بينهما اسطوانة لا تفسد صلاته هكذا فی الكافی، وادنی الحائل قدر مؤخر الرجل و غلظه الاصبع، والفرجة تقوم مقام الحائل. وأدناه ما يقوم فی الرجل كذا فی التبین، (ومنها) ان تكون ممن تصح منها الصلوة حتی ان المجنونة اذا حاذته لا تفسد صلاته كذا فی الكافی، (ومنها) ان ینوی الامام امامتها أو امامة النساء وقت الشروع لابعده ولا یشرط حضور النساء لصحة نیتهن، (ومنها) ان تكون المحاذاة فی ركن كامل حتی لو كبرت فی صف وركعت فی آخر وسجدت فی ثالث فسدت صلاة من عن یمینها ویسارها وخلفها من كل صف، (ومنها) ان تكون جهتهما متحدة حتی لو اختلفت لا تفسد ولا یتصورا اختلاف الجهة الا فی جوف الكعبة أو فی لیلة مظلمة وصلی كل بالتحری الى جهة، والمعتبر فی المحاذاة الساق والكعب علی الصحيح هكذا فی التبین، المرأة تتناول الاجنبیة والمحرمة والحلیلة والصغیرة المشتهاة والكبیرة التي ینفر عنها الرجال هكذا فی الكفاية. (الهندیة ج ۹۸ باب الامامة. الفصل الخامس)

قال الحصكفی: (واذا حاذته) ولو بعضو واحد وخصه الزیلعی بالساق والكعب (امرأة) ولوامة (مشتهاة) حالاً كبنت تسع مطلقاً وثمان وسبع لو ضخمة، أو ماضیا كعجوز (ولا حائل بينهما) أقله قدر ذراع فی غلظ اصبع، أو فرجة تسع رجلاً (فی صلاة) وان لم تتحد کنیتها ظهر أبمصلی عصر علی الصحيح، سراج. فانه یصح نقلاً علی المذهب بحر. وسیجنی (مطلقة) خرج الجنابة (مشاركة) فمحاذاة المصلیة لمصر لیس فی صلاتها مکروهة لامفسد، فتح. (تحریمة) وان سبقت ببعضها (وأداء) ولو حکماً کلاحقین بعد فراغ الامام بخلاف المسبوقین. والمحاذاة فی الطریق (واتحدت الجبهة) فلو اختلف كما فی جوف الكعبة و لیلة مظلمة فلا فساد (فسدت صلاته) لو مکلفاً، والا لا (ان نوى) الامام وقت شروعه لابعده (امامتها) وان لم تكن حاضرة علی الظاهر، ولو نوى امرأة معینة أو النساء الا هذه عملت نیتہ (والا) ینوها (فسدت صلواتها) کمالو أشار الیها بالتأخیر فلم تتأخر لتركها فرض المقام. فتح. الخ

(الدر المختار علی صدر رد المحتار ج ۲ ص ۳۱۳ تا ۳۲۰ باب الامامة)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی اللاحق والمسبوق

لاحق نماز کس طرح پڑھے؟

سوال: ایک آدمی تکبیر اولیٰ کیساتھ جماعت میں شریک ہوا اب امام صاحب نے پہلی رکعت کا رکوع اور سجدہ کیا لیکن اس کو خبر نہ ہوئی دوسری، تیسری، چوتھی رکعت امام کیساتھ پڑھی اب یہ آدمی اپنی پہلی رکعت کس طرح قضاء کرے گا؟ جواب حوالے کیساتھ مطلوب ہے۔

جواب: مذکورہ شخص پہلے اپنی اسی رکعت کی قضاء کرے بغیر قرأت کے اور اسکے بعد امام کی متابعت کرے لیکن اگر امام فارغ ہو چکا ہو تو بقیہ نماز کی بھی بغیر قرأت کے قضاء کرے تاہم اگر اس ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور امام کیساتھ نماز مکمل کر کے آخر میں قضاء کی یعنی مسبوق کی طرح تو بھی نماز درست ہو جائیگی لیکن گنہگار ہوگا۔

وفی الشامیة :

وحکمہ أنه یبدأ بقضاء ما فاتہ بالعدر ثم یتابع الامام ان لم یفرغ وهذا واجب لا شرط
حتى لو عکس یصح فلو نام فی الثالثة واستیقظ فی الرابعة فانه یأتی بالثالثة بلاقراءة
فاذا فرغ منها صلی مع الامام الرابعة وان فرغ منها الامام صلاها وحده بلاقراءة ایضا
فلو تابع الامام ثم قضی الثالثة بعد سلام الامام صح وأتم . (ص ۳۴۵ ج ۲)

ہکذا فی حلی کبیر ص ۴۷۰

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

امام کے ساتھ سجدہ سہو میں مسبوق کا عہد آیا ساھیا
سلام پھیرنے سے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسبوق سجدہ سہو میں جان بوجھ کر یا بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ (مستفتی سہیل)

جواب: مسبوق جان بوجھ کر سجدہ سہو کے سلام میں امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس پر نماز کا اعادہ کرنا لازم ہوگا اور اگر بھول کر سلام پھیر دے گا تو اس کی نماز درست ہوگی۔ اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ خواہ اس کا سلام امام کے سلام کے بعد کیوں نہ ہو۔

وفی بدائع الصنائع

ثم السبوق انما يتابع الامام في السهو دون السلام بل ينتظر الامام حتى يسلم فيسجد
فيتابعه في سجود السهو لافي سلامه وان سَلَّمَ فان كان عامداً تفسد صلوته وان كان
ساهياً لا تفسد ولا سهو عليه لأنه مقتد وسهو المقتدى باطل - (صفحه ۷۶ جلد ۱)

وفی مراقی الفلاح

وان سَلَّمَ بعده أى بعد سلام الامام من سجود السهو فقط اما سلامه بعد سلام الامام
الاول من الصلوة فلا يلزم به السهو لأنه لما سجد للسهو معه عاد الى الافتداء ولا سهو
على المقتدى فتأمل فيه كله - (صفحه ۲۵۳ ج ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

صلاح الدين جتري

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفی الله

مسافر امام کی اقتدا کرنے والے مقیم مسبوق کی نماز کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چار رکعات والی نماز میں ایک مقیم
آدمی نے مسافر امام کی اقتداء اس وقت کی جب ایک رکعت ہو چکی تھی اب امام کی فراغت کے بعد یہ
آدمی بقیہ رکعات کس طریقے سے پڑھے گا؟ (مستفتی مولوی شا کر اللہ)

جواب : مذکورہ شخص امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر پہلی دونوں رکعات بغیر قرأت کے ادا
کرے گا یعنی الحمد اور سورۃ نہیں پڑھے گا اس لئے کہ یہ لاحق ہے اور حکماً امام کے پیچھے ہے لہذا قرأت
کرنے کی ضرورت نہیں اور آخری رکعت (جو امام کے پیچھے پڑھنی تھی) میں یہ مسبوق ہے لہذا اس میں
قرأت کرے گا یعنی الحمد اور سورۃ پڑھے گا۔

فی التنبیہ و شرحہ

واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتداءه بعد ركعته الى ان قال
ومقيم اتم بمسافر..... ويبدأ بقضاء ما فاتته عكس المسبوق قال العلامة ابن عابدين
الشامی تحت هذه المسئلة (و مقیم الخ) فهو لاحق بالنظر للاخير تین وقد يكون
مسبوقاً ايضاً كما اذا فاتته اول صلاة امامه المسافر - (ص ۳۴۲ ج ۲)

هكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند - (ص ۳۷۸ ج ۳)

وكذا في فتاوى مفتي محمود - (ص ۵۰۵ ج ۲) وكذا في كفايت المفتي - (ص
۳۸۷ ج ۳) وفتاوى محموديه - (ص ۲۶۷ ج ۲)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

صلاح الدين جتري

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

دعائے قنوت اور تشہد پوری کی جائے یا امام کی اقتداء

سوال : صلوٰۃ وتر جماعت سے پڑھی جا رہی تھی تو امام مقتدی کے دعائے قنوت مکمل کرنے سے

پہلے رکوع میں چلے گئے تو کیا مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا امام کی تابعداری بجالاتے ہوئے فوراً رکوع میں چلا جائے؟ نیز چار رکعت والی نماز میں امام تشہد مقتدی کی تکمیل سے پہلے کھڑے ہوئے (تیسرے رکعت کی طرف) کیا مقتدی کو تشہد پوری کرنی ضروری ہے یا امام کی تابعداری میں فوراً کھڑا ہو؟

جواب: مقتدی کی تشہد کی تکمیل سے پہلے امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد مکمل کر کے کھڑا ہو جائے کیونکہ اتمام تشہد واجب ہے۔

قال الشامي: فان الامام لو سلم او قام للثالثة قبل اتمام الموتم التشهد فانك لا يتابعه بل يتمه لوجوبه كما قدمه في الشروع في الصلوة -

ردالمختار، ج ۲، ص ۴۷۷

امام جب مقتدی کے قنوت مکمل کرنے سے پہلے رکوع میں چلا جائے تو مقتدی کیلئے ضروری ہے کہ قنوت چھوڑے اور متابعت امام کرے کیونکہ قنوت کا مقصود دعا ہے اور دعا قلیل و کثیر دونوں کو شامل ہے۔ قنوت کو مکمل کرنا مستحب ہے اور متابعت امام واجب ہے، پس واجب کے پیش نظر مندوب کو چھوڑا جائے گا۔

قال في التنوير وشرحه: ركع الامام قبل فراغ المقتدى من القنوت قطعه و تابعه ولو لم يقرأ منه شيئاً قال ابن عابدين الشامي تحت هذا القول (قطعه و تابعه) لان المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق على القليل والكثير وما اتى به منه كاف في سقوط الواجب وتكميله مندوب والمتابعة واجبة فيترك المندوب للواجب. رحمتي ج ۲، ص ۴۷۷

اگر مقتدی نے قنوت بالکل نہ پڑھی ہو اور امام رکوع کرے تو اگر رکوع چھوٹنے کا خوف ہو تو رکوع کرے ورنہ قنوت پڑھ کے رکوع میں جائے۔

قال ابن عابدين: لو ركع الامام ولم يقرأ المقتدى شيئاً من من القنوت ان خاف فوت الركوع يركع والا يقنت ثم يركع خانيه و غيرها. در المختار جلد ۲ صفحہ ۴۷۷

مقتدی کے تشہد کی تکمیل سے پہلے امام کھڑا ہو جائے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد مکمل کر کے کھڑا ہو جائے کیونکہ اتمام تشہد واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدين الشامي: فان الامام لو سلم او قال للثالثة قبل اتمام الموتم التشهد فانه لا يتابعه بل يتمه لوجوبه كما قدمه في فصل الشروع في الصلوة. جلد ۲ صلوۃ ۲۷۷

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسبوق اگر بھول کر سلام پھیرے تو اس پر سجدہ سہولازم ہے یا نہیں؟
سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اگر مسبوق نے بھول کر سلام پھیرا تو کیا اس پر سجدہ سہولازم ہوگا یا نہیں؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔

جواب: مسبوق نے بھول کر اگر امام سے قبل یا امام کے بالکل متصل سلام پھیرا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں لیکن اگر امام کے بعد پھیرا ہو تو اس پر سجدہ سہولازم ہے لیکن چونکہ عموماً امام کی معیت میں سلام نہیں پھیرا جاتا اور اسمیں غفلت اور کوتاہی برتی جاتی ہے اسلئے فقہاء نے سجدہ سہو کا حکم فرمایا ہے۔
 فی الدر المختار:

(ولو سلم ساهياً) (لزم السهو) لانه منفرد في هذه الحالة (والا لا) ای وان سلم معه قبله
 لا يلزمه لانه مقتد في هاتين الحالتين.....
 وبعد يقول العلامة: قلت يشير الى ان الغالب لزوم السجود لان الاغلب عدم المعية
 وهذا مما يغفل عنه كثير من الناس فليتنبه له.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 محمد عزیز جتہر الی فیض آبادی

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

پانچویں رکعت میں مسبوق کی اقتداء کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ چار رکعت والی نماز میں اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے غلطی سے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور دو رکعتیں اور ملا لے تو ان دو رکعتوں میں مسبوق امام کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں؟ (مستفتی قمر الدین کورنگی نمبر 1)

جواب: قعدہ اخیرہ کے بعد اگر امام سھو کھڑا ہو جائے تو مسبوق کو اس زائد نماز میں امام کی اقتداء جائز نہیں، اگر اقتداء کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

فی الخانیۃ الہامش علی الہندیۃ:

اذا قام الامام الى الخامسة وتابعه المسبوق ان كان الامام قعد على الرابعة فسدت صلاة المسبوق وان لم يكن قعد لا تفسد صلاة المسبوق حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة صلته في حق المسبوق فلا يجوز للمسبوق متابعتها..... ۱۰۲/۱ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ (ومثله فی الہندیہ ج ۱ ص ۹۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
 عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسبقوق امام کے قعدہ اخیرہ میں کیا پڑھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں کیا پڑھے؟ ”التحیات“ کے ساتھ درود اور دعا بھی پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مسبوق بقیہ رکعات کی ادائیگی کیلئے کب کھڑا ہو؟ پہلے سلام کے ساتھ یا دوسرے سلام کے بعد؟

جواب: مسبوق کیلئے بہتر یہ ہے کہ وہ تشهد کو اس قدر آہستہ پڑھے کہ وہ امام کے سلام کے قریب ختم ہو جائے۔

فی الہندیۃ: والصحیح ان المسبوق یتروسل فی التشہد حتی یفرغ عند سلام الامام کذا فی الوجیز للکردری وفتاویٰ قاضیخان وھکذا فی الخلاصۃ وفتح القدیر ج ۱ ص ۹۱

(۲) بقیہ رکعات کی ادائیگی کیلئے مسبوق اس وقت کھڑا ہو جب اس کو یقین ہو جائے کہ امام پر سجدہ سہو نہیں ہے۔

فی الدر المختار: وینبغی ان یصبر حتی یفہم انہ لا سہو علی الامام ج ۲ ص ۳۲۸
الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی عفا اللہ عنہ

مسبقوق تشهد پورا کر کے اٹھے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز میں اس وقت شامل ہوا کہ امام سلام پھیرنے کے قریب تھا اس آدمی نے التحیات للہ والصلوات تک پڑھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا اب یہ آدمی تشهد پورا کر کے اٹھے یا امام کے سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے اکثر لوگ سلام کے بعد فوراً کھڑے ہوتے ہیں دونوں کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی شیر محمد)

جواب: بہتر یہی ہے کہ تشهد پورا کر کے اٹھنا چاہیے اور اگر فوراً امام کے سلام کے بعد اٹھے تب بھی نماز ہو جائے گی۔

وفی الہندیۃ

اذا أدرك الإمام فی التشہد وقام الإمام قبل أن یتیم المقتدی أو سلم الإمام فی اخر الصلوۃ قبل أن یتیم المقتدی التشہد فالمختار أن یتیم التشہد کذا فی الغیاثیہ. وان لم یتیم أجزاء (صفحہ ۹۰ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین جتوالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا

عورت کا باریک دوپٹے میں نماز پڑھنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں؟ کہ عورت کے لئے باریک، ہلکا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز دوران نماز عورت کے بال کتنی مقدار میں کتنی دیر تک کھل جائیں تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ مدلل وضاحت فرما کر ممنون فرمادیں۔ (مستفتی)

جواب: اگر عورت ایسے باریک دوپٹے کو اوڑھ کر نماز پڑھ لے جس کے اندر سے اس کے بال جھکتے ہوں تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

وفی شرح شمس الائمة السرخسی اذا كان الثوب رقيقا بحيث (یصف ماتحتہ) ای لون البشرة (لا یحصل بہ ستر العورة) اذ لا یستمرع رؤية لون البشرة اما اذا كان غلیظا لا یرى منه لون البشرة الخ (کبیری ۲۱۴) وفی الہندیۃ:

والثوب الرقیق الذی یصف ماتحتہ لا تجوز الصلوٰۃ فیہ کذا فی التبیین (ہندیہ ۵۸/۱) اگر نماز کے دوران عورت کے بالوں کی چوتھائی مقدار ایک رکن (یعنی اتنی دیر جس میں تین بار سبحان اللہ کہا جاسکے) کے برابر کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

وذكر فی الزیادات لو ان امرؤ صلت وهی تقدر علی الثوب الجدید..... فلسبت ثوبا خلیقا فانکشف من شعرها شیئ ومن فخذها شیئ ومن ساقها شیئ وکان المنکشف..... مبلغ ربع الساق لا تجوز صلاتها (کبیری ۲۱۴)

وفی الشامیۃ: وللحرة..... جمیع بدنہا..... حتی شعرها النازل فی الاصح..... ویمنع حتی انعقادها کشف ربع عضو قدر اداء رکن بلا صنعہ (وفی باب اخر) لا یصف تحتہ بان لا یرى منه لون البشرة احترازا عن الرقیق والرجاج (درمختار ۴۰۵/۱/۴۱۰) وفی الہدایۃ: وان صلت وربع ساقها مکشوف تعید الصلوٰۃ..... والشعر والبطن والفخذ کذا لک (ہدایۃ ۹۴/۱)

فی فتح القدیر: فان صلت وربع ساقها او ثلثہ مکشوف تعید الصلوٰۃ یعنی اذا استمر زمانا کثیرا..... وقدر

الکثیر ما یؤدی فیہ رکن والشعر والبطن والفخذ کذا لک یعنی علی هذا الخلاف لان کل واحد عضو علی حدة (فتح القدیر ۲۲۶/۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

سردیوں میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ سردیوں کے موسم میں اکثر لوگ منہ ڈھانپ کر نماز پڑھتے ہیں چادر یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی ایاز)

جواب: چادر یا رومال سے منہ ڈھانپ کر نماز پڑھنا درست نہیں منہ اور ناک ڈھانپ کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

وفی الہندیۃ

ویکرہ التلثم وهو تغطية الأنف والفم فی الصلاة - (صفحہ ۱۰۷ جلد ۱)

وفی مراقی الفلاح

(فیکرہ التلثم) اللثام ما کان علی الفم من النقاب واللفام ما کان علی أرنبة الأنف وفی

الزیلعی التلثم تغطية الأنف والفم فی الصلاة - (صفحہ ۱۹۳ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بٹوہ یا موبائل فون میں محفوظ تصاویر کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جاندار کی تصویر بٹوہ میں جیب کے اندر رکھ کر اور موبائل فون میں محفوظ تصویر رکھ کر نماز پڑھنے سے نماز میں فرق آئے گا یا نہیں؟ (مستفتی عبدالماجد)

جواب: بٹوہ کے اندر تصویر رکھ کر نماز پڑھنے سے اور موبائل فون میں محفوظ تصویر کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ اس میں تصویر چھپی ہوئی ہوتی ہے۔

وفی البحر الرائق

رجل فی یدہ تصاویر وهو یؤم الناس لا تکرہ امامتہ لانہا مستورة بالثیاب فصار كصورة فی نقش خاتم وهو غیر مستبین ۱۵ وهو یفید ان المتبین فی الخاتم تکرہ الصلاة معه ویفید انه لا یکرہ ان یصلی ومعہ صرة أو کیس فیہ دنانیر أو دراہم فیہا صور صغار لا تستتارہم ویفید أنه لو کان فوق الثوب الذی فیہ صور ثوب ساتر بہ فانه لا یکرہ ان یصلی فیہ لا ستارہا بالثوب الآخر واللہ سبحانہ اعلم. (صفحہ ۲۷ جلد ۲)

وفی الدر المختار

لا یکرہ لو كانت تحت قدمیہ أو محل جلوسہ لانہا مهمانۃ أو فی یدہ عبارة الشمنی "بدنہ" لانہا مستورة بثیابہ أو علی خاتمہ بنقش غیر متبین قال ومفادہ کراهة المستبین لا المستتر بکیس أو صرة أو ثوب اخر، قال الشامی تحت هذا القول: بأن

صلیٰ ومعه صرة او كيس فيه دنانير أو دراهم فيها صور صغار فلا تكروه لاستتارها.
(صفحہ ۴۱۸ جلد ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز میں عمل کثیر کا حکم

سوال: کیا عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ نیز اگر عمل کثیر مفسد صلاۃ ہے تو اسکی حد کیا ہے؟

الجواب: جی ہاں عمل کثیر سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ عمل کثیر وہ عمل کہلائے گا کہ نمازی آدمی نماز میں کوئی ایسا عمل کرے کہ دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ آدمی نماز نہیں پڑھ رہا۔

قال فی شرح التنویر : (و) یفسدها (کل عمل کثیر) لیس من اعمالہا ولا لأصلاحہا ،
وفیہ أقوال خمسة ، اصحها (مالایشک) بسببہ (الناظر) من بعید (فی فاعلہ أنه لیس
فیہا) وان شک أنه فیہا ام لا فقلیل . قال فی الشامیة : قوله : (مالایشک الخ) ای
عمل لا یشک : ای بل یظن ظناً غالباً . شرح المنیة : و ” ما ” بمعنی عمل ، والضمیر فی
” بسببہ ” عائذ الیہ ، و ” الناظر ” فاعل ” یشک ” والمراد به من لیس له علم بشروع
المصلی بالصلاة کما فی الحلیة والبحر . وفی قول الشارح ” من بعید ” تبعاً للبدائع
والنهر اشارة الیہ ، لان القریب لا یخفی علیہ الحال عادة فافهم . (ردالمحتار ج ۲
ص ۳۸۴-۳۸۵) (مکتبہ امدادیہ ملتان)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسجد کی ٹوپی میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں بعض لوگ نماز کے وقت گھر سے ٹوپی پہن کر نہیں آتے ہیں اور مسجد میں ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں ان کو پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے۔ (مستفتی شاہ فیصل)

جواب: جس ٹوپی اور لباس کو آدمی پہن کر شرفاء اور بزرگوں کی مجلس میں جانے میں شرم محسوس کرتا ہو تو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے مسجد کی ٹوپی عموماً ایسی ہی ہوتی ہے لہذا اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و كره كفہ ای رفعہ..... و صلاتہ فی ثياب بذلة، يلبسها في بيته قال الشامي: قوله (و صلاتہ فی ثياب بذلة) قال فی البحر: و فسرھا فی شرح الوقایة بما يلبسہ بہتہ و یذهب بہ الی الاکابر و الظاہر آن الکراہة تنزیہہ قال شیخ ابراہم الجلی: یکرہ ان یصلی فی ثياب البذلة و هو مالا یصان ولا یحفظ من الدنس حلبي کبیر صفحہ ۳۴۹.

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد آصف

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز میں بجتے ہوئے موبائل فون کو بند کرنے کا حکم

سوال: نماز کے دوران اگر جیب میں رکھا ہوا موبائل بجنا شروع ہو جائے یعنی اس پہ کال آنے کی وجہ سے گھنٹی بجنی شروع ہو جائے، کیا ایسی صورت میں بٹن دبا کر اسے بند کیا جاسکتا ہے؟

نیز بٹن دبانے کی صورت میں بھی اگر گھنٹی بجتی رہے تو کیا اسے جیب سے باہر نکال کر بھی بند کیا جاسکتا ہے؟ ایسا کرنا عمل کثیر میں شمار ہو کر مفسدِ صلوٰۃ تو نہیں ہوگا؟ (مستفتی صلاح الدین اویری)

جواب: دورانِ نماز اگر موبائل کی گھنٹی بجے تو اُس کے بند (off) کرنے کی صورتیں مختلف ہیں۔

۱۔ جیب میں ہاتھ ڈالے بغیر ہی گھنٹی بند کر لے۔

۲۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر تاہم عملِ قلیل کے ساتھ بند کر دے۔

۳۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو کہ جیب سے اُسے نکالا جائے اور بٹن دیکھ کر بند کیا جائے۔

ان تینوں صورتوں میں اگر عملِ قلیل کے ساتھ بٹن بند کر لے تو نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، یعنی ایک ہاتھ کو استعمال کرتے ہوئے اس طور پر بند کر لے کہ دُور سے دیکھنے والے کا ظن غالب فاعل کے بارے میں یہ نہ ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں، نیز بار بار ایسا نہ کرے ورنہ نماز ہی ٹوٹ جائے گی، یعنی اگر ایک ہی رکن (جس میں تین بار سبحان ربی الا علیٰ پڑھی جاسکے) میں تین مرتبہ مذکورہ فعل انجام دے تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

فی فتح القدیر :

لا ان کتب او ضرب او تعم او حک او مشی او نتف اقل ممانعناہ او غیر متدارک
اولم یتناول القارورة بل کان فی یدہ فمسح بها او نزع اللجام او القميص او ساق
برجل واحده لا تفسد و قولہم اذا دفع المار تفسد یجب ان یحمل علی التکرر دون
فترة لیكون عملا کثیرا فالدفعة الواحدة عمل قلیل (جلد ۱ ص ۳۵۳)
فی الکبیری: و کذا یفسدہا العمل الکثیر ممالیس من اعمالہا ولم یکن لاصلاحہا

وكل عمل لا يشك الناظر الى المصلى انه في الصلوة بل يظن ظنا غالبا انه ليس في الصلوة فهو عمل كثير وما كان دون ذلك بان يشبهه على الناظر ويتردد بكونه في الصلوة ام لا فهو قليل وقال بعضهم كل عمل يعمل باليدين عرفا وعادة فهو كثير ولو قدر انه عمله بيد واحدة وما كان يعمل في العادة بيد واحد فهو قليل ما لم يتكرر (صفحه ۴۴۱)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين جترالى عفا الله عنه

آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کا حکم

سوال: نماز میں اگر کسی نمازی کی آستین چڑھی ہوئی ہوں تو اس کا کیا حکم ہے؟ نیز نماز پر اس کا کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ (مستفتی: گل مراد)

جواب: اگر نماز میں کسی کی آستین چڑھی ہوئی ہوں تو اس کی نماز مکروہ ہو جائے گی۔ بہتر ایسی صورت میں یہ ہے کہ عملِ قلیل سے آستین کھول لے۔

فی حاشیة الطحطاوی: (وتشمیر کمیہ عنها)..... لصدق کف الثوب علی کل ولو شمرها قبل الصلاة..... لمافیہ من التکبر المنافی لموضوع الصلاة) حاشیة الطحطاوی صفحہ ۱۹۲ (وفی الشامی: (کمشمیر کم او ذیل)..... وقلنا بالکراهة فهل

الافضل ارخاء کمیہ فیہا بعمل قلیل او ترکها؟ لم راه: الأظهر الأول (ج ۲ ص ۴۰۶)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين جترالى عفا الله عنه

وسط سر کھلا ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ سر پر پگڑی اس طرح باندھ لیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے سر کا درمیانی حصہ خالی رہتا ہے۔ نہ اس کے نیچے ٹوپی وغیرہ ہوتی ہے کہ وہ سر کو ڈھانپ لے تو کیا سر کا درمیانی حصہ ننگا کر کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی: عبدالرؤف)

جواب: سر کے درمیانی حصہ کو ننگا چھوڑ کے نماز پڑھنے سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ لہذا اس طرح پگڑی باندھ کر نماز پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

وفی الدر المختار

یکره اشتمال الصماء والاعتجار قال الشامی تحت هذه المسئلة والاعتجار لنهی
النبی صلی الہل علیہ وسلم عنہ وهو شد الراس أو تکویر عمامتہ علی راسہ و ترک
وسطہ مکشوفاً وقیل أن ینتقب بعمامتہ فیغطی أنفہ اما للحر أو للبرد أو للتکبر. امداد.
وکراہتہ تحریمیۃ ایضاً لمامر - (صفحہ ۲۲۳ جلد ۲)

وفی الہندیۃ

ویکیرہ الاعتجار وهو أن یکور عمامتہ ویترک وسط راسہ مکشوفاً کذا فی التبیین -
(صفحہ ۱۰۶ جلد ۱)

وفی مراقی الفلاح

أو تکویر عمامتہ علی راسہ ای لف العمامۃ حول الراس وابداء الہامۃ کما فی الظہیریۃ
فقولہ وترک وسطہا مکشوفاً راجع الی تفسیر الشرح ایضاً والمراد انہ مکشوف عن
العمامۃ لامکشاف اصلاً لانہ فعل مالا یفعل

لنهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم هذا یفید کراہۃ التحريم - (صفحہ ۱۹۲ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سجدے میں پاؤں کو زمین سے اٹھانے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ پورے سجدے میں
پاؤں زمین سے اٹھاتے ہیں کیا ایسا کرنے سے نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟ (مستفتی نصیر اللہ)

جواب : سجدے میں دونوں قدموں کا زمین پر رکھنا لازم ہے اگر پورے سجدے میں کسی بھی وقت
دونوں قدم زمین پر نہ لگے بالکل اٹھے رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی البتہ پورے سجدے میں کسی بھی
وقت ایک پاؤں بھی زمین پر ٹھہرا ہا تو فرض ادا ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا غلط اور گناہ ہے۔

وفی در المختار

(ومنها السجود) بجهته وقدميه ووضع أصبع واحدة منهما شرط -

وفی الشامی

لأن اصبع واحدة منهما يكفى كما ذكره بعد وأفاد انه لو لم يضع شيئاً من القدمين لم
يصح السجود - (صفحہ ۱۳۵ جلد ۲)

وفی جلی کبیر

ولو سجد ولم يضع قدميه أو احديهما على الارض في سجوده لا يجوز سجوده ولو
وضع احديهما جاز - (صفحہ ۲۸۴ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دوران نماز ٹوپی سر سے گر جائے تو کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ دوران نماز اگر سر سے ٹوپی گر جائے تو اٹھانے کا کیا طریقہ ہے؟ (مستفتی عبدالغفار)

جواب: اگر ٹوپی سر کے قریب گری ہو تو بغیر عمل کثیر کے ایک ہاتھ سے اٹھا کر پہننا جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

فی التنویر و شرحہ

ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتكوير أو عمل كثير قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى تحت هذه المسئلة (ولو سقطت قلنسوته) هي ما يلبس في الرأس كما في شرح المنية الى أن قال: والظاهر أن أفضلية اعادةها حيث لم يقصد بتركها التذلل على مامر - (ص ۴۰۸ ج ۲)

وفی حلبي كبير

أن رفع القلنسوة أو العمامة بعمل قليل اذ سقطت أفضل من الصلوة مع كشف الرأس بخلاف ما لو انحلت العمامة أو احتاج في رفعها الى عمل كثير - (ص ۴۴۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

صلاح الدين چترالى

عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فی الترتیب

نماز وتر میں دعائوت کا حکم

سوال: کیا نماز وتر میں دعائوت پڑھنا ضروری ہے؟ اگر کسی آدمی کو دعائوت یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب: نماز وتر میں قنوت وتر واجب ہے اور وہ مطلق دعا ہے۔ دعا مخصوصہ ”اللهم انا نستعينك الخ“ پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ شامی میں واجبات صلوٰۃ میں ہے،

(و) قراءة (قنوت الترتیب) وهو مطلق الدعاء... قال في الشامية: قوله: (وهو مطلق

الدعاء) أي القنوت الواجب يحصل بأى دعاء كان في النهار، وأما خصوص: اللهم

انا نستعينك فسنة فقط، حتى لو أتى بغيره جاز اجماعاً. (درالمختار ج ۲ ص ۱۶۳)

اگر کسی کو دعائوت یاد نہ ہو تو وہ یہ دعا ”ربنا اتنا فی الدنيا حسنة الخ“ یا کوئی ایسی

دعا جو کلام الناس کے مشابہ نہ ہو پڑھ لے، یا تین دفعہ ”اللهم اغفر لی“ کہہ دے یا تین دفعہ ”یا

رب“ کہ دے نماز ہو جائیگی البتہ دعائوت مخصوصہ ”اللهم انا نستعينك الخ“ کا پڑھنا چونکہ

سنت ہے اس لیے دعائے قنوت یاد کر لینی چاہیے۔

وفی حلبي كبير : وغير ذلك من الادعية التي لا تشبه كلام الناس ومن لا يحسن القنوت يقول "ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار" وقال ابو الليث يقول "اللهم اغفر لي" يكررها ثلاثا وقيل يقول "يا رب" ويكررها ثلاثا . (حلبی کبیر ص ۲۱۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

وتر کی قضاء میں لوگوں کے سامنے تکبیر کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے

سوال : میں نے ایک عالم سے سنا ہے کہ قضا نمازیں مخفی طور پر پڑھنی چاہیں اسلئے کہ نماز کو قضا کرنا ایک جرم اور گناہ ہے لہذا اس کو ظاہر کئے بغیر مخفی طور پر ادا کریں اب ایک آدمی مسجد میں قضا نماز پڑھ رہا ہے اب وتر کی قضا میں دعائے قنوت کی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائیگا اب یہ آدمی کیا کرے تکبیر پر ہاتھ اٹھائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر پڑھے؟

جواب : بلاشبہ قضا نمازیں مخفی طور پر ادا کرنی چاہیں تاکہ اپنی کوتاہی لوگوں پر ظاہر نہ ہو، اس لئے وتر کی قضاء میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیر پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے صرف تکبیر پر اکتفاء کرنا کافی ہے البتہ جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرتا ہو اور لوگوں پر اس کی لاپرواہی مخفی نہ ہو تو وہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھالے

وفی الشامیة :

تحت قوله (رافعا یدیه) ای سنة الى هذا اذنیہ کتکبیر الاحرام وهذا کما فی الامداد عن مجمع الروایات لوفی الوقت اما فی القضا عند الناس فلا یرفع حتی لا یطلع أحد علی تقصیرہ . (ص ۲۴۲ ج ۲)

وفی مراقی الفلاح : الا اذا قضاہ ای عند الناس بدلیل ما بعدہ یرفعہ متعلق بیری عند من یراہ ای سواء کان فی المسجد أم فی غیرہ واذا لم یکن أحد عنده یرفع وفيه ان صلاته ثلاث رکعات تؤذن بالتهاون وقد يقال أن الرفع أشد ایذا فی ذالک . (ص ۲۰۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد صلاح الدین چتر الی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنے کا حکم

سوال : شعبان کی انتیس تاریخ کو رات کو دیر تک معلوم نہیں ہوتا کہ کل رمضان ہے یا نہیں ہے

بعض لوگ وتر پڑھ لیتے ہیں کیا وتر کے بعد تراویح اداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک رہتا ہے، لہذا وتر کی نماز کے بعد تراویح پڑھنا درست ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لیں۔

فی التنبیر و شرحہ : و وقتہا بعد صلاة العشاء الى الفجر قبل الوتر و بعده فی الاصح .
(صفحہ ۴۹۴ ج ۲ مکتبہ امدادیہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دعاء قنوت یاد نہ ہو تو کیا پڑھے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اکثر لوگوں کو دعائے قنوت یاد نہیں ہوتی اب وتر کی نماز میں وہ کیا پڑھیں؟ (مستفتی جمیل الرحمن)

جواب: جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ اس کی جگہ جو بھی دعا پڑھے تو اس سے نماز ہو جائے گی البتہ بہتر یہ ہے کہ (ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار) پڑھے اور ساتھ ساتھ دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ جب تک دعائے قنوت یاد نہ ہو اس پر اکتفا کرے اور جس کو (ربنا اتنا) بھی یاد نہ ہو تو اللہم اغفر لی تین مرتبہ یا تین مرتبہ (یارب) کہنے سے نماز ہو جائے گی۔

وفی الشامی

ومن لا یحسن القنوت یقول (ربنا اتنا) الآية وقال ابو الیث یقول: اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا: وقیل یقول: یارب ثلاثا ذکرہ فی الذخیرۃ - (صفحہ ۴۴۳ جلد ۲)

وفی الہندیۃ

ولیس فی القنوت دعاء مؤقت کذا فی التبیین والاولی ان یقرأ اللہم انا نستعینک و یقرأ بعدہ اللہم اهدنا فیمن ہدیت ومن لم یحسن القنوت • یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار کذا فی المحيط أو یقول اللہم اغفر لنا و یکرر ذالک ثلاثا و هو اختیار ابی الیث کذا فی السراجیۃ - (صفحہ ۱۱۱ جلد ۱)

وفی حلبی کبیر

ومن لا یحسن القنوت یقول ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنیۃ و قنا عذاب النار وقال ابو الیث یقول:

اللہم اغفر لی یکررها ثلاثا وقیل یقول: یارب و یکررها ثلاثا - (صفحہ ۴۱۸ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی السنن والنوافل والقضاء

فرض اور سنتوں کے درمیان کتنی تاخیر کی گنجائش ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ فرض نمازیں جن کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے ظہر، مغرب اور عشاء وغیرہ، ان فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان کتنی تاخیر جائز ہے؟ اکثر لوگ فرضوں کے بعد لمبے لمبے وظائف میں مشغول ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے سنتوں میں کافی تاخیر ہو جاتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب : فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان اتنی تاخیر کرنا کہ جس میں ”اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والا کرام“ یا اسی کی مقدار دوسری مسنون تسبیحات جیسے ”لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر“ یا ”اللہم لا مانع لما اعطیت، ولا معطى لما منعت، ولا ینفع ذا الجد منک الجد“ یا آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھ سکے جائز ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنا یا ان سب کو ملا کر پڑھنا درست نہیں۔ اذکار مسنونہ سنت مؤکدہ کے بعد پڑھنے سے فضیلت میں کمی نہیں واقع ہوتی۔

وفی الدر المختار :

ویکره تاخیر السنة الا بقدر : اللہم انت السلام الخ . قال الحلوانی : لا باس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال . قال الحلبي : ان ارید بالکراهة التنزیهية ارتفع الخلاف . قلت : وفی حفظی حملہ علی القلیلة ویستحب ان یستغفر ثلاثا ویقرأ آیۃ الکرسی والمعوذات ویسبح ویحمد ویکبر ثلاثا وثلاثین ، ویهلل تمام المائۃ یدعو ویختم بسبحان ربک .

قال ابن عابدين رحمه الله تعالى : (الا بقدر

اللہم) لما رواه مسلم والترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول : اللہم انت السلام ومنک السلام ، تبارکت یا ذا الجلال والا کرام“ واما ماورد من الاحادیث فی الاذکار عقب الصلوة فلا دلالة فیہ علی الاتیان بها قبل السنة ، بل یحمل علی الاتیان بها بعدها ، لان السنة من لواحق الفریضة ، وقول عائشہ ”بمقدار“ لا یفید انه کان یقول ذلک بعینہ ، بل کان یقعد ما یسعه ونحوہ من القول تقریبا ، فلا ینافی ما فی الصحیحین من ”انه صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر کل صلاة مكتوبة : لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له ، له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ، اللہم لا مانع لما اعطیت ، ولا معطى لما منعت ، ولا ینفع ذا الجد“ وتماہ فی شرح المنیۃ ، وكذا فی الفتح من باب الوتر والنوافل الخ..... (در المختار ج ۲ ص ۲۴۶)

وفی حلبی کبیر: (فان كان بعدها) ای بعد المكتوبة (تطوع يقوم الى التطوع) بلا فصل الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام (ويكره تاخير السنة عن حال اداء الفريضة) باكثر من نحو ذلك القدر لما روى مسلم والترمذی عن عائشةؓ قالت كان رسول الله ﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام. واما ما روى ابو داؤد عن ابی رمثة قال صليت هذه الصلوة مع رسول الله ﷺ وكان ابو بكر وعمر يقومان فی الصف المقدم عن يمينه وكان رجل قد شهد التكبيرة الاولى من الصلوة فصلى رسول الله ﷺ صلوة ثم سلم عن يمينه ويساره حتى رأينا بياض خديه ثم انتقل كانتقال ابی رمثة یعنی نفسه فقام الرجل الذى ادرك معه التكبيرة الاولى يشفع فوثب عمر فاخذ بمنكبيه فهزه ثم قال اجلس فانه لم يهلك اهل الكتاب الا انهم لم يكن بين صلاتهم فصل

فرفع النبی ﷺ بصره فقال اصاب الله بك يا ابن الخطاب فلا يعارض حديث عائشةؓ اما اولاً فلانه لا يعاد له فى الصحة واما ثانياً فلانه لا مخالفة بينهما لان المكث مقدار اللهم انت السلام الخ فصل ولا دليل على المكث اكثر من ذلك فيكره لمخالفة ما كان دابه ﷺ كما هو مفهوم حديث عائشةؓ واما ما ورد من الاحاديث فى الاذكار عقيب الصلوة فلا دلالة فيها على الاتيان بها عقيب الفرض قبل السنة بل تحمل على الاتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تداخل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقبها لان السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية منها فما يفعل بعدها يطلق عليه انه فعل بعد الفريضة وعقبها وقول عائشةؓ مقدار ما يقول الخ يفيد ان ليس المراد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذلك المقدار ونحوه من القول فى دبر كل صلوة مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لمانعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وكذا ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن زبيرؓ كان رسول الله ﷺ اذا سلم من صلاته قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون لان المقدار المذكور من حيث التقريب دون التحديد قد يسع كل واحد من نحو هذه الاذكار لعدم التفاوت الكثير بينهما وكون التقدير بالتقريب فى التخمين دون التحديد والتحقيق. والله اعلم. (حلبی کبیر ص ۳۴۱، ۳۴۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

ظہر کی سنتوں میں ترتیب کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی سے ظہر کی چار سنت رہ گئیں اب فرض نماز پڑھنے کے بعد وہ آدمی کیا کرے پہلے دو سنت پڑھے یا چار سنت؟ (مستفتی سلطان محمود)

جواب : ظہر کی چار سنت رہ جانے کی صورت میں فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد پہلے دو سنت پڑھنی چاہیے تاکہ وہ اپنے مقام پر ادا ہوں لیکن اگر کوئی اس کے خلاف کرے یعنی پہلے چار سنت پڑھے تب بھی درست ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلے دو سنت پڑھے بعد میں چار سنت پڑھے۔

وفتی فتح القدیر

(قوله انما الخلاف الخ) فعند ابی یوسف بعد الركعتین وهو قول ابی حنیفة وعلى قول محمد قبلهما وقيل الخلاف على عسكه والاولی تقدیم الركعتین لأن الاربع فاتت عن موضوع المسنون فلا تفوت الركعتان أيضاً عن موضوعهما قصداً بلا ضرورة۔ (صفحة ۴۱۵ جلد ۱)

وفی الشامی

لكن رجح فی الفتح تقدیم الركعتین قال فی الامداد: وفی فتاوی العتابی انه المختار وفی مبسوط شیخ الاسلام انه الأصح لحديث عائشة رضی الله عنها (انه علیه الصلاة والسلام كان اذا فاتته الأربع قبل الظهر یصلیهن بعد الركعتین وهو قول ابی حنیفة وكذا فی جامع قاضیخان۔ (صفحة ۵۱۴ جلد ۲)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

مسافر کے لئے سنتیں پڑھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسافر آدمی کہیں عارضی قیام کرے تو موکدہ سنتیں پڑھنی ضروری ہیں؟ (المستفتی مولوی محمد ذریہ اسماعیل خان)

جواب : چونکہ فجر کی سنتوں کے بارے میں تاکید زیادہ آئی ہے اس لئے فجر کی سنتیں سفر کی حالت میں بھی نہیں چھوڑنی چاہئیں۔ لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ((لاتدعوار کعتی الفجر ولو سطر دتکم الخیل)) اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۱۵

باقی سنتوں کے بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مسافر اگر حالت نزول وقرار میں ہے تو پڑھ لینا افضل وبہتر ہے اور اگر حالت سیر میں ہے تو نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ موکدہ سنتیں سفر میں غیر موکدہ کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ تاہم ان کا رتبہ نوافل سے زیادہ ہے۔

كما قال العلامة ظفر احمد العثماني في اعلاء السنن: قلت والا ظهر عندی مانقله الترمذی عن الاكثر، ولكن التأكد لا یبقی فی السفر للرابطة مطلقاً غیر سنة الفجر كما یفیده اختلاف العلماء فی فعلها وتركها، واختلاف الآثار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فبقی الرواتب فی السفر سنة غیر موکدة والا تلتحق بالتطوع المطلق.....

وأما ركعتا الفجر موكدة سفرًا وحضرًا جميعًا. اعلاء السنن ج ۷ ص ۳۱۵
 وقال في حلبى كبير: يرخص للمسافر ترك السنن على قول البعض وقال الفضلى
 لا يرخص..... وقال الهندوانى الفعل حالة النزول والترك فى حالة السير وهذا هو الا
 عدل اذالم تكن مشقة حالة النزول..... وقال هشام رأيت محمدًا كثيرًا لا يتطوع فى
 السفر قبل الظهر ولا بعدها ولا يدع ركعتى الفجر والمغرب. حلبى كبير ص ۵۴۵
 وفى مراقى الفلاح: فان كان فى حال نزول وقرار روأمن يأتى بالسنن وان كان سائرًا أو
 خائفًا فلا يأتى بها وهو المختار. حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۳۰.
 وكذا فى الدر المختار: قال العلامة الحصكفى (ويأتى) المسافر (بالسنن) ان كان (فى)
 حال امن وقرار والا) بان كان فى خوف وقرار (لا) يأتى بها هو المختار لانه ترك
 لعذر، قيل الاسنة الفجر. در مختار ج ۲ ص ۱۳۱.
 وفى الهندية: وبعضهم جوزوا للمسافر فترك السنن والمختار أنه لا يأتى بها فى
 حال الخوف ويأتى بها فى حال القرار والامن. هندية ج ۱ ص ۱۳۹.

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

بنده صلاح الدين ذيروى

عبد الرحمن عفا الله عنه

ظہر کی چار رکعت سنت کا حکم جب دو رکعت پر سلام پھیرا جائے!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی ظہر کی چار سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہو گئی اب اس نے دو رکعات پر سلام پھیر کر امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا اب سوال یہ ہے کہ بعد میں یہ آدمی چار رکعات پڑھے گا یا دو رکعت پڑھنا کافی ہے اس لئے کہ دو رکعت پہلے پڑھ چکا ہے؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی فضل رحیم)

جواب: صورت مذکورہ میں چار رکعات سنت ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت پڑھنا کافی نہیں ہے اس لئے کہ ظہر کی چار سنتیں ایک سلام کے ساتھ مسنون ہیں۔

وفى حلبى كبير

وعن ابى ايوب الانصارى كان عليه الصلوة والسلام يصلى بعد الزوال اربع ركعات
 فقلت ماهذه الصلوة التى تداوم عليها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السماء فأحب أن
 يصعد لى فيها عمل صالح فقلت أفى كلهن قراءة قال نعم فقلت بتسليمة واحدة أم
 بتسليمتين فقال بتسليمة واحدة رواه ابو داود والترمذى - (صفحه ۳۸۴)

وفى التنوير وشرحه

وسن مؤكداً اربع قبل الظهر واربع قبل الجمعة واربع بعدها..... بتسليمة فلو
 بتسليمتين لم تنب عن السنة - (صفحه ۳۵۱ جلد ۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

صلاح الدين چترالى

عبد الرحمن عفا الله عنه

نوافل الیل میں سری و جہری قرأت

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ منفرد رات کی نفلی نماز میں ایک ہی رکعت میں سر اور جہر کو جمع کر دے یا پہلی رکعت میں آہستہ اور دوسری رکعت میں جہراً قرأت کرے یا اس کا برعکس تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا اس کی نماز ہو جائے گی؟ (مستفتی محمد عظیم خان)

جواب : منفرد رات کی نفلی نماز میں ایک رکعت میں سر اور جہر دونوں کو جمع کرے یا پہلی رکعت میں سر اور دوسری رکعت میں جہراً قرأت کرے یا پہلی رکعت میں جہراً دوسری میں ستراً قرأت کرے تو ان تمام صورتوں میں اس کی نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔ البتہ ایک ترتیب سے قرأت کرنا زیادہ افضل ہے۔

وفی خلاصة الفتاوی:

فان كان متنفلاً ان كان في النهار يخافت وان كان في الليل يخير بين الجهر والمخافة والجهر افضل..... (صفحة ۹۴ جلد ۱)

وفی حاشیة الطحطاوی:

والمنفرد بفرض مخیر فیما یجهر الامام فیہ وقد بینا لا وفیما یقضیہ مما سبق به فی الجمعة والعیدین کمتنفل باللیل فانه مخیر (صفحة ۱۳۸)

وفی الخانیة:

ولا سهو علی المنفرد فی شی من ذالک لأنه مخیر بین الجهر والمخافة..... (صفحة ۱۲۰ جلد ۱)

مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو امداد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۵۶۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دو رکعت نفل کی نیت سے چار رکعت ادا کرنا

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کوئی شخص دو رکعت نفل نماز کی نیت باندھ لے، سہواً قعدہ میں عہدہ و رسولہ تک پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے اٹھے اب چوتھی رکعت بھی پوری کر کے سلام پھیرے، کیا ایسی صورت میں نماز بلا سجدہ سہو کے درست ہے؟ یعنی کوئی کراہت تو نہیں یا سجدہ کرنا چاہیے؟

اسی طرح اگر قصداً ایسا کر لے تو اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ سجدہ سہو ہے یا نہیں اگر سجدہ سہو نہیں ہے تو کیوں؟ حالانکہ لفظ سلام کو (جو کہ واجب تھا) اس نے چھوڑا ہے اور ایسی صورت میں اس کا تیسری رکعت کی طرف منتقل ہونا کیا حیثیت رکھتا ہے یعنی تکبیر تحریمہ کا شمار ہوگا یا تکبیر

انتقالی یا کیا؟ (مستفتی عبدالقادری)

جواب : مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں مذکورہ شخص کی نماز بلا کراہت درست ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے دو رکعت پڑھی اور التحیات بھی عبدہ و رسولہ تک مکمل پڑھ لی تو اس کا پہلا شفع مکمل ہو گیا۔ اب مزید دو رکعت کی بناء پہلی والی تکبیر تحریمہ پر کرنے کی وجہ سے سلام پھیرنا بھی اس پر واجب نہیں رہا، اس لئے سجدہ سہو کرنا بھی اس پر ضروری نہیں اور ان کا تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہونے کی حیثیت تکبیر تحریمہ کی سی ہے۔ (یعنی اس کا تیسری رکعت کی طرف منتقل ہونا تکبیر تحریمہ کی مانند ہے)

وفی البحر:

واما اداء النفل بتحریمة النفل فلا شک فی صحته اتفاقا لما ان الكل صلاة واحدة
بدلیل ان القعود لا یفترض الا فی اخرها علی الصحيح (بحر الرائق ۱/۱۲۲)

وفی الشامیة:

قوله: (لان كل شفع منه صلاة..... فاذا قام الى شفع اخر كان بانیا صلاة علی تحریمة
صلاة..... وان القيام الى الثالثة بمنزلة تحریمة مبتدأة. (شامی ۲/۱۵۰)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین

عبدالرحمن عفا الله عنه

دوران ڈیوٹی نفل نماز کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ میرا ایک نوکر ہے میں اس کو نماز پڑھنے کے لئے مسجد بھیجتا ہوں تو وہ جماعت پوری ہونے کے بعد واجبات اور سنن کے علاوہ نوافل بھی ادا کرتا ہے جس کی وجہ سے کافی دیر لگتا ہے کیا میں اس کو ڈیوٹی کے اوقات میں نفل نماز پڑھنے سے روک سکتا ہوں، روکنے کی بناء پر مجھے کہیں گناہ تو نہیں ہوگا؟ (مستفتی محمد زبیر قریشی کورنگی نمبر ۱)

جواب : مذکورہ صورت میں نوکر ڈیوٹی کے اوقات میں سیٹھ کی اجازت کے بغیر فرائض، واجبات اور سنن کے علاوہ نفل نماز نہیں پڑھ سکتا، اگر سیٹھ ڈیوٹی کے اوقات میں اس کو نفل نماز پڑھنے سے روکنا چاہے تو روک سکتا ہے شرعاً اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور اجازت دے تو ثواب سیٹھ کو بھی ملے گا۔

فی ردالمختار:

(قوله وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة، قال في التتارخانية: وفي فتاوى الفضلى وإذا استأجر رجلا يو ما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلك العمل الى تمام المدة ولا يشتغل بشئ آخر سوى المكتوبة، وفي فتاوى سمرقند: وقد قال بعض مشايخنا: له أن يودي السنة أيضاً، واتفقوا أنه لا يودي نفلاً، وعليه الفتوى، الخ (ص ۹۶ ج ۹)

(ومثله فی الہندیۃ فی الباب الثالث فی الاوقات التی یقع علیہا عقد الاجارۃ ج ۳ ص ۴۱۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اگر امام نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو امامت کرا سکتا ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک حافظ صاحب نے کہا ہے کہ جس امام نے سنتیں نہیں پڑھی ہوں مثلاً فجر کی سنتیں یا ظہر کی تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اب پوچھنا ہے کہ حافظ صاحب کی یہ بات کس حد تک درست ہے کیا واقعی نماز نہیں ہوتی یا مکروہ ہے یا کچھ حرج نہیں شریعت کی روشنی میں جواب دیں؟ بینواتو جروا۔ (مستفتی بخت نواز دیروی)

جواب : جس امام صاحب نے سنن قبلہ (خواہ فجر میں ہو یا ظہر میں) نہ پڑھ سکا ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا صحیح ہے، اور نماز مکروہ بھی نہ ہوگی۔

فی التنبیہ مع شرحہ :

(والاحق بالامامۃ الاعلم بأحكام الصلوة) فقط صحة و فساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة.....

ومثله امام المسجد الراتب. (أولی بالامامۃ من غیرہ) مطلقاً

قال العلات ابن عابدین :

قوله (مطلقاً) أى وان كان غیرہ من الحاضرين من هوا اعلم واقرا منه. (جلد ۲/۲۶۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال : قضاء نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور کتنی رکعتیں پڑھنی ہیں یہ بھی لکھ دیں۔

جواب : قضاء نمازوں کو پڑھنے کا طریقہ وہی ہے جو ادا نمازوں کا ہے صرف نیت میں قضاء نماز کا ذکر کرنا ہوگا۔ اگر قضاء نمازیں بہت زیادہ ہیں اور انکی تعداد معلوم نہیں ہے تو اسکا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک تعداد اندازے سے مقرر کر لیں مثلاً دو برس کی نمازیں یا ظہر کی ۱۰۰ نمازیں میرے ذمہ ہیں پھر ہر وقتی نماز کیساتھ قضاء بھی پڑھتے رہیں اور ہر نماز قضاء کرتے وقت یہ نیت کر لیں کہ اس وقت کی (مثلاً ظہر

کی) جتنی نمازیں (مثلاً ۱۰۰) میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی کو قضاء کرتا ہوں اسی طرح دوبارہ جب قضاء پڑھیں تو پھر یہی نیت کر لیں کہ اس وقت کی جتنی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے پہلی کی قضاء پڑھتا ہوں۔

جتنی رکعتیں اصل ادا نماز کی ہیں اتنی ہی قضاء نماز میں پڑھنی ہیں مثلاً ظہر چار رکعت ہے تو اسکی قضاء بھی چار رکعت ہوگی۔ مغرب تین رکعت ہے تو اسکی قضاء بھی تین رکعت ہوگی۔ فرض نمازوں کے علاوہ وتر جو واجب ہیں انکی قضاء بھی ضروری ہے، سنتوں کی قضاء نہیں ہے توبہ استغفار کرے، صرف فجر کی سنتیں اسی دن اشراق کا وقت شروع ہونے سے لیکر زوال تک قضاء پڑھ سکتے ہیں اسکے بعد نہیں۔

قال فی شرح التنویر :

(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) وجميع اوقات العمر وقت للقضاء الا الثلاثة المنهية.... وفي الشامية : (قوله وقضاء الفرض الخ) قوله والسنة يومهم العموم كالقرض والواجب ليس كذلك فلو قال وما يقضى من السنة لرفع هذا الوهم رملی . قلت وأورد عليه الوتر ، فانه عندهم سنة ، وقضاؤه واجب في ظاهر الرواية ، لكن يجاب بأن كلامه مبني على قول الامام صاحب المذهب ، ص ۶۲ قال في شرح التنویر : كثرت الفوائت نوى اول ظهر عليه أو آخره ، وفي الشامية : (قوله كثرت الفوائت الخ) فان أراد تسهيل الأمر ، يقول أول فجر مثلاً ، فانه اذا صلاه يصير ما يليه أولاً أو يقول آخر فجر ، فان ما قبله يصير آخراً ولا يضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت . وقيل لا يلزمه التعین أيضاً كما في صوم ايام من رمضان واحد الخ . (ردالمحتار ج ۲ ص ۷۶ - ۷۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی التراویح

بیٹھ کر تراویح پڑھنا اور پہلی رکعت کے رکوع میں شامل ہونے سے پہلے بیٹھے رہنا کیسا ہے؟

سوال : بعض لوگ نماز تراویح میں ہر شفعہ کی پہلی رکعت میں بیٹھے بیٹھے ہی امام کیساتھ تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور جب امام رکوع کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً اٹھ کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ تو بغیر تکبیر تحریمہ کہے ہی بیٹھے رہتے ہیں اور قرآن پاک سنتے رہتے ہیں ، سب امام رکوع کا ارادہ کرتا ہے تو

اٹھ کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شامل ہو جاتے ہیں کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے؟ نیز بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

جواب : ۱۔ جو لوگ بیٹھے ہوئے تکبیر تحریمہ کہتے ہیں اور پھر رکوع میں کھڑے ہو کر شامل ہوتے ہیں اگر سستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں تو ان کا یہ فعل مکروہ ہے اور اگر بڑھاپے وغیرہ کی وجہ سے کرتے ہیں تو مکروہ نہیں۔

جو لوگ بغیر تکبیر تحریمہ کہے بیٹھ کر قرآن پاک سنتے رہتے ہیں اور پھر رکوع کے وقت تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز تراویح میں شامل ہوتے ہیں تو واضح رہے کہ نماز تراویح پڑھنا ایک الگ سنت ہے اور نماز تراویح میں پورا قرآن پاک سننا ایک الگ مستقل سنت ہے تو یہ لوگ باوجود مسجد میں ہونے کے تراویح میں پورا قرآن پاک سننے کی سنت سے محروم رہ جاتے ہیں لہذا ان کا یہ فعل پہلے لوگوں (جو تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ بیٹھ کر کہتے ہیں اور رکوع کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں) کی بنسبت زیادہ مکروہ ہے۔

۲۔ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز تراویح پڑھنا مکروہ ہے۔

قال فی شرح التنویر :

(وتكره قاعداً) لزيادة تاكدها، حتى قيل لاتصح (مع القدرة على القيام) كما يكره تاخير القيام الى ركوع الامام للتشبه بالمنافقين .
وفى الشامية : (قوله وتكره قاعداً) أى تنزيهاً، لمافى الحلية وغيرها من انهم اتفقوا على أنه لا يستحب ذلك بلا عذر، لأنه خلاف المتوارث عن السلف (قوله حتى قيل الخ) أى قياساً على رواية الحسن عن الامام فى سنة الفجر، لان كلامهما سنة مؤكدة : والصحيح الفرق بأن سنة الفجر مؤكدة بلا خلاف بخلاف تراويح كما فى الخانية، وقدمنا عبارتها فى بحث سنة الفجر . (قوله كما يكره الخ) ظاهره أنها تحريم لليلة المذكورة وفى البحر عن الخانية : يكره للمقتدى أن يقعد فى التراويح فاذا اراد الامام أن يركع يقوم لان فيه اظهار التكاسل فى الصلوة والتشبه بالمنافقين قال تعالى ”واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى“ . قال فى الخانية وفيه اشعار بأنه اذا لم يكن لكسل بل لكبر ونحوه لا يكره وهو كذلك، هـ (رد المحتار ج ۲ ص ۴۸)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

تراویح میں ختم قرآن کے بعد سورۃ بقرہ کا پڑھنا

سوال : رمضان المبارک میں حفاظ کرام نماز تراویح میں جب قرآن پاک ختم کرتے ہیں تو آخری رکعت میں سورۃ الناس کے بعد سورۃ البقرۃ کی چند آیات بھی تلاوت کرتے ہیں کیا ایسا کرنا

درست ہے؟

جواب : نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے کہ ”بہتر آدمی وہ ہے جو قرآن کو ختم کرنے کیساتھ ہی دوبارہ شروع کر دے“ لہذا حفاظ کرام کا تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر ایسا کرنا بالکل درست ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حافظ انیسویں رکعت میں معوذتین (قل اعوذ برب رب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) دونوں پڑھ لے اور بیسویں (آخری) رکعت میں سورۃ فاتحہ کیساتھ سورۃ بقرہ کی چند آیات پڑھ لے۔

قال فی شرح التنویر :

ویکبرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وأن یقرأ منکوساً الا اذا ختم فیکراء من البقرۃ . قال فی الشامیۃ : قوله (الا اذا ختم الخ) قال فی شرح المنیۃ وفی الولوالجیۃ : من یتختم القرآن فی الصلوۃ اذا فرغ من المعوذتین فی الركعۃ الاولی یرکع ثم یقرأ فی الثانیۃ بالفتاحۃ وشئ من سورۃ البقرۃ ، لان النبی ﷺ قال ”خیر الناس الحال المرتحل“ ائی الخاتم المفتوح . ۵ (رد المحتار ج ۲ ص ۲۶۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

وتر پڑھنے کے بعد تراویح پڑھنے کا حکم

سوال : شعبان کی انتیس تاریخ کو رات کو دیر تک معلوم نہیں ہوتا کہ کل رمضان ہے یا نہیں ہے، بعض لوگ وتر پڑھ لیتے ہیں کیا وتر کے بعد تراویح اداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب : تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک رہتا ہے، لہذا وتر کی نماز کے بعد تراویح پڑھنا درست ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لیں۔

فی التنویر و شرحہ : و وقتہا بعد صلاۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الأصح .

(صفحہ ۹۴ ج ۲ مکتبہ امدادیہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کیا نماز تراویح صرف مردوں کیلئے پڑھنا ضروری ہے
یا عورتوں کیلئے بھی؟

سوال : کیا مردوں کی طرح عورتوں کیلئے بھی نماز تراویح پڑھنا ضروری ہے؟

جواب : بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔ اور جیسے مردوں کیلئے نماز تراویح پڑھنا ضروری ہے ایسے ہی عورتوں کیلئے بھی ضروری ہے لیکن عورتیں گھروں میں نماز تراویح اداء کریں گی۔

قال فی شرح التنویر :

(التراويح سنة) مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (للرجال والنساء) اجماعا. قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله اجماعا) راجع الى قول المتن سنة للرجال والنساء، وأشار الى أنه لا اعتداد بقول الروافض أنها سنة الرجال فقط على ما في الدرر والكافي أو أنها ليست بسنة أصلا كما هو المشهور عنهم على ما في حاشية نوح، لأنهم أهل بدعة يتبعون أهواءهم لا يعولون على كتاب ولا سنة، وينكرون الأحاديث الصحيحة. (رد المحتار ج ۲ ص ۴۳-۴۴) (ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی سجود السہو وسجود التلاوة

شک کی وجہ سے سجدہ سہو کا حکم

سوال : ایک آدمی نے نماز میں محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو کر لیا تو کیا اسکی یہ نماز درست ہوگئی یا دوبارہ اعادہ کرنا ہوگا؟

الجواب : بلا وجوب سجدہ سہو محض شک کی وجہ سے سجدہ سہو نہیں کرنا چاہیئے اگر اتفاقاً غلطی سے ایسا کر لیا تو نماز ہو جائیگی اعادہ کی ضرورت نہیں اور آئندہ ایسے شبہ اور شک میں سجدہ سہو نہ کرنا چاہیئے اگر ظن غالب ترک واجب کا ہو تو سجدہ سہو حسب معمول ایک سلام کے بعد کرے۔

ولو ظن الامام السهو فسجد له فتابعه فبان أن لاسهو فالاشبه الفساد..... وفي الفيض

وقيل لا تفسد وبه يفتى . وفي البحر عن الظهيرية : قال الفقيه أبو الليث: في زماننا

(شامی ج ۲ ص ۳۵۰)

لا تفسد لأن الجهل في القراء غالب .هـ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز کے اندر سجدہ تلاوت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی نماز میں آیت سجدہ پر سجدہ

تلاوت کرنے کی بجائے نو/ دس آیات پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔ کیا سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کرنے سے ادا ہوگی یا نہیں۔ امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی لیکن مقتدیوں نے نہیں کی تو کیا امام کی نیت سجدہ تلاوت میں مقتدیوں کے لئے کافی ہوگی یا نہیں۔ اس طرح اگر کسی نے نماز میں سجدہ تلاوت ادا نہیں کی بعد میں قضا کس طرح کرے؟ (مستفتی عامر احمد)

جواب: سجدہ تلاوت آیت سجدہ کے فوراً بعد ادا کرنا ضروری ہے اور آیت سجدہ کے بعد ایک یا دو یا تین آیات پڑھنے کے بعد ادا کرے تب بھی درست ہے لیکن نو/ دس آیات پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت ادا کرنے سے تاخیر واجب کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

فی الدر المختار

ویاثم بتأخيرها ويقضيها مادام في حرمة الصلاة ولو بعد السلام قال الشامي تحت هذه المسئلة فان كانت صلوية فعلى الفور ثم تفسير الفور: عدم طول المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين أو ثلاث على ماسيأتي - (صفحة ۵۸۴ جلد ۲)

وفی حلی کبیر

فان قرأ بعدها اربع آیات انقطع الفور بلا خلاف وان قرأ ثلاث آیات قيل ينقطع واليه مال شيخ الاسلام خواهر زاده وقيل لا، واليه مال شمس الانمة الحلواني وهو اصح رواية وبعد اسطر قال: فهذا نص على أن الثلاث ليست قاطعة للفور - (صفحة ۵۰۴ جلد ۱)

سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کرے۔ سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے بشرطیکہ آیت سجدہ کے فوراً بعد یا دو تین آیات پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہو تین آیات سے زیادہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنے سے تاخیر واجب کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

وفی الدر المختار

وتؤدى برکوع صلاة اذا كان الرأئوع على الفور من قراءة آية أو آيتين، وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحرين نواه ای تكون الرکوع بسجود التلاوة، على الراجح - (صفحة ۵۸۷ جلد ۲)

وفی الہندیہ

ولو قرأ آية السجدة في الصلاة فأراد أن يركع بها يحتاج الى النية عند الرکوع فان لم يوجد منه النية لا يجزيه عن السجدة - (صفحة ۱۳۳ جلد ۱)

امام کو چاہیے کہ وہ مقتدیوں کو پہلے سے بتائے کہ وہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کریں۔ اگر امام نے رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کی لیکن مقتدیوں نے نہیں کی تو امام کی نیت مقتدیوں کے لئے کافی نہیں ہے۔ مقتدیوں کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے ان کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر امام نے

رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی تو نماز کے سجدے میں بغیر نیت کے مقتدیوں کی طرف سے ادا ہو جائے گا خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے۔

وفی الهندیة

ولو نواها فی الركوع عقب التلاوة ولم ينوها المقتدى لا ينوب عنه ويسجد اذا سلم امامه بعد القعدة ولو تركها تفسد صلاته كذا في القينية اجمعو على ان السجدة التلاوة تنأى بسجدة الصلاة وان لم ينو للتلاوة كذا في الخلاصة - (صفحة ۱۳۲ ج ۱)

فی الدر المختار

ولو نواها فی ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه وبعد اسطر قال: نعم لوركع وسجد لها فوراً بلانيه قال الشامي تحت هذا القول: سجود المقتدى عن سجود التلاوة بلانية تبعاً لسجود امامه لما مر أنفاً انها تؤدي بسجود والصلاة فوراً وان لم ينو والظاهر أن المقصود بهذا الاستدراك التنبه على انه ينبغي أن لا ينوها في الركوع لأنه اذا لم ينوها فيه ونواها في السجود اولم ينوها اصلاً لاشي على المؤتم لأن السجود هو الاصل فيها بخلاف الركوع فاذا نواها الامام فيه ولم ينوها المؤتم لم يجزه. (صفحة ۵۸۷ جلد ۲)

اگر کسی نے نماز میں سجدہ تلاوت ادا نہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی قضا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے توبہ استغفار کرنا ضروری ہے۔

وفی البحر الرائق

(قوله ولم تقض الصلاة خارجها) اي خارج الصلاة لان السجدة المتلوة في الصلاة افضل من غيرها لأن قراءة القرآن في الصلاة افضل منها في غيرها فلم يجز أداءها خارج الصلاة لأن الكامل لا يتأدى بالناقص وبعد اسطر قال: أنه اذا لم يسجد في الصلاة حتى فرغ فانه ياثم لانه لم يؤد الواجب ولم يمكن قضاءه لما ذكرنا وهذا من الواجبات التي اذا فات وقته تقرر الاثم والمخرج له عنه التوبة كسائر الذنوب (صفحة ۱۲۲ جلد ۲)

وفی الدر المختار

ولو تلاها في الصلاة سجد فيها لا خارجها لما مر وفي البدائع واذا لم يسجد أثم فتلزمه التوبة - (صفحة ۵۸۵ جلد ۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جترالى

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

سجدہ تلاوت کی قضاء کا حکم

سوال: ایک حافظ آٹھ دس سال سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا آیا ہے رمضان میں تراویح پڑھاتا ہے۔ ابتدائی دو تین سال تو سجدہ تلاوت کرتا رہا پھر بعد میں تساہل کی بناء پر اس سے چھوٹے رہے اب ان کے قضا کی کیا صورت ہوگی واضح رہے کہ چھوٹے ہوئے سجدے نماز کے ملاوہ ہیں؟ (مستفتی شاہد)

جواب : صورت مذکورہ میں جتنے بھی سجدہ تلاوت اس سے چھوٹ گئے ہیں ان کا اندازہ لگا کر ادا کرے اور اگر بہت زیادہ ہیں تو فی یوم مقدار مقرر کرے اور ادا کرتا رہے۔ مزید تاخیر نہ کرے کیونکہ یہ ان کے ذمہ واجب ہیں۔

وفی درالمختار:

(وہی علی التراخی) علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیہاً ویکفیه أن یسجد عدد ما علیہ
بلا تعین ویکون مودیاً (جلد ۲ صفحہ ۵۸۳)

وفی مراقی الفلاح: وصفتها الوجوب علی الفور فی الصلوۃ وعلی التراخی ان کانت
غیر صلوئہ (صفحہ ۲۶۰)

وباللہ التوفیق

الجواب صحیح

محمد عزیز جتالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سجدہ تلاوت کے ساقط ہونے کی ایک صورت

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ

(۱) ایک عورت نے دوران نماز آیت سجدہ پڑھی لیکن ابھی تک سجدہ نہیں کیا تھا کہ اسکو حیض آگیا، کیا اب یہ سجدہ اس پر واجب رہے گا؟

(۲) ایک شخص نے نماز کے اندر سجدہ تلاوت پڑھی اس کا سجدہ بھی کیا پھر کسی وجہ سے اسکی نماز فاسد ہوگئی، کیا اب اس پر سجدہ تلاوت باقی ہے؟

جواب : صورت مذکورہ میں اس عورت سے سجدہ تلاوت ساقط ہو چکا اب اس کے ذمے اسکی قضاء واجب نہیں۔

فی الہندیہ :

المراۃ اذا قرأت آية السجدة فی صلوئہا ولم تسجد حتی حاضت سقطت عنها
السجدة کذا فی القنیۃ، جلد ۱ صفحہ ۱۲۳

(۲) اس صورت میں سجدہ تلاوت تو اس کا ادا ہو گیا لوٹانے کی ضرورت نہیں، البتہ نماز کی قضاء اسکے ذمہ لازم ہے۔

وفی الہندیہ : مصلی التطوع اذا قرأ آية السجدة وسجد لها ثم فسدت صلوئہ وجب
علیہ قضائها ولا تلزم اعادۃ تلک السجدة، جلد ۱ صفحہ ۱۲۳ ص

واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز جتالی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

آیت سجدہ سننے کی صورت میں سجدہ کن پر واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے متعلق کہ ایک شخص آیت سجدہ باواز بلند تلاوت کر رہا تھا کچھ لوگ متوجہ تھے اور کچھ لوگ ذکر میں مشغول تھے وضاحت فرمائیں کہ سجدہ کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں؟ (المستفتی محمد عزیز)

جواب: سجدہ کی آیت تلاوت کرنے والے پر سجدہ واجب ہے وہ خود سنے یا نہ سنے البتہ دوسرے لوگوں کے حق میں آیت سجدہ سننا شرط ہے جبکہ ان کو خبر ہو آیت سجدہ سمجھنا ضروری نہیں۔ پس جو لوگ ذکر وغیرہ میں مشغول ہیں اگر انہوں نے آیت سجدہ سنی اور اس کی خبر بھی ہو گئی تو ان پر بھی سجدہ واجب ہے ورنہ نہیں۔

فی الشامی

(بشرط سماعها) فالسبب التلاوة وان لم يوجد السماع كتلاوة الاصم والسماع شرط
فی حق غیر التالی ولو بالفارسیة اذا اخبر شامی ص ۵۷۷ مکتبہ امدادیہ
(فہم اولم یفہم) قال ابن امیر حاج ینبغی ان یتثنی منہ ولا بسماعہ
الابعد العلم یكون المقروء سجدة تلاوة یعنی وان لم یفہم لان التکلیف بما لا علم
لہ بہ محال حتی لومات قبل قبل الاداء والعلم بالوجوب لاثم علیہ ولا تجب علیہ
الا وقت العلم (طحطاوی ص ۲۶۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

کتبہ محمد قذافی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی الصلوۃ المریض والمسافر

انسان معذور کب بنتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ آدمی کب شرعی معذور بنتا ہے؟ اگر کوئی شخص نماز کے وقت کے اندر صرف وضو کر کے فرض نماز ہی بغیر عذر کے ادا کرے تو اس سے بھی کیا وہ معذور کے حکم میں ہوگا؟ (مستفتی فدا محمد)

جواب: صاحب عذر بننے کے لئے ضروری ہے کہ نماز کے پورے وقت میں سے اتنا وقت بھی نہ ملے جس میں وضو کر کے طہارت کے ساتھ فرض نماز ادا کر سکے۔ اگر پورے وقت میں سے صرف وضو کر کے فرض نماز ہی بغیر عذر کے ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو شرعاً یہ شخص معذور نہیں ہے۔

وفی شرح التنویر:

(ان استوعب عذره تمام وقت صلوة مفروضة) بأن لا يجد في جميع وقتها زمناً يتوضأ
ويصلي فيه خالياً عن الحدث (ولو حكماً) لأن الانقطاع اليسير ملحق بالعدم (وهذا
شرط العذر) (در المختار جلد ۱ صفحہ ۵۰۴)

وبالله التوفيق
محمد عزيز جتري فيض آبادي

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

رکوع اور سجدہ پر غیر قادر آدمی کی نماز

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک ایسا مریض ہے کہ مرض کی وجہ سے نہ وہ سجدہ کر سکتا ہے اور نہ رکوع کر سکتا ہے لیکن کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو اب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے یا کھڑے ہو کر؟ (مستفتی سیف الاعظم)

جواب : ایسا آدمی بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے البتہ اگر کھڑے ہو کر اشارے سے نماز پڑھے تب بھی نماز درست ہے۔ لیکن بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے۔

وفی الہندیۃ

وكذا لو عجز عن الركوع والسجود وقدر على القيام فالمستحب ان يصلي قاعداً
بايماء وان صلى قائماً بايماء جاز عندنا هكذا في فتاوى قاضيخان - (صفحہ ۱۳۶ جلد ۱)

وفی الشامی

رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر على الركوع والقيام والقراءة يصلي قاعداً
يومی ولو صلى قائماً برکوع وقعد أو ما بالسجود اجزأه والأول أفضل. (۲/۵۶۷)

والله اعلم وعلمه اتم واحکم

صلاح الدین جتري

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

ثبوت قصر وتفسير صلوة وسطی

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں۔

- (۱) کیا قرآن پاک میں قصر نماز کا ذکر آیا ہے اگر ہاں تو حوالہ عنایت کریں۔
- (۲) صلاۃ وسطی سے مراد صلاۃ عصر ہے یا صلاۃ فجر؟ (المستفتی ڈاکٹر فاروق ابوبکر مسجد فیض کراچی)

جواب : (۱) واضح رہے کہ قرآن کریم میں ہر حکم شرعی کا بیان ہونا کوئی ضروری نہیں ہے شریعت کے بہت سارے احکام ایسے ہیں جن کا قرآن کریم میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں ہے تاہم قرآن کریم میں

صراحۃً کوئی ذکر نہیں ہے تاہم قرآن کریم میں قصر نماز کا حکم صاف طور پر آیا ہے۔ سورۃ نساء کے اندر ((وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا أَعْدَاؤُكُمْ يُبِينُونَ)) پ ۵۔ رکوع نمبر ۱۲ جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے۔ (یعنی جو نماز حضر میں چار رکعت کی ہو اس کی دو رکعت پڑھو۔)

قال الامام الحافظ عماد الدين ابن كثير الدمشقي في تفسيره:

يقول تعالى: (وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا أَعْدَاؤُكُمْ يُبِينُونَ) وقوله: (فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلوة) أي تخففوا فيها أمان كميتهما بأن تجعل الرباعية ثنائية كما فهمه الجمهور ودر من هذه الآية، واستدلوا بها على قصر الصلوة في السفر على اختلافهم في ذلك،..... عن ابن عباس، قال: صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين مكة والمدينة ونحن آمنون لانخاف بينهما ركعتين ركعتين.

وهكذا رواه الترمذی والنسائی جميعاً عن قتيبة..... عن ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم خرج من المدينة إلى مكة لا يخاف الأرب العلمين، فصلی ركعتين، ثم قال: الترمذی صحيح، وقال البخاری: حدثنا أبو معمر..... حدثنا يحيى بن أبي اسحاق، قال: سمعت أنساً يقول: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم من المدينة إلى مكة فكان يصلی ركعتين ركعتين حتى رجعنا إلى المدينة، قلت اقمتم بمكة شيئاً؟ قال: أقمنا بها عشرة..... فهذه الأحاديث دالة صريحة أن القصر ليس من شرطه وجود الخوف. تفسير ابن كثير ج ۲ ص ۳۷۷

وكذا قال العلامة الألوسي في تفسير (فليس عليكم جناح) وقد أخذ بعضهم بظاهر هذا الشرط فقصر القصر على الخوف..... والذي عليه الأئمة أن القصر مشروع في الأمن أيضاً..... عن ابن عباس قال: ((صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بين مكة والمدينة ونحن آمنون لانخاف شيئاً ركعتين)) تفسير روح المعاني ج ۵ ص ۱۳۳

(۲) صلاة وسطی (درمیان والی نماز) یوں تو ہر نماز درمیان والی بن سکتی ہے، لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے عصر کی نماز مراد ہے چونکہ یہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اور اس کی تاکید احادیث میں زیادہ آئی ہے اس لئے اس وقت دنیا کے مشاغل زیادہ ہوتے ہیں اور عبادت کے لئے وقت کو فارغ کرنا نفس پر بڑا شاق گزرتا ہے۔

كما قال الامام الحافظ عماد الدين ابن كثير: في تفسير (والصلوة الوسطى) وقد اختلف السلف والخلف فيها أي صلاة هي؟ فقيل: إنها هي الصبح، حكاه مالك في الموطأ. وقيل: إنها صلاة الظهر..... وقيل: إنها صلاة العصر.

قال الترمذی والبعثی رحمهما الله: وهو قول أكثر علماء الصحابة وغيرهم. وقال القاضي الماوردي: هو قول جمهور التابعين وقال الحافظ ابو عمر بن عبد البر: هو قول أكثر أهل الأثر. وقال ابو محمد بن عطية في تفسيره وهو قول جمهور الناس. وقال

الحافظ ابو محمد عبد المؤمن بن خلف الدمياطى فى كتابه المسمى بكشف المغطى فى تبين الصلاة الوسطى، وقد نص رفيه: انها العصر.

وحكاة عن عمر و على و ابن مسعود وأبى ايوب وعبد الله بن عمرو وسمرة بن جندب وأبى هريرة وأبى سعيد و حفصة وأم حبيبة وأم سلمة وابن عباس وعائشة على الصحيح عنهم،

وبه قال عبدة و ابراهيم التحمى..... وهو مذهب احمد بن حنبل قال القاضى الماوردى والشافعى قال ابن المنذر: وهو الصحيح عن أبى حنيفة وأبى يوسف، و محمد واختاره ابن حبيب المالكى.

ذكر الدليل على ذلك، قال الامام احمد: حدثنا أبو معاوية،..... عن على، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الاحزاب ((شغلوا ناعن الصلوة الوسطى، صلاة العصر، ملأ الله قلوبهم وبيوتهم نارا)) ثم صلاها بين العشائين المغرب والعشاء..... وقيل: ان الصلاة الوسطى هى صلاة المغرب..... وقيل: بل الصلاة الوسطى مجموع الصلوات الخمس، وقيل: انها صلاة العشاء وصلاة الفجر، وقيل: بل هى صلاة الجماعة، وقيل: صلاة الجمعة، وقيل: صلاة الخوف، وقيل: بل صلاة عيد الفطر، وقيل: بل صلاة الاضحى، وقيل: الوتر، وقيل: المضى، وتوقف فيها آخرون لما تعارضت عندهم الأدلة، ولم يظهر لهم وجه الترجيح، ولم يقع الاجماع على قول واحد، بل لم يزل النزاع فيها موجودا من زمان الصحابة والى الآن.....

عن سعيد بن المسيب قال: كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم مختلفين فى الصلاة الوسطى هكذا وشبك بين اصابعه، وكل هذه الأقوال فيها صنعف بانسبة الى التى، قبلها، وانما المدارو معترك النزاع فى الصبح والعصر، وقد ثبتت السنة بانها العصر فتعين المصير اليها. تفسير ابن كثير ج ١ ص ٣٨٩

وقال العلامة السيد محمود البغدادى فى تفسير (والصلوة الوسطى) أى المتوسطة بينها او الفضلى منها، وعلى الأول استدل بالآية على أن الصلوات خمس بلا زيادة دون الثانى،

وفى تعيينها أقوال: أحدها أنها الظهر لأنها تفعل فى وسط النهار، الثانى أنها العصر لأنها بين صلاتى النهار وصلاة الليل وهو المروى عن على، والحسن، وابن عباس، وابن مسعود، وخلق كثير وعليه الشافعية. والثالث أنها المغرب..... وقيل صلاة الخوف (وقيل، وقيل)

والا كثرون صححوا أنها صلاة العصر لما أخرج مسلم من حديث على كرم الله وجهه ((أنه صلى الله عليه وسلم قال يوم الأحزاب شغلونا عن الصلاة الوسطى صلاة العصر ملأ الله تعالى بيوتهم نارا)) وخصت بالذكر لأنها تقع فى وقت اشتغال الناس لاسيما العرب. تفسير روح المعانى ج ٢ ص ١٥٥

وقال العلامة القاضى ثناء الله العثمانى پانى پتى فى تفسير (والصلوة الوسطى) عطف الخاص على العام لمزيد الاهتمام. والوسطى تايث الاوسط. قال البغوى اختلف العلماء من الصحابة فمن بعدهم فى الصلوة الوسطى. فقال قوم هى صلاة الفجر وهو قول عمر وابن عمر وابن عباس ومعاذ بن جبل رضى الله عنهم. وبه قال عطاء و عكرمة ومجاهد واليه ذهب مالك والشافعى.

وذهب قوم الى أنها صلاة الظهر وهو قول زيد بن ثابت و أبي سعيد الخدري وأسامة
رضي الله عنهم.....

وقال الأكثرون وهو أرجح الأقوال أنها صلاة العصر رواه جماعة عن رسول الله صلى
الله عليه وسلم وهو قول علي وابن مسعود وأبي أيوب وأبي هريرة وعائشة وبه قال
ابراهيم التميمي وقتادة والحسن وهو مذهب أبي حنيفة وأحمد لحديث علي أن النبي
صلى الله عليه وسلم قال يوم الأحزاب ملأ الله بيوتهم وقبورهم نارا كما شغلونا عن
الصلوة الوسطى حتى غابت الشمس متفق عليه. وفي رواية لمسلم شغلونا عن الصلوة
الوسطى صلاة العصر ملأ الله قلوبهم وبيوتهم نارا.

وحديث ابن مسعود قال: حبس المشركون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة
العصر حتى اصفارت الشمس واحمات الشمس فقال شغلونا عن الصلوة الوسطى
ملأ الله اجوافهم وقبورهم نارا. رواه مسلم. تفسير مظهر ج ۱ ص ۳۳۵

والله اعلم و علمه اتم واحكم

بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فی الجمعة

جمعہ کی سنتوں کی مقدار

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ کے بارے میں؟
کہ جمعہ کے بعد کتنی سنتیں ہیں بعض چار بتاتے ہیں اور بعض چھ مفتی بہ قول کونسا ہے؟
نیز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتوں میں نیت کرتے وقت ”وقت جمعہ کا نام لیا جائے گا“ یا
وقت ظہر کا؟ نیت کا صحیح طریقہ بتادیں (مستفتی اکرام کورنگی نمبر 1 ناصر کالونی)

جواب : جمعہ کے بعد کی سنتوں میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ جمعہ کے بعد چھ
سنتیں ہیں۔ پہلے چار سنت موکدہ اور پھر دو موکدہ۔

جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں سنت جمعہ کہلاتی ہیں نہ کہ سنت ظہر۔ ویسے سنت مطلق نماز کی
نیت سے بھی ادا ہو جاتی ہے تعین نیت اس کے لئے شرط نہیں اور نہ اس میں وقت کا نام لینا کوئی
ضروری ہے۔

لیکن اگر کوئی نیت کرنا چاہے تو پہلی سنتوں میں ”سنت قبل از جمعہ“ کی اور بعد والی سنتوں
میں ”بعد از جمعہ“ کی نیت کر لی جائے تو بہتر ہے۔

فی تنویر الابصار مع الدر المختار :

(و كفى مطلق نية الصلاة) وان لم يقل لله (لنفل وسنة) راتبة (وتراويح على المعتمد، اذ تعيينها بوقوعها وقت الشروع، والتعيين احوط.

وقال العلامة ابن عابدین: قوله: (و كفى الخ) أى بان يقصد الصلاة بلا قيد نفل او سنة او عدد..... قوله: (وسنة)..... وكذا الاربع المنوى بها آخر ظهر ادر كتبه عند الشك فى صحة الجمعة، فاذا تبين صحتها ولا ظهر عليه نابت عن سنة الجمعة على قول الجمهور لأنه يلغو الوصف ويبقى الاصل، وبه تتأدى السنة كما بسطه فى الفتح، وأقره فى البحر والنهر..... قوله (على المعتمد) اى من قولين مصححين، و انما اعتمد هذا لما فى البحر من انه ظاهر الراوية وجعله فى المحيط قول عامة المشايخ، ورجحه فى الفتح ونسبه الى المحققين

قوله: اذ تعيينها الخ) لان السنة ما واطب عليها النبي صلى الله عليه وسلم فى محل مخصوص، فاذا أوقعها المصلى فيه فقد فعل الفعل المسمى سنة.

والنبي صلى الله عليه وسلم لم يكن ينوى السنة بل الصلاة لله تعالى، وتمام تحقيقه فى الفتح. (ردالمحتار على الدر المختار ۲/۹۴)

فى غنية المستملی:

المصلى اذا كان متنفلا سواء كان ذلك النفل سنة مؤكدة او غير هايكفيه مطلق نية الصلاة ولا يشترط تعيين ذلك النفل بانه سنة الفجر مثلاً او تراويح او غير ذلك ثم قال بعد اسطر وذكر المتأخرون ان التراويح

وسائر السنن تتأدى بمطلق النية وهو اختيار صاحب الهداية ومن تابعه الخ (ص ۲۱۶ الشرط السادس النية)

وقال أيضاً فى صفحة ۳۳۷: وعند ابى يوسف السنة بعد الجمعة ست ركعات وهو مروي عن على رضى الله عنه والافضل ان يصلى اربعاً ثم ركعتين للخروج عن

الخلافاً. (وكذا فى حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۱۲، ۲۱۳)

(وهكذا فى الاشباه والنظائر ص ۳۸)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

جمع کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی مقدار و حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جمعۃ المبارک کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے یا واجب؟ اور کتنی مقدار بیٹھنا چاہیے؟ (مستفتی عابد الرحمن)

جواب: جمعۃ المبارک کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اتنی دیر تک بیٹھا رہنا کہ جسم کے تمام اعضاء اپنی جگہ پر قرار پائیں جو تقریباً تین آیات پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔

وفی الہندیۃ

(وَأَمَّا سَنَنْهَا فَخَمْسَةُ عَشَرَ إِلَى أَنْ قَالَ (وَالْخَامِسُ عَشَرَ) الْجُلُوسُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ هَكَذَا فِي بَحْرِ الرَّائِقِ وَمَقْدَارُ الْجُلُوسِ بَيْنَهُمَا مَقْدَارُ ثَلَاثِ آيَاتٍ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ هَكَذَا فِي السَّرَاجِ الْوَهَّاجِ نَاقِلًا عَنِ الْفَتَاوَى قَالَ شَمْسُ الْأَنْمَةِ السَّرَخِي فِي تَقْدِيرِ الْجُلُوسَةِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ أَنَّهُ إِذَا تِمَّكَنَ فِي مَوْضِعِ جُلُوسِهِ وَاسْتَقَرَّ كُلُّ عَضْوٍ مِنْهُ فِي مَوْضِعِهِ قَامَ مِنْ غَيْرِ مَكْثٍ وَلَبِثَ كَذَا فِي التَّاتَارِ خَانِيهِ. وَالْمَخْتَارُ مَقَالَهُ شَمْسُ الْأَنْمَةِ السَّرَخِي كَذَا فِي الْغِيَاثِيَةِ - (صَفْحَةُ ۱۲۸ جُلْد ۱)

وفی در المختار

(وَيَسْنُ خُطْبَتَانِ خَفِيفَتَانِ وَتَكَرَّرَ زِيَادَتُهُمَا عَلَى قَدْرِ سُورَةٍ مِنْ طَوَالِ الْمَفْصَلِ (بِجُلُوسَةِ بَيْنَهُمَا) بِقَدْرِ ثَلَاثِ آيَاتٍ عَلَى الْمَذْهَبِ - (صَفْحَةُ ۲۰ جُلْد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین جتوئی

عبدالرحمن عفی اللہ

تیز بارش کے بعد جمعہ کے لئے مسجد جانے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر جمعہ کی اذان کے بعد تیز بارش ہو تو پھر بھی جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں جانا ضروری ہے؟ (مستفتی مفتی محمد اقبال)

جواب : اگر بارش اتنی تیز ہو کہ اس میں جمعہ کے لئے مسجد میں جانا مشکل ہو جائے تو اس مجبوری کی وجہ سے جمعہ کو چھوڑنے کی رخصت ہے لیکن پھر بھی مسجد میں جانے کے لئے کوشش کرنا بہتر ہے۔

فی الہدایۃ

إِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَطَرٌ شَدِيدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهُمْ فِي سَعَةٍ مِنَ التَّخَلُّفِ.

(خُلَاصَةُ الْفَتَاوَى صَفْحَةُ ۲۱۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد آصف

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خطیب صاحب کا دوران خطبہ لاٹھی لینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ دوران خطبہ خطیب صاحب کا لاٹھی ہاتھ میں لینا کیسا ہے؟ یہ واجب ہے یا سنت اور سنت بھی کونسی بعض خطیب تو اس کا بہت التزام کرتے ہیں جبکہ بعض اس کو کوئی ضروری نہیں سمجھتے ہیں مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟ (مستفتی غیاث الدین)

جواب : یہ ایک امر استحبابی ہے اس کو سنت مؤکدہ نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ اس بارے میں احادیث

مختلف آئی ہیں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دینا ثابت ہے ابو داؤد شریف کی روایت ہے جس میں ”وہو یتو کا علی ید بلال“ کے الفاظ آئے ہیں اور ابو داؤد کی دوسری روایت میں نقام متو کنا علی عصا او قوس کے الفاظ آئے ہیں۔ غرض احادیث مختلف وارد ہوئی ہیں ان میں تطبیق کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اس کو سنت مؤکدہ نہ سمجھا جائے بلکہ ”استحباب“ کی حد تک رکھنا چاہیے اس پر مواظبت مکروہ ہے۔

یکرہ أن یتکی علی قوس أو عصا. (ج ۳/۴۱) رد المحتار

قال ابن عابدین تحت هذا القول: اشتكله فی الحلبة بأنه فی رواية أبي داؤد أنه صلى الله عليه وسلم قام أى فى الخطبة متو كنا على عصا أو قوس اه ونقل القهستاني عن عبدالمحيط أن أخذ العصا سنة كالقيام. (ج ۳/۴۱) رد المحتار

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزیز فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت

سوال: یا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں ایک آدمی کے انتقال کے موقع پر (جن کا انتقال شب جمعہ کو ہوا) ایک عالم نے بیان کرتے ہوئے فرمایا! کہ جو شخص شب جمعہ کو وفات پائے تو اس سے قبر میں سوال جواب نہ ہوگا اور وہ بلا حساب کتاب جنت میں چلا جائے گا، مذکورہ قول کہاں تک درست ہے؟ اور کیا یہ بشارت صرف شب جمعہ کے ساتھ خاص ہے؟ وضاحت فرمائیں؟ (مستفتی شیر عزیز)

جواب: ماہ رمضان، جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن کے کسی بھی ساعت میں کوئی مومن فوت ہو جائے تو عذاب قبر سے وہ ماموں رہتا ہے حدیث مبارک میں آتا ہے۔ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن مسلم یموت یوم الجمعة او لیلة الجمعة الا وقاه الله فتنة القبر. رواہ احمد والترمذی مشکوٰۃ (ج ۱/۱۲۱)

تاہم ایک ساعت اس پر تنگی کر دی جاتی ہے پھر قیامت تک عذاب سے محفوظ رہتا ہے کافر کو قیامت تک عذاب ہوتا ہے لیکن ان دنوں میں سے بھی عذاب اٹھالیا جاتا ہے ان کے گزرنے پر پھر لوٹتا ہے۔

وفی التنبیر و شرحہ

ویأمن المیت من عذاب القبر ومن مات فیہ أو فی لیلته أمن من عذاب القبر ولا تسجر

فیه جہنم، وفيہ يزور أهل الجنة ربهم تعالى. قال العلامة ابن عابدين تحت هذا القول: قال أهل السنة والجماعة: عذاب القبر حق، وسؤال منكر و نكير، وضغطة القبر حق لكن اذا كان كافراً فعذابه يدوم الى يوم القيامة ويرفع عنه يوم الجمعة وشهر رمضان، فيعذب اللحم متصلاً بالروح، والروح متصلاً بالجسم، فيتألم الروح مع الجسد وان كان خارجاً عنه والمؤمن المطيع لا يعذب بل له ضغطة يجد هول ذالك وخوفه، والعاصي يعذب و يضغط، لكن ينقطع عنه العذاب يوم الجمعة وليلتها ثمه لا يعود، وأن مات يومها اوليلتها يكون العذاب ساعة واحدة وضغطة القبر ثمه يقطع.

((رد المختار على الدر المختار ج ۳/۴۴))

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد عزيز جتري فيض آبادی

خطیب صاحب کا خطبہ کے دوران چہرے کو گھمانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ بعض خطباء حضرات دوسرے خطبے کے اندر چہرے کو دائیں بائیں پھیرتے ہیں اسکی کیا حقیقت ہے؟ کیا یہ سنت ہے؟ (مستفتی فضل کریم)

جواب: جمعہ کے خطبے کے دوران درود شریف پڑھتے وقت چہرہ کو دائیں بائیں پھیرنا درست نہیں ہے۔ فقہاء کرام نے اسکو بدعت تک لکھا ہے اسکا ترک لازم ہے تاکہ کسی کو سنت کا شبہ نہ ہو۔

فی الشامیہ :

تنبيه ما يفعله بعض الخطباء من تحويل الوجه جهة اليمين وجهة اليسار عند الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في الخطبة الثانية لم ار من ذكره ، والظاهر انه بدعة ينبغي تركه لنسلايتوهم انه سنة . ثم رایت فی منهاج النووي قال : ولا يلتفت يمينا وشمالا في شئ منها قال ابن حجر في شرحه : لان ذالك بدعة ، ويؤخذ ذالك عندنا من قول البدائع : ومن السنة ان يستقبل الناس بوجهه ويستدير القبلة ، لان النبي صلى الله عليه وسلم كان يخطب هكذا . (جلد ۳ صفحہ ۲۱ امدادیہ)

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد عزيز جتري فيض آبادی

دوران خطبہ چندہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض مسجدوں میں جمعہ کے خطبہ کے وقت جب امام صاحب خطبہ پڑھ رہے ہوتے ہیں چند آدمی چادر لے کر مسجد کے لئے چندہ کرنے میں مصروف ہوتے ہیں کیا دوران خطبہ مسجد کے لئے چندہ کرنا جائز ہے؟ جبکہ مسجد کے لئے چندہ کرنا

بھی ایک نیک کام ہے اور مسجد کی خدمت ہے (مستفتی اکرم الدین)

جواب : جمعۃ المبارک کا خطبہ توجہ اور خاموشی سے سننا ضروری ہے۔ جب جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو دوسرے کاموں کو چھوڑ کر خطبہ سننا واجب ہے لہذا دوران خطبہ مسجد کے لئے چندہ کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اس سے بچنا لازم ہے مسجد کے باہر چندہ کے لئے دوسرا کوئی وقت مقرر کرنا چاہیے۔

وفی البحر الرائق

واما المستمع فيستقبل الامام اذا بدأ بالخطبة وينصت ولا يتكلم ولا يرد الاسلام ولا يشمت ولا يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم وقالا يصلي السامع في نفسه. (صفحہ ۱۲۸ جلد ۲)

وفی الهندیہ

واذا خرج الامام فلا صلاة ولا كلام وقالا لا بأس اذا خرج الامام قبل أن يخطب واذا فرغ قبل أن يشتغل بالصلاة كذا في الكافي. سواء كان كلام الناس أو التسبيح أو تسميت العاطس أو رد السلام كذا في السراج الوهاج الى أن قال: ويحرم في الخطبة ما يحرم في الصلاة حتى لا ينبغي أن يأكل أو يشرب والامام في الخطبة هكذا في الخلاصة. (صفحہ ۱۲۷ ج ۱)

وفی حلبی کبیر

ثم ان الاستماع والانصاب واجب عندنا وعند الجمهور حتى انه يكره قراءة القرآن و نحوها (صفحہ ۵۶۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خطیب کیلئے خطبے کے درمیان امر بالمعروف کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں ایک خطیب صاحب ہیں، دوران خطبہ جب کسی کو چلتے پھرتے یا باتیں کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ڈانٹتے ہیں اور سخت سست کہتے ہیں۔ خطبے کے دوران ان کا یہ عمل درست ہے؟ (مستفتی محمد بابر)

جواب : دوران خطبہ خطیب کے لئے امر بالمعروف گنجائش ہے اس کے علاوہ دوسری باتیں مکروہ ہیں اور امر بالمعروف مناسب اور شائستہ طریقے سے ہو تو بہتر ہے۔

وفی الدر المختار، ويكره تكلمه فيها الا لأمر بمعروف لأنه منها. (ج ۳/۲۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتہ الی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خطبہ کے دوران نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب امام صاحب جمعہ کے خطبہ کے میں آیت کریمہ ”ان الله وملئكته يصلون على النبي الخ“ پڑھتے ہیں تو اکثر لوگ بلند آواز کیساتھ درود پاک پڑھنے لگتے ہیں کیا خطبہ کے دوران بلند آواز کیساتھ درود پاک پڑھنا درست ہے؟

جواب : خطبہ نماز کی طرح ہوتا ہے، جو چیزیں نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ کے دوران بھی حرام ہیں جیسے کھانا پینا، کلام کرنا اگرچہ تسبیح ہی کیوں نہ ہو، سلام کا جواب دینا اور امر بالمعروف کرنا وغیرہ۔ لہذا جب امام آیت مذکورہ ”ان الله وملئكته يصلون على النبي الخ“ پڑھے یا درود پاک پڑھے یا آپ ﷺ کا نام مبارک لے تو سن کر بلند آواز کیساتھ درود شریف پڑھنا درست نہیں بلکہ دل ہی دل میں پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے۔

قال فی شرح التنویر :

(وكل ما حرم في الصلاة حرم فيها) أي في الخطبة، خلاصة وغيرها، فيحرم أكل وشرب وكلام ولو تسيحاً - أو رد سلام أو أمر بمعروف بل يجب عليه أن يستمع ويسكت والصواب أنه يصلي على النبي ﷺ عند سماع اسمه في نفسه . وفي الشامية : (في نفسه) أي بأن يسمع نفسه أو يصحح الحروف فانهم فسروه به ، وعن أبي يوسف : قلباً ائتماراً لأمرى الانصات والصلاة عليه صلى الله عليه وسلم كما في الكرماني ، قهستاني ، قبيل باب الامامة واقتصر في الجوهرة على الاخير حيث قال : ولم ينطق به لأنها تدرك في غير هذا الحال والسماع يفوت . (ردالمحتار ج ۳ ص ۳۵-۳۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فی العیدین

نماز عید، عید گاہ میں پڑھنا سنت ہے یا مسجد میں

سوال : ہمارے علاقے میں عید کی نماز کے لیے کچھ لوگوں نے سرکاری سکول کے ساتھ سرکاری گراؤنڈ مقرر کر رکھا ہے، اور کچھ لوگ نماز عید مسجد میں پڑھتے ہیں، دونوں طرف علماء کرام ہیں، مسجد میں پڑھنے والے کہتے ہیں کہ سرکاری گراؤنڈ میں نماز جائز نہیں، اور گراؤنڈ میں نماز پڑھنے والے کہتے ہیں کہ مسجد میں نماز عید درست نہیں۔ اب دونوں میں سے کس کی نماز درست

ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی: محمد رفیق سواتی)

جواب: مذکورہ صورت میں دونوں فریقوں کی نماز درست ہے۔ البتہ سنت طریقہ یہ ہے کہ عید کی

نماز ضعفاء اور معذوروں کے علاوہ سارے محلے والے باقاعدہ عید گاہ میں جا کر اداء کریں۔

والخروج الى الجبابة في صلاة العيد سنة وان كان يسعهم المسجد الجامع وعلى هذا

عامه المشايخ هو الصحيح وتجوز اقامة صلاة العيد في موضعين (هندية ۱/ ص ۱۵۰)

في التنوير: ثم خروجه الى الجبابة..... سنة وان وسعهم المسجد الجامع.

قال الشامي تحته: وفي الخلاصة: السنة ان يخرج الامام الى الجبابة ويستخلف غيره

ليصلي في المصر بالضعفاء بناء على ان صلاة العيد في موضعين جائزة بالاتفاق

(ج ۳ ص ۴۹)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

عیدین کی نماز کے بعد دعا کا حکم

سوال: عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو خطبہ کے بعد کرنی چاہیے یا نماز کے بعد؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

جواب: عن ام عطية قالت امرنا أن نخرج الحيض يوم العیدین وزوات الخدور فيشهدن جماعة المسلمين ودعوتهم وتعتزل الحيض عن مصلاهن الخ..... (مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

مندرجہ بالا حدیث سے اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز عیدین کے وقت ایک اجتماعی دعا ہوتی تھی لیکن تخصیص کیساتھ یہ نظر سے نہیں گزرا کہ یہ دعا نماز عید کے بعد ہوتی تھی یا خطبہ کے بعد؟ تاہم عام قاعدہ کے مطابق نماز عیدین کے بعد ہی دعا کرنی چاہیے نہ کہ خطبہ کے بعد۔ اسی طرح عموماً حدیث سے بھی دعا کا استحباب ثابت ہے لیکن اس کے باوجود نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اس کو مستحب ہی کے درجہ میں رکھنا چاہیے۔

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوہاب عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

تکبیرات تشریق پڑھنا کن لوگوں پر واجب ہے

سوال: یا فرماتے ہیں مفتیان کرام تکبیرات ایام تشریق کے بارے میں! مصر، رجال اور جماعت مستحبہ وغیرہ شرط ہے جیسا کہ امام اعظم کا قول ہے، یا مطلقاً جن پر نماز فرض ہے ان پر تکبیرات تشریق

واجب ہیں، جیسا کہ صاحبین کا قول ہے چونکہ اکثر کتابوں میں فتویٰ مختلف دیا گیا ہے اسلئے دلائل سے وضاحت فرمائیں۔ اور عند اللہ ماجور ہو۔

جواب : تکبیرات تشریق اہل مصر یعنی شہر والوں میں سے ہر بالغ، مقیم مرد پر جماعت مستحبہ سے پڑھی گئی ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے پس عورتوں، بچوں، مسافروں، بستی میں رہنے والوں اور نوافل یا تنہا فرض نماز پڑھنے والوں پر تکبیرات تشریق پڑھنا واجب نہیں ہے یہی امام اعظم کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر پڑھ لیں تو کوئی حرج بھی نہیں ہے بلکہ اختلاف سے نکلنے کے لئے بہتر ہے۔

لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم : لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع وقول علی رضی اللہ عنہ : لاجمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع ، والمراد من التشریق هو رفع الصوت بالتکبیر هكذا قال النضر بن شميل وكان من ارباب اللغة فيجب تصديقه . ۵ ، (بدائع الصنائع ص ۱۹۸ ج ۱)

وقال المحدث الناقد مولانا ظفر احمد العثماني التهانوي تحت اثر علی هذا "والاستدلال برواية ابن اربعة على اختصاص تكبير التشریق بأهل المصر صحيح كما هو اصل المذهب فافهم . " وقال فی الصفحة الأخری "ولا يجوز حملة علی صلوة العيد لان ذلك مستفاد بقوله : (ولاضحی ولا فطر) وعلى القاء لحوم الأضاحی بالمشرقه ، لان ذلك لا يختص بمكان دون مكان فتعين التكبير مرارا بالتشریق . ۵ ملخصا (اعلاء السنن ص ۱۵۵ ج ۸-۹)

اسی طرح صاحب ہدایہ کے اسلوب سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکے ہاں امام اعظم کا مذہب رائج ہے کیونکہ انہوں نے امام اعظم کی دلیل کو مؤخر ذکر کیا جو رائج ہونے کی نشانی ہے، نیز اصحاب متون جیسے صاحب کنز اور قدوری وغیرہ نے صرف امام اعظم کا قول ذکر کر کے اس پر اکتفا کیا ہے جس سے ان حضرات کا رجحان امام اعظم کے موقف کی طرف معلوم ہوتا ہے رہی یہ بات کہ کتابوں میں فتوے مختلف دیئے گئے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ دراصل امام اعظم اور صاحبین کے درمیان تکبیرات تشریق کے مسئلہ میں اختلاف دو طرح کا ہے

۱۔ وقت کے اندر! کہ کب سے کب تک تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہے؟

۲۔ یہ کہ کن لوگوں پر واجب ہے؟ بعض کتب جیسے شامی وغیرہ میں دونوں نوعیت کا اختلاف ایک ساتھ ذکر کر کے (وعلیہ الاعتماد) کہا ہے، جس سے بعض حضرات نے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ دونوں نوعیت کے اختلاف میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، حالانکہ درست بات یہ ہے کہ وہاں صرف وقت کے مسئلہ کو لیکر (وعلیہ الاعتماد) کہا ہے، کہ وقت کے مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے چنانچہ امداد

الاحکام میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

”وتوهم منه رجوع قوله وعليه الاعتماد الى مجموع قولهما من بيان الوقت فقط
بدليل مافى متن الوقاية وتجب تكبيرات التثريق من فجر عرفة عقيب كل فرض
ادى بجماعة مستحبة على المقيم بالمصر ومقتدية برجل ومسافر مقتد بمقيم الى
عصر العيد وقالوا الى عصر اخر ايام التثريق وبه يعمل ۵ (ص ۸۰ ج ۱)

الغرض یہ مسئلہ! کہ کن لوگوں پر تکبیرات تشریق واجب ہیں اور کن پر نہیں؟ سو کسی کتاب میں
بھی یہ صراحت نہیں ملی، کہ اس مسئلہ میں بھی فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے البتہ البحر الرائق میں صرف
السراج الوہاج اور الجوہرہ کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے لیکن یہ ایک صحیح حدیث اور کئی معتمد حضرات کی
ترجیح کا معارض ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے چنانچہ حدیث ”لاجمعة ولا تشریق الخ“ سے استدلال
کر کے جمعہ وعیدین کو مصر کیساتھ خاص کرنا اور تکبیرات تشریق کو چھوڑنا (جبکہ ولا تشریق سے مراد بھی
تکبیرات تشریق ہی ہیں) حدیث کے ایک حصہ پر عمل اور دوسرے کو چھوڑنا ہے جو صریح نا انصافی ہے
اسی طرح صاحب ہدایہ، صاحب خلاصہ، صاحب بدائع اور حضرت ابن امیر حاج جیسے اہل علم حضرات
کی ترجیح کو صرف السراج اور الجوہرہ کے مقابلہ میں کیسے چھوڑا جاسکتا ہے پس درست بات یہ معلوم
ہوتی ہے کہ وجوب کا فتویٰ تو علی الاطلاق نہ دیا جائے البتہ اختلاف سے نکلنے کے لئے پڑھنے کی
ترغیب سب کو دیجائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ
نمازی حضرات نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرتے ہیں۔ شرعی حیثیت سے اس طرح مصافحہ کرنے کا
کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبدالجبار)

جواب: واضح رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت کا عمل ہے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت رسول
اللہ ﷺ اور باعث اجر و ثواب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

”ما من مسلمین يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل أن يتفرقا“ رواه احمد
والترمذی و ابن ماجہ

اس حدیث پاک سے مصافحہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ

دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کرے۔ رہا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا مسئلہ اس میں اگر کوئی امام سے ملاقات کی غرض سے آیا ہو تو مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے کی عادت بنالینا یا ثواب سمجھنا یا مصافحہ نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا کسی طرح سے جائز نہیں ہے۔ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ اس لئے فقہائے کرام نے اس کو مکروہ اور بدعت لکھا ہے۔ لہذا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

فی الشامی

ان المواظبة علیہا بعد الصلوات خاصة قد يؤدي الجهلة الى اعتقاد سنيتهما في خصوص هذه المواضع وأن لها خصوصية زائدة على غيرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف في هذه المواضع وكذا قالوا بسنية قراءة السور (الثلاثة في الوتر مع الترك أحيانا لثلا يعتقد وجوبها ونقل في تبين المحارم عن الملتقط أنه تکره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال لأن الصحابة رضی اللہ عنہم ما صافحو بعد أداء الصلاة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر بن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع. (صفحة ۵۳۶ جلد ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی مسائل متفرقات الصلوٰۃ

نماز میں بجتے ہوئے موبائل فون کو بند کرنے کا حکم

سوال: نماز کے دوران اگر جیب میں رکھا ہوا موبائل بجنا شروع ہو جائے یعنی اس پہ کال آنے کی وجہ سے گھنٹی بجنی شروع ہو جائے، کیا ایسی صورت میں بٹن دبا کر اسے بند کیا جاسکتا ہے؟

نیز بٹن دبانے کی صورت میں بھی اگر گھنٹی بجتی رہے تو کیا اسے جیب سے باہر نکال کر بھی بند کیا جاسکتا ہے؟ ایسا کرنا عمل کثیر میں شمار ہو کر مفسدِ صلوٰۃ تو نہیں ہوگا؟ (مستفتی صلاح الدین اویری)

جواب: دورانِ نماز اگر موبائل کی گھنٹی بجے تو اُس کے بند (off) کرنے کی صورتیں مختلف ہیں۔

۱۔ جیب میں ہاتھ ڈالے بغیر ہی گھنٹی بند کر لے۔

۲۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر تاہم عملِ قلیل کے ساتھ بند کر دے۔

۳۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو کہ جیب سے اُسے نکالا جائے اور بٹن دیکھ کر بند کیا جائے۔

ان تینوں صورتوں میں اگر عملِ قلیل کے ساتھ بٹن بند کر لے تو نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے

گا، یعنی ایک ہاتھ کو استعمال کرتے ہوئے اس طور پر بند کر لے کہ دُور سے دیکھنے والے کا ظن غالب فاعل کے بارے میں یہ نہ ہو کہ یہ شخص نماز میں نہیں، نیز بار بار ایسا نہ کرے ورنہ نماز ہی ٹوٹ جائے گی، یعنی اگر ایک ہی رکن (جس میں تین بار سبحان ربی الا علیٰ پڑھی جاسکے) میں تین مرتبہ مذکورہ فعل انجام دے تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

فی فتح القدیر : لا ان كتب او ضرب او تعمم او حك او مشى او نتف اقل مماعيناه او غير متدارك اولم يتناول القارورة بل كان فى يده فمسح بها او نزع اللجام او القميص او ساق برجل واحدة لا تفسد وقولهم اذا دفع المار تفسد يجب ان يحمل على التكرار دون فترة ليكون عملا كثيرا فالدفعة الواحدة عمل قليل (جلد ۱ ص ۳۵۳)

فی الکبیری: وکذا یفسدھا العمل الکثیر ممالیس من اعمالھا ولم یکن لاصلاحھا وکل عمل لا یشک الناظر الی المصلی انه فی الصلوة بل یظن ظنا غالبا انه لیس فی الصلوة فهو عمل کثیر وماکان دون ذلک بان یشبهه علی الناظر ویتردد بکونه فی الصلوة ام لا فهو قليل وقال بعضهم کل عمل یعمل بالیدین عرفا وعادة فهو کثیر ولو قدر انه عمله بید واحدة وماکان یعمل فی العادة بید واحد فهو قليل مالم یتكرر (صفحة ۴۴۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین جتہر الی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بے نمازی کی نحوست

سوال: شریعت کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کر دیں کہ دکان کے سامنے بے نمازی آدمی ریڑھی کھڑی کر کے سبزی وغیرہ بیچے تو اس کی نحوست بھی کیا دکاندار پر آتی ہے؟ (مستفتی محمد دین)

جواب: مذکورہ دکاندار اگر نہی عن المنکر و امر بالمعروف کرتا ہے، مثلاً اس بے نمازی آدمی کو نماز کی ترغیب دیتا ہے، یا کم از کم اس کے فعل (نماز چھوڑنے) کو برا سمجھتا ہے تو انشاء اللہ دکاندار اس بے نمازی کی نحوست سے محفوظ رہے گا۔

لقوله سبحانه و تعالى:

ياايها الذين امنوا عليكم انفسكم لا يضرکم من ضل اذا هتديتم. (سورة المائدة)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین غفرلہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سود خور کی نماز کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سود خور کی نماز قبول نہیں ہوتی تو کیا اس کو نماز نہیں پڑھنی چاہیے؟ (مستفتی محمد دین)

جواب: سود خور کی عبادات قبول نہیں ہوتیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نماز بھی چھوڑ دے بلکہ نماز اس پر بہر حال لازم ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ کسی نہ کسی وقت نماز اسے اس برے فعل (یعنی سود خوری) سے روک دے گی اور اس پر لازم ہے کہ وہ سود چھوڑ دے۔

قال الله سبحانه وتعالى في كلامه المجيد:

”أقيموا الصلوة“ وفيه: ان الصلوة تنهى عن الفحشاء والمنكر (سورة العنكبوت)

وفيه: احل الله البيع وحرم الربوا (سورة البقرة)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شریف حسین غفرلہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زلزلہ وغیرہ خوف کے اوقات میں نماز کا حکم

سوال: کیا زلزلہ کے وقت بھی اجتماعی نماز پڑھی جائے گی یا لوگ اکیلے اکیلے پڑھیں گے؟

جواب: زلزلہ یا دوسری آفات مثلاً چاند گرہن، آندھی، طوفان، کڑک وغیرہ میں اجتماعی نماز نہیں پڑھی جائے گی بلکہ لوگ گھروں میں یا مسجدوں میں اکیلے اکیلے پڑھیں گے۔

(صلی الناس فرادی) فی منازلهم تحرزا عن الفتنة (كالخسوف) للقمر (والرياح)

الشديدة (والظلمة) القوية نهارا والضوء القوي ليلا (والفرع) الغالب ونحو ذلك

من الآيات المخوفة كالزلازل والصواعق والثلج والمطر الدائم وعموم الأمراض

الخ شامی ج ۲ ص ۱۸۳

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسجد کی جماعت فوت ہونے کے بعد جماعت سے

نماز پڑھی جائے یا اکیلے

سوال: ایک آدمی مسجد میں نماز کیلئے گیا تو وہاں جماعت ہو چکی تھی تو کیا یہ اب کسی دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جاسکتا ہے یا وہیں اکیلے پڑھے گا؟

جواب : اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی تھی تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرائے، اور اگر مسجد میں اکیلا ہی پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

وفی البحر الرائق: وفي الفتح القدير واذافاتہ لا يجب عليه الطلب في المساجد
بلاخلاف بين أصحابنا بل ان أتى مسجدا للجماعة آخر فحسن وان صلى في مسجد
حيه منفردا فحسن وذكر القدوري يجمع بأهله ويصلي بهم يعني وينال ثواب الجماعة
وقال شمس الأئمة الاولى في زماننا تتبعها وسئل الحلواني عن يجمع بأهله أحيانا هل
ينال ثواب الجماعة أو لا قال لا ويكون بدعة ومكروها بلا عذر الخ
..... (البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

جلسہ استراحت کا حکم

سوال : زید نے چار رکعت کیلئے نیت باندھی پھر ایک رکعت پڑھ کے تھوڑا سا بیٹھ گیا اور پھر کھڑا ہو گیا، کیا زید پر سجدہ سہولاً لازم ہوا؟ نیز انہوں نے التحیات کو مکرر پڑھا۔ کیا اس وجہ سے بھی ان پر سجدہ سہولاً لازم ہے؟

جواب : صورت مذکورہ میں زید جو ایک رکعت پڑھ کے بیٹھ گیا تو اس صورت میں قیام (جو کہ رکن ہے) میں تاخیر پائی گئی پھر یہ تاخیر اگر اتنی مدت ہو جتنی مدت میں رکن نماز یعنی رکوع، سجدہ وغیرہ ادا کی جاسکے جو تین تسبیحات کے وقفے میں ہوتا ہے تو اس پر سجدہ سہولاً لازم ہے، اگر تاخیر اس سے کم ہے تو سجدہ سہولاً لازم نہیں ہے۔

فی الہندیۃ:

ولا يجب السجود الا بترك واجب او تاخير او تاخير ركن او تقديم او تكراره او
تغيير واجب بان يجهر فيما يخافت وفي الحقيقة وجوبه بشئ واحد وهو ترك
الواجب كذا في الكافي. جلد ۱ صفحہ ۱۲۶ ص وفي حاشية الطحطاوى: وتأخير
القيام للثالثة بزيادة قدر اداء ركن ولو ساكتاً. صفحہ ۲۵۱ باب في سجود السهو قال
العلامة الحصكفي: في واجبات الصلوة وترك قعود قبل ثانية او رابعة وكل زيادة
تخلل بين الفرضين وقال ابن عابدين تحته وكذا القعدة في اخر الركعة الاولى او
الثالثة فيجب تركها ويلزم من فعلها ايضاً تأخير القيام الى الثانية او الرابعة عن محله
وهذا اذا كانت القعدة طويلة اما الجلسة التي استحباها الشافعي فتركها غير واجب
عندنا بل هو الافضل. (ردالمحتار على الدر المختار جلد ۱ صفحہ ۴۳۸)

اگر یہ تشهد قعدہ اخیرہ کا ہے تو اس صورت میں تکرار تشهد سے سجدہ لازم نہیں ہوا کیونکہ اس صورت میں کوئی تاخیر رکن اور واجب نہیں پائی گئی۔

قال ابراهيم الحلبي: وان قرء الفاتحة في احدى الاخيرين مرتين او ضم فيها اليها سورة وكذا لو قرء السورة دون الفاتحة او قرء التشهد مرتين في القعدة الاخيرة او التشهد قائما او راكعا او ساجدا لا سهو عليه كذا في المختار على ما ذكره الاسييجاني اما تكرار الفاتحة وضم السورة فلان الاخيرين محل للقرأة مطلقاً ولم يلزم منه ترك الواجب ولا تاخير اما التشهد فلانه ثناء والقيام والركوع والسجود محل للثناء . (صفحة ۴۶۰ باب سجود السهو)

اور اگر قعدہ اولیٰ کا تشهد ہے تو اس صورت میں تاخیر رکن (جو کہ قیام ہے) کی وجہ سے سجدہ لازم ہوتا تاہم اسکے لئے الگ سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں دونوں کے لئے ایک سجدہ سہو کافی ہوگا۔

وفي حاشية الطحطاوى (وان تكرر) سواء كان من جنس او جنسين فلا يجب عليه اكثر من سجدة تين بالاجماع. ص ۲۵۱

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے یا واجب الاعادہ ہے کیونکہ بعض علماء کے متعلق سنا ہے کہ وہ عدم جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں؟ (مستفتی حاجی محمد دین ابوبکر مسجد)

جواب: زمین کی طرح ہوائی جہاز میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے اس لئے غالباً شریعت نے نہ صرف خانہ کعبہ بلکہ اس کے مقابل آنے والی پوری ضا کو قبلہ کا درجہ دیا ہے تاکہ اونچی سے اونچی اور بلند سے بلند جگہ سے نماز ادا کی جاسکے۔ شروع میں بعض علماء نے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کو ممنوع قرار دیا تھا۔

چونکہ ان بعض علماء کی نظر میں فقہا کرام کی تعریف کے مطابق سجدے کا تحقق نہیں ہوتا فقہاء نے سجدے کی تعریف ”وضع الجبهة على الارض أو على ما يستقر عليها“ سے کی ہے یعنی زمین یا زمین پر کی ہوئی چیز پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ ہوائی جہاز نہ زمین ہے اور نہ اڑتے

وقت زمین پر ٹکا ہوا ہوتا ہے لہذا اس تعریف کی رو سے جہاز میں سجدے کا تحقق ممکن نہیں لیکن دیگر عام علماء کی تحقیق کے مطابق فقہاء نے ”ارض“ بول کر ایسی جگہ مراد لی ہے (اپنے زمانے کے اعتبار سے) جس میں با آسانی چلا پھرا جاسکے اور ہوائی جہاز کی مثال سامنے نہ تھی۔ لہذا جمہور علماء کے نزدیک جہاز میں نماز پڑھنا درست ہے اور واجب الاعادہ نہیں ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ریل گاڑی میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ریل کے سفر کے دوران بعض لوگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھتے ہیں جبکہ ریل کے فرش پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ موجود ہے اس کے باوجود بھی اگر کوئی اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے گا تو ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبدالرحیم)

جواب: چونکہ فرض نماز میں قیام ضروری ہے اس لئے کسی شدید عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز کو لوٹانا لازم ہوگا البتہ اگر سر چکرانے یا گر جانے کا خطرہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا بلا اعادہ جائز ہے۔ فقہاء کرام نے کشتی کے سفر میں گرنے، سر چکرانے کا اعتبار کیا ہے ریل گاڑی میں بھی یہی خطرہ تو رہتا ہے

وفی التنویر و شرحہ

(ومنها القيام الى ان قال (لقادر عليه) قال الشامي تحت قوله (لقادر عليه) فلو عجز حقيقة وهو ظاهر أو حكماً كما لو حصل له به ألم شديد أو خاف زيادة المرض وكما المسائل الآتية في قوله: وقد يتحتم القعود الخ- فإنه يسقط..... الى أن قال الصلاة في السفينة الجارية فإنه يصلي فيها قاعداً مع القدرة على القيام عند الامام- (ص ۱۳۲ ج ۲)

وفی حلبی کبیر من الفرائض القيام ولو صلى الفريضة قاعداً مع القدرة على القيام لا تجوز صلاته- (صفحة ۲۶۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین جتوالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نمازی کے سامنے گزرنے کا حکم

سوال: نمازی کے سامنے سے کتنے فاصلہ سے گزرنا جائز ہے نیز چھوٹی مسجد اور بڑی مسجد میں کوئی

فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے؟ اگر فرق ہے تو بڑی مسجد کی حد کیا ہے؟

جواب: بڑی مسجد اور صحرائیں دو صف چھوڑ کر گزرنے کی گنجائش ہے جبکہ چھوٹی مسجد میں نمازی کے سامنے سے گزرنے کی گنجائش نہیں ہے جو مسجد شرعی گز (جو کہ ایک ہاتھ ہے) کے حساب سے چالیس گز یا اس سے زائد ہو وہ بڑی مسجد کے حکم میں ہے اور جو چالیس گز سے کم ہو وہ چھوٹی مسجد کے حکم میں ہے۔

وفی اعلاء السنن: "وقيل مقدار صفين او ثلاثة اذرع" وبعد أسطر قال:
قلت يشهد لتقيده بثلاثة اذرع حديث نافع المذكور قريبا في الباب السابق واستحسنه
شيخنا كما حكاه عنه بعض الناس في مسودة (كتابه) قال وهو الأرجح نظرا الى العلة
ايضا وهو عدم تضرر المصلى والمار فان المصلى ينقطع خشوعه اذا كان اقل منه والمار
يتضرر منه اذا كان اكثر منه. قلت وهو يقرب مما اختاره فخر الاسلام وصححه في
(النهاية) وقوه المحقق في (الفتح): أنه كان بحال لو صلى صلاة الخاشعين نحو ان
يكون بصره في موضع سجوده وفي حجره في قعوده لا يقع بصره على المار لا يكره. هـ
وقد جربت ذلك فظهر لي أنه اذا كان في قيامه في موضع السجود لا يجاوز ثلاثة اذرع
، فالتقدير بذلك موافق للأثر ولمختار أجلة الفقهاء من أصحابنا. (ص ۸۰ ج ۵-۶-۷)
وفى رد المحتار: (ومسجد صغير) هو اقل من ستين ذراعا وقيل من أربعين وهو
المختار كما أشار اليه في الجواهر. (ص ۳۹۸ ج ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نمازی کے سامنے سے گزرنے کی صورت

سوال: نمازی اگر اونچی جگہ یا نیچی جگہ نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے سامنے سے سترہ کی اونچائی کے برابر بلندی سے یا اتنی مقدار نیچے سے گزرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر نمازی کے سامنے سے بلندی سے یا نیچے سے گزرنے کی جائز حد کیا ہوگی؟

جواب: صحرائیں نمازی کے سامنے سے اتنے فاصلہ پر سے گزرنا جائز ہے کہ نمازی آدمی خشوع کی حالت میں نماز پڑھ رہا ہو اور اسکی نگاہ سجدے کی جگہ ہو تو گزرنے والے پر اسکی نگاہ نہ پڑے۔ اس فاصلے کا اندازہ فقہاء کرام نے تین صفوں کی مقدار سے کیا ہے کہ نمازی کے سامنے دو صفیں چھوڑ کر تیسری صف سے آدمی گزر سکتا ہے۔ اور مسجد میں مطلقا نمازی کے سامنے سے گزرنے سے آدمی گنہگار ہوگا۔ اور مسجد کبیر صحرا کے حکم میں ہے۔

اگر نمازی اونچی جگہ یا نیچی جگہ نماز پڑھ رہا ہے تو اسکے سامنے سے گزرنے کیلئے سترہ کی اونچائی کی مقدار کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ محاذۃ اعضاء کا اعتبار ہے یعنی اگر گزرنے والے کے اعضاء نمازی کے اعضاء کے محاذی ہوں مثلاً اگر نمازی اونچی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے تو گزرنے والے کا سر نمازی کے پاؤں کے برابر نہ ہو۔ اور اگر نمازی نیچی جگہ نماز پڑھ رہا ہے تو گزرنے والے کے پاؤں نمازی کے سر کے محاذۃ میں نہ آئیں تو گزرنا جائز ہے ورنہ گزرنا جائز نہیں۔

شرح منیہ نے بہت سے اقوال نقل کر کے نہایہ کے قول کو ترجیح دی ہے عبارت اسکی یہ ہے۔

وفی النہایۃ الاصح انہ ان کان بحال لو صلی صلوۃ الخاشعین بأن یکون بصرہ حال قیامہ الی موضع سجودہ لایقع بصرہ علی المار لا یکرہ وما صححہ فی الکافی مختار السرخسی وما صحح فی الہدایۃ مختار فخر الاسلام ورجحہ فی النہایۃ بانہ اذا صلی علی الدکان وحادی اعضاء المار اعضاءہ یکرہ المرور علی ما ذکر فی الہدایۃ وغیرہا وان کان المار اسفل وهو لیس بموضع سجودہ یعنی انہ لو کان علی الارض لم یکن سجودہ فیہ لان الفرض انہ یسجد علی الدکان فکان موضع سجودہ دون محل المرور ضروریۃ ومع ذالک ثبتت الکراہۃ اتفاقاً..... الخ والذی یشہر ترجیح ما اختارہ فی النہایۃ من مختار فخر الاسلام. الخ (حلبی کبیر ص ۳۶۷ - امد المفتین ج ۲ ص ۳۵۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عشاء کے بعد گفتگو کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟
کہ عشاء کے بعد قصے کہانیاں سنانا اور دیر تک گپ شپ میں مشغول رہنا جائز ہے یا نہیں؟
میں نے سنا ہے کہ حدیث میں اسکی ممانعت آئی ہے نیز اچھی اور بری باتوں میں کوئی فرق ہو تو واضح کر دیں۔ (محمد آصف، لائڈھی کراچی)

جواب : عشاء کے بعد جن باتوں کی ممانعت حدیث میں آئی ہے ان سے وہ باتیں مراد ہیں جو بے جا ہنسی مذاق، جھوٹی کہانیوں اور خبروں پر مشتمل ہوں یا پھر ایسی بے مقصد گفتگو جس میں دین و دنیا دونوں کا کوئی فائدہ نہ ہو، ایسی گفتگو جن میں دینی امور کا تذکرہ ہو یا دنیوی مباح غرض کے لئے کوئی بامقصد گفتگو ہو، یا باہمی انس و محبت کے لئے صاف و شفاف گفتگو ہو جائز ہے، تاہم انس و محبت کے مکالمہ سے پرہیز پھر بھی بہتر ہے تاکہ صبح تہجد یا نماز فجر کے لئے آسانی کیساتھ

بیدار ہو سکے۔ مذکورہ حکم اُس شخص کے لئے ہے جو گفتگو کے باوجود فجر کی نماز باجماعت میں آسانی کیساتھ شریک ہو سکتا ہو، اگر کسی کو اندیشہ ہو کہ وہ صبح کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے گا تو اس کے لئے عشاء کے بعد جلدی سونا ضروری ہے تاکہ فجر کی نماز باجماعت میں آسانی کیساتھ شریک ہو سکے۔

فی الہندیۃ : ”قال الفقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ السمر علی ثلثۃ اوجہ أحدہا أن یکون فی مذاکرۃ العلم فهو افضل من النوم والثانی أن یکون السمر فی أساطیر الاولین والاحادیث الکاذبۃ والسخریۃ والضحک فهو مکروہ والثالث أن یتکلموا للمؤانسة یتجنبوا الکذب وقول الباطل فلا بأس به والكف عنه افضل“ (صفحہ ۳۷۷ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الجنائز فصل فی الغسل و الکفن

بعد الوفات بیوی کا چہرہ دیکھنا

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام؟ کہ جب کسی کی بیوی کا انتقال ہوتا ہے تو شوہر کو نہ اس کا چہرہ دکھاتے ہیں نہ چارپائی اٹھانے دیتے ہیں، نہ قبر میں رکھنے دیتے ہیں۔
نیز یہ کہتے ہیں کہ بیوی کے انتقال کے بعد نکاح بالکل ختم ہو جاتا ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں شرعی حکم کیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔
(مستفتی سرتاج عالم)

جواب : بیوی کے انتقال زوجین کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ تاہم شریعت نے خاوند کے لئے اپنی (متوفاۃ) بیوی کا چہرہ دیکھنے کی گنجائش رکھی ہے۔ البتہ اب اس کا چھونا جائز نہیں ہوگا۔ نیز اگر بیوی کے محرم رشتہ دار موجود ہوں تو شوہر کے لئے بیوی کو قبر میں اتارنا (اس طریقے پر کہ اس کو ہاتھ لگے) بھی جائز نہیں ہے۔

رہا اس کی چارپائی کو کندھا دینا اس کے جائز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے لہذا شوہر کو اس سے روکنا، یا ایسے کرنے پر اسے ملامت کرنا درست نہیں ہے۔ عام لوگوں کو کندھا دینے کو برا نہیں سمجھا جاتا جبکہ شوہر جو زندگی بھر ساتھ رہے اس کے کندھا دینے کو برا سمجھنا جہالت ہے۔

فی تنویر الابصار:

ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها على الاصح) منیه. (جلد ۳/۹۰)
فی الشامی:
بخلاف ما اذا ماتت لا یغسلها لانتهاء ملك النکاح لعدم المحل فصار اجنبيا.
(جلد ۳/۹۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

وفات کے بعد شوہر کا اپنی بیوی کو چھونے اور غسل دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ کیا زوجہ کی وفات پر شوہر اس کو چھو سکتا ہے؟ غسل دے سکتا ہے؟ جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا/ شرعی نقطہ نظر سے مسئلے کی وضاحت فرمائیں؟ (مستفتی اعجاز الدین)

جواب: وفات کے بعد شوہر بیوی کو چھو سکتا ہے اور نہ ہی غسل دے سکتا ہے البتہ دیکھنے کی اجازت ہے۔

وفی التنویر:

ویمنع زوجها من غسلها ومسها لامن النظر اليها على الاصح. (الدر المختار ج ۳/۹۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کو حضرت ام ایمن نے غسل دیا تھا جس نے ان کی پرورش کی تھی غسل کی نسبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے غسل کے سامان مہیا کئے تھے اور اس کا انتظام کیا تھا۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غسل دینے کا واقعہ اگر روایات صحیحہ سے ثابت بھی ہو جائے تو یہ ان کی خصوصیت ہوگی کسی اور کے لئے جائز نہ ہوگا۔

وفی الشامیہ:

(قلنا) قال فی شرح المجمع لمصنفه فاطمه رضي الله عنها غسلتها أم أيمن حاضنته، صلى الله عليه وسلم و رضي الله تعالى عنها "فتحمل رواية الغسل لعلی رضي الله عنه تعالى عنه، علی مغی التهنیه والقیام التام بأسبابه ولئن ثبتت الراویة فهو مختص به، ألا ترى أن ابن مسعود رضي الله عنه لما اعترض عليه بذلك أجابه بقوله: أما علمت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ان فاطمة زوجتك في الدنيا والآخرة. (ردالمحتار جلد ۳ ص ۹۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

احد الزوجین کا بعد وفات ایک دوسرے کو دیکھنا

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوی کے مرنے کے بعد کیا شوہر اس کا چہرہ دیکھ سکتا ہے یا نہیں اور اپنی بیوی کو چھو سکتا ہے یا نہیں اور کیا بیوی شوہر کا چہرہ دیکھ سکتی ہے اور چھو سکتی ہے جبکہ ہمارے علاقے میں شوہر کو بیوی کا چہرہ دیکھنا اور بیوی کو شوہر کا چہرہ دیکھنا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے؟ (مستفتی گل نواز)

جواب : بیوی کے مرنے کے بعد شوہر بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے لیکن اس کو چھو نہیں سکتا ہاں بیوی اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے اور چہرہ بھی دیکھ سکتی ہے۔

وفی در المختار

و یمنع زوجها من غسلها و مسحها لامن النظر إليها علی الأصح وھی لا تمنع من ذالک - (صفحہ ۹۰ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین جتوئی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفی اللہ

فصل فی الصلوۃ علی المیت

نماز جنازہ کے فرائض

سوال : نماز جنازہ کے فرائض کتنے ہیں؟ دعایا نہ ہونیکی وجہ سے اگر کوئی نہ پڑھے تو اسکی نماز جنازہ اداء ہو جائیگی یا نہیں؟

جواب : نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں نمبر ۱۔ چار تکبیرات نمبر ۲۔ قیام، ان دو چیزوں میں سے اگر کسی ایک پر عمل نہیں ہوا تو نماز جنازہ اداء نہ ہوگی باقی ثناء، درود اور دعائیں سنت ہیں ان پر اگر عمل نہیں ہوا تو نماز جنازہ اگرچہ اداء ہو جائیگی لیکن ایک عاقل، بالغ، مسلمان کی شان یہ نہیں کہ وہ ان کو اہمیت ہی نہ دے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ان مسنون چیزوں کو یاد کرے۔ دعایا نہ ہو تو اللہم اغفر للمؤمنین والمؤمنات پڑھے یا کوئی اور مسنون دعا پڑھ لے۔

وفی الدر المختار :

ورکنہا شیآن التکبیرات الاربع فالاولی رکن ایضا لاشروط، فلذلالم یجز بناء أخرى علیہا والقیام فلم تجز قاعدا بلا عذر وسنتها ثلاثة التحمید والثناء والدعاء فیہا. (ص ۲۰۹ ج ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ میں سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ نماز جنازہ میں بعض لوگوں کو یہ دیکھا گیا کہ وہ تکبیرات ختم ہوتے ہی سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ یا دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں۔ (مستفتی کریم اللہ)

جواب: بہتر یہی ہے کہ ”تکبیرات اربعہ“ کے بعد قبل از سلام ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں کیونکہ اس کے بعد اب کوئی مسنون ذکر باقی نہ رہا لیکن اگر آخر سلام تک باندھے رکھا تب بھی کوئی حرج نہیں۔

وفی خلاصة الفتاوى: ولا يعقد بعد تكبير الرابع لانه لا يبقى ذكر مسنون حتى يعقد
فالصحيح انه

يحل اليدين ثم يسلم تسليمين هكذا في الذخيرة۔

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد عزيز چترالی فیض آبادی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

نماز جنازہ میں تکبیر بھول جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں ایک مولوی صاحب نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چوتھی تکبیر بھول گئے تیسری تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا اب اس صورت میں نماز درست ہوگئی؟ (مستفتی معین الدین)

جواب: (۱) نماز جنازہ کی چار تکبیریں قائم مقام چار رکعتوں کے ہیں یہ رکن صلوٰۃ ہیں سوائے پہلی تکبیر کے کہ یہ من وجہ شرط ہے اور من وجہ رکن ہے ان میں سے کوئی ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی۔
وفی التنویر و شرحہ:

(ورکنہا) شینان: (التکبیرات) الاربع، فالاولی رکن ایضاً لا شرط..... (وہی أربع تکبیرات) کل تکبیرة قائمة مقام رکعة. (الدرالمختار ج ۱/ ۱۰۵/ ۱۰۹)
وفی الہندیۃ:

وصلوة الجنازة أربع تکبیرات ولو ترک واحدة منها لم تجز صلوته هكذا فی الکافی.
(ج ۱/ ۱۶۳)

وفی حاشیۃ الطحطاوی:

(وارکنها التکبیرات والقیام) لكن التکبیرة الاولی شرط باعتبار الشروع بها رکن باعتبار قیامها مقام رکعة کباقی التکبیرات کما فی السیوط. (۳۱۸)

(۲) صورت مذکورہ میں امام نے جب بھول کر تیسری تکبیر کے بعد سلام پھیر دی تو اس کو

چاہیے تھا کہ فوراً ایک تکبیر اور کہہ کر سلام پھیرتا تا کہ نماز درست ہو جاتی۔
وفی الہندیہ:

ولو سلم الامام بعد الثالثة ناسياً كبر الرابعة ويسلم كذا في التتارخانية. (ج ۱/ ۱۶۵)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتالی فیض آبادی

جنازے کی تکبیرات فوت ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ اگر کسی شخص سے جنازے کی چاروں تکبیر فوت ہو جائیں تو وہ کیا کرے؟ نماز میں شرکت کی گنجائش ہے؟ (مستفتی محمد وقاص)

جواب: چار تکبیروں کے بعد قبل سلام اگر کوئی شخص شامل ہو جائے تو وہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شریک سمجھا جائے گا اور اس پر فتویٰ ہے امام کے سلام پھیرنے کے بعد بقیہ تین تکبیریں کہہ دے۔
وفی التنویر و شرحہ:

(فلوجاء) المسبوق (بعد تكبيرة الامام لرابعة فاتته الصلوة) لتعذر الدخول في تكبيرة الامام، وعندا أبي يوسف: يدخل لبقاء التحريمه واذا سلم الامام كبر ثلاثاً كما في الحاضر، وعليه الفتوى، ذكره الجلي وغيره. (الدر المختار ج ۳/ ۱۱۶)
قال العلامة ابن عابدين، (وعليه الفتوى) أي على قول أبي يوسف في مسألة المسبوق خلافاً لما مشى عليه في المتن (ذكره الجلي وغيره) عبارة الجلي في شرح المنية: وان جاء بعد ما كبر الرابعة فاتته، الصلوة عندهما، وعند أبي يوسف: يكبر، فاذا سلم الامام قضى ثلاث تكبيرات، وذكر في المحيط أن عليه الفتوى. (رد المختار ج ۳/ ۱۱۷)

وفی الہندیہ:

وأن جاء رجل قد كبر الامام اربعاً ولم يسلم لا يدخل معه في رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى والاصح أنه يدخل وعليه الفتوى كذا في المضرات. (ج ۱/ ۱۶۵)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتالی فیض آبادی

جو توں سمیت نمازہ جنازہ پڑھنا کیسا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں؟
بعض لوگ نماز جنازہ پڑھتے وقت جوتے نہیں اتارتے بلکہ جو توں سمیت نماز پڑھتے ہیں۔ جبکہ بعض لوگ جوتے اتار کر اس کے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں کیا یہ دونوں طریقے صحیح ہیں؟ جواب حوالہ کے

(مستفتی ایم اقبال خان کراچی)

ساتھ مطلوب ہے۔

جواب : جوتوں سمیت نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں اگر زمین کا وہ حصہ جس پر نمازی کھڑا ہے پاک ہو اور جوتوں کے تلے بھی پاک و صاف ہو تو نماز ہو جائیگی، ناپاک ہو تو نماز نہ ہوگی اور جوتوں کا نکال کر ان کے اوپر کھڑے ہونے کی صورت میں اگر صرف جوتوں کا بالائی حصہ پاک ہو تو نماز ہو جائے گی ایسی صورت میں جوتوں کے تلے اور جس جگہ پر وہ کھڑا ہے اس کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔ نماز جنازہ چونکہ عام طور پر پاک جگہ ہی پر ادا کی جاتی ہے اس لیے جوتے اتار کر زمین ہی پر کھڑا ہونا چاہئے۔

وفی البحر ”وقد قدمنا فی شروط الصلوة انه لو قام علی النجاسة وفی رجله لغلاف لم یجز ولو افترش نعلیه وقام علیهما جازت وبهذا یعلم ما یفعل فی زماننا من القيام علی النعلین فی صلاة الجنابة لکن لا بد من طهارة النعلین کما لا یخفی“ (ص ۹۷ ج ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی فضل غنی)

جواب : ایک سے زیادہ مرتبہ نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں ہے ہاں اگر میت کے ولی نے جنازہ کی نماز نہ پڑھی ہو تو دوبارہ پڑھ سکتا ہے لہذا ایک مرتبہ سے زیادہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

وفی الہندیہ

ولا یصلی علی میت الامرة واحدة والتفل بصلاة الجنابة غیر مشروع کذا فی الایضاح-
وفیہا ایضاً وان صلی علیہ الولی لم یجز لاحد أن یصلی بعدہ- (ص ۱۶۳ ج ۱)

وفی التنبیہ و شرحہ

فان صلی غیرہ ای الولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعہ الولی اعاد الولی..... الی أن قال ولذا قلنا: لیس لمن صلی علیہا أن یعید مع الولی لأن تکرارہا غیر مشروع- (ص ۱۲۴ ج ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا کا حکم

سوال : بعض لوگ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد فوراً دعا کرتے ہیں اور جو نہیں کرتے انکے حق میں طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں کیا واقعی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی چاہیے؟ شریعت کا حکم کیا ہے؟

جواب : نماز جنازہ بذات خود دعا ہے اور حضور اقدس ﷺ سے جنازہ کے بعد دعا ثابت نہیں ہے چنانچہ فقہاء کرام کی عبارات میں صراحت کیساتھ اسکی ممانعت موجود ہے اس لئے اس کو لازم سمجھنا اور نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع کرنا غلو فی الدین اور بدعت ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔
وفی البحر الرائق : وقید بقوله بعد الثالثة لانه لا يدع بعد التسليم كما في الخلاصة.

(ص ۱۸۳ ج ۲)

وفی الخلاصة الفتاوی : لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة . (ص ۲۲۵ ج ۱-۲)
وفی البزازیة علی هامش الهندیة : لا يقوم بالدعاء للمیت بعد صلاة الجنازة لانه دعاء مرة لأن اکثرها دعاء . (ص ۹۰ ج ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

سوال : کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو حضور ﷺ نے جو شاہ حبشہ حضرت نجاشیؓ اور حضرت معاویہؓ کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی اسکا کیا جواب ہے؟

جواب : نماز جنازہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنازہ نمازی کے سامنے ہو لہذا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں

قال فی شرح التنویر : و شرطها ایضاً حضورہ (و وضعہ) و کونہ ہو أو اکثرہ (أمام المصلی) و کونہ للقبلة فلا تصح علی غائب و محمول علی نحو دابة و موضوع خلفہ ، لأنه کالامام من وجه دون وجه لصحتها علی الصبی ، وصلاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النجاشی لغویة أو خصوصية . (الدر المختار ج ۲ ص ۲۰۸
..... ۲۰۹)

حضرت نجاشیؓ اور حضرت معاویہؓ ابن معاویہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ اس طور پر پڑھی کہ دور سے بطور معجزہ ان کے جنازے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیئے گئے تھے اس لئے ان دو واقعات سے غائبانہ نماز جنازہ کی صحت پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احاکم النجاشی توفی فقوموا صلوا علیہ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفوا خلفہ فکبر اربعا وهم لا یظنون الا ان جنازته بین یدیه رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی نصب الرایۃ وفی فتح الباری بعد نقلہ مانصہ اخرجہ من طریق الاوزاعی عن یحییٰ ابن ابی کثیر عن ابی قلابۃ عن ابی المہلب عنہ ولا بئ عوانہ (فی صحیحہ) من طریق ابان وغیرہ عن یحییٰ فصلینا خلفہ ونحن لانری الا ان الجنازۃ قد امنّا ھ۔ فقد اخرج الطبرانی وابن الفرلیس فی فضائل القرآن وسموہ فی فوائده وابن مندۃ والبیہقی فی الدلائل کلہم من طریق محبوب ابن ہلال عن عطاء ابن ابی میمونۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال نزل جبرئیل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد مات معاویۃ بن معاویۃ المزنی اتحب ان تصلی علیہ قال نعم فضرب بجناحیہ فلم یبق اکمۃ ولا شجرۃ الا تضعضعت فرفعت سریرہ حتی نظر الیہ فصلی علیہ وخلفہ صفان من الملائکۃ کل صف سبعون الف ملک فقال یا جبرئیل ہم نال معاویۃ ھذہ المنزلۃ قال بحب قل ھو اللہ احد وقراءتہ ایاھا جائیا ، وذاہبا ، وقائما وقاعدا وعلى کل حال . ومحبوب قال ابو حاتم : لیس بالمشہور ، وذكر ابن حبان فی " الثقات " وفی رواۃ : قال جبرئیل : فہل لك ان تصلی علیہ فاقبض لك الارض : قال : نعم فصلی علیہ . وفی رواۃ : فوضع جبرئیل جناحہ الایمن علی الجبال فتواضعت حتی نظرنا الی المدینۃ ذکر الروایات کلھا الحافظ فی الاصابۃ ، ثم قال قد یحتج بہ من یجیز الصلوۃ علی الغائب ویدفعہ ماوردأنہ رفعت الحجب حتی شہد جنازۃ ۵ (۶: ۱۱۶) قلت : ولو كانت الصلوۃ علی المیت الغائب مشروعۃ لم یکن لسنوال جبرئیل " اتحب ان تصلی علیہ ؟ وضربہ بجناحیہ بعد قوله " نعم " معنی لامکان الصلوۃ علیہ بغير ذلك ایضا وكذا لم یکن لقوله فہل لك ان تصلی علیہ فاقبض لك الارض : معنی لعدم الاحتیاج الی ذلك لصلوۃ علیہ فالحديث ان ثبت كہماز عمہ الحافظ فہو حجة لنا لا علینا فافہم . (اعلاء السنن ج ۸ ص ۲۷۴)

بالفرض یہ معجزہ حدیث سے ثابت نہ ہوتا تو بھی ان واقعات کو معجزہ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کرنا ضروری ہے اس لیے کہ ”صل علیہم ان صلاتک سکن لہم“ کے مطابق آپ ہر صحابی کے نماز جنازہ پڑھنے پر حریص تھے، حتیٰ کہ اگر کسی کو حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ کے بغیر دفن دیا گیا تو آپ نے اس پر تنبیہ فرمائی اور اسکی قبر پر تشریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھی۔ معہذا آپ سے دور کئی مقرب صحابہ رضی اللہ عنہم اور قراء رضی اللہ عنہم جیسے مخصوصین حضرات پر آپ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی، یہ واضح دلیل ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ صحیح نہیں اور حضرت نجاشی و معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نماز جنازہ بطور معجزہ یا بنا بر خصوصیت کے اداء فرمائی گئی تھی۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خودکشی کرنے والے کی جنازہ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک لڑکے نے خودکشی کا ارتکاب کیا جنازے کے وقت چند مولوی صاحبان کے ساتھ علاقے کے ایک بڑے عالم صاحب بھی موجود تھے تو لوگوں نے بڑے مولانا سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تو آپ نے کہا کہ اس لڑکے نے خودکشی کی ہے اس لئے میں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا اور دوسرے مولوی حضرات کو حکم دیا کہ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں اور بڑے مولانا صاحب کے بات کی حقیقت کیا ہے؟ (مستفتی عنایت الرحمن)

جواب : خودکشی کرنا اگرچہ ایک سخت ترین گناہ ہے لیکن مسلمانوں پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا ضروری ہے اور بڑے مولانا صاحب کا اس کی نماز نہ پڑھنا مصلحت کی وجہ سے ہے تاکہ لوگ عبرت پکڑیں اور آئندہ کوئی اس جرم عظیم کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ لہذا ایسے معتبر و معروف عالم دین کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔

وفی الہندیۃ

ومن قتل نفسه عمداً یصلی علیہ عند ابی حنیفۃ ولحمد رحمہما اللہ تعالیٰ وهو
الاصح کذا فی التبیین - (صفحہ ۱۶۳ جلد ۱)

وفی درالمختار

(من قتل نفسه) ولو (عمداً یغسل ویصلی علیہ) بہ یفتی. (صفحہ ۱۰۸ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مجنون کی نماز جنازہ کا حکم

سوال : ایک آدمی جس کی عمر تقریباً تیس سال تھی اور اسے جنون کا مرض لاحق تھا وہ فوت ہو گیا اب پوچھنا یہ ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں دعا بچوں والی پڑھی جائے گی یا بالغوں والی؟

جواب : مذکورہ شخص کو اگر جنون اصلی لاحق تھا یعنی اسے پوری زندگی میں کبھی افاقہ نہیں ہوا تو اسکے لیے بچوں کی دعا پڑھی جائے گی کیونکہ یہ مکلف نہیں تھا اس وجہ سے اسکے ذمہ کوئی گناہ بھی نہیں۔

اگر جنون کا مرض عارضی تھا کہ کبھی افاقہ بھی ہو جاتا تھا تو اس کے لیے بالغوں کی دعا پڑھی جائے گی۔ کیونکہ بالغ ہونے کے بعد جب بھی جنون سے افاقہ ہوا تو وہ شخص مکلف ہو گیا اب اسکے

بعد جنون کا لاحق ہونا ماقبل کی تکلیف کو زائل نہیں کر سکتا بلکہ یہ باقی امراض کی طرح شمار ہوگا
وفی حلبی کبیر: والمجنون كالطفل ذكره في المحيط وينبغي ان يقيد بالجنون
الأصلي لأنه لم يكلف فلا ذنب له كالصبي بخلاف العارضی فانه قد كلف وعروض
الجنون لا يمحو ما قبله بل هو كسائر الأمراض ورفعہ للتكليف انما هو فيما يأتي
لا فيما مضى. (حلبی کبیر ص ۵۸۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ڈاکہ ڈالنے والے آدمی کی نماز جنازہ کا حکم

سوال: ایک آدمی ڈاکہ ڈالتے ہوئے پولیس کی فائرنگ سے ہلاک ہوا تو ایسے شخص کی نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ڈاکہ ڈالنے کے دوران پولیس کی فائرنگ سے ہلاک ہونے والے شخص کی نماز جنازہ بطور تعزیر نہ پڑھائی جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

وفی التنویر و شرحہ: وہی فرض علی کل مسلم مات خلا اربعة: بغاوة وقطاع
طریق.....

قال الشامی تحت هذه المسئلة وانما لم يغسلوا ولم يصل عليهم اهانة لهم وزجرا
لغيرهم عن فعلهم. (ص ۱۰۷ ج ۳)

وفی بدائع الصنائع: واما بيان من يصلى عليه فكل مسلم مات بعد: اولادة يصلى عليه
صغيرا كان أو كبيراً ذكر اكان أو انثى حرا كان أو عبداً الا البغاة وقطاع للطريق. (ص ۳۱۱ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ناپاک زمین پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے برابر میں ایک بڑی سڑک گزر رہی ہے اور کچھ خالی زمین بھی ہے بصورت گلی، اس گلی اور روڈ پر کتے وغیرہ بھی پھرتے رہتے ہیں اور کبھی گلی میں گندہ پانی بھی آجاتا ہے کیا ایسی جگہ پر صف بچھائے بغیر نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔ (مستفتی عبدالباسط کورنگی)

جواب: واضح رہے کہ جو شرطیں نماز کی صحت کے لئے ہیں وہ سب نماز جنازہ کے لئے بھی ضروری ہیں۔

مذکورہ صورت میں اگر زمین خشک ہو اور نجاست کا رنگ اور بو بھی محسوس نہ ہو تو ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا درست ہے کیونکہ نجس زمین خشک ہونے اور نجاست کا رنگ اور بو ختم ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔

فی الہدایۃ:

وان اصابت الارض نجاسة فجفت بالشمس وذهب اثرها جازت الصلوة علی مکانها..... قوله علیہ السلام " ذکاة الارض ییسہا". (ہدایہ ۷۰/۱)
فی نور الایضاح مع مراقی الفلاح:

(واذا ذهب اثر النجاسة عن الارض و) قد (جفت) ولو بغير الشمس علی الصحیح طهرت و (جازت الصلوة علیہا) لقوله صلی اللہ علیہ وسلم: (ایما ارض جفت فقد زکت) (دون التیمم منها) فی الاظهر لاشتراط الطیب نصابا. (مراقی الفلاح ص ۱۶۳)
فی الہندیۃ:

ومنها الجفاف وزوال الأثر: الأرض تطهر بالیس وذهب الأثر للصلاة لل تیمم هکذا فی الکافی، ولا فرق بین الجفاف بالشمس والنار والريح والظل کذا فی البحر الرائق. (ہندیہ ۳۹/۱)
فی بدائع الصنائع:

ولو اصابت النجاسة الارض فجفت وذهب اثرها، تجوز الصلاة علیہا عندنا. (بدائع الصنائع ۲۴۲/۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تنہا عورتوں کے نماز جنازہ ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ نماز جنازہ کے لئے اگر مدنہ ہوں تو تنہا عورتوں کے پڑھنے سے فرض ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟ (مستفتی عبدالرزاق)

جواب: مذکورہ صورت میں تنہا عورتوں کی جنازہ کی جماعت بلا کراہت درست ہے اور نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے بلکہ اگر تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ساقط ہو جائے گا۔

فی التویر و شرحہ:

(و) یکرہ تحریمہ (جماعة النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاة جنازة. فی رد المحتار: قال فی الفتح: واعلم ان جماعتہن لا تکرہ فی صلاة الجنازة لانہا فریضة وترک التقدم مکروہ الخ (ج ۲ ص ۳۰۵)

فی الہندیۃ:

ویکرہ امامۃ المرأة للنساء فی الصلوات کلہا من الفرائض والنوافل الا فی صلاة الجنازة

ہکذا فی النہایۃ..... (ج ۱ ص ۸۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم و
بندہ صلاح الدین ڈیرویالجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی حمل الجنازۃ و دفنہا

جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ

سوال : جنازہ اٹھانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ ہمارے ہاں جب جنازہ گھر سے اٹھایا جاتا ہے تو مولوی صاحب کو بلاتے ہیں کہ قدم گنو چنانچہ وہ چالیس قدم تک لوگوں کے قدموں کو گنتا ہے کیا اسکی کوئی اصل ہے شریعت میں؟

جواب : مستحب یہ ہے کہ ہر آدمی چار پائی کے ہر جانب کو دس قدم تک اٹھائے، پہلے دس قدم تک دائیں جانب کے اگلے پائے کو پھر اسی جانب کے پچھلے پائے کو پھر بائیں جانب کے اگلے پائے کو اور پھر اسی جانب کے پچھلے پائے کو، اسی طرح کل چالیس قدم ہو جائیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے قدم خود گنے گا مولوی صاحب سے گنوانے کی ضرورت نہیں۔ ایذا رسانی کے بغیر اگر مذکورہ طریقہ پر عمل ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ کوئی ضروری نہیں ہے۔

وفی حلبی کبیر: ویستحب ان یحملہا من کل جانب عشر خطوات لما روی عنہ
علیہ الصلوۃ والسلام انه قال من حمل جنازۃ اربعین خطوۃ کفرت عنہ اربعین کبیرۃ
رواہ ابو بکر النجار. (ص ۵۹۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہالجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جنازہ لے جاتے ہوئے ذکر کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جنازہ لے جاتے وقت ایک آدمی زور سے ”کلمہ شہادت“ کہہ کر پکارتا ہے باقی لوگ زور سے ذکر کرتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (مستفتی مختار مغل)

جواب : جنازہ لے جاتے ہوئے زور سے ذکر کرنے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے لہذا اس سے بچنا چاہیے ہاں اگر آہستہ ذکر کریں تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

وفی الہندیۃ

وعلى متبعي الجنابة الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقرأة القرآن كذا في
شرح الطحاوی - فان أراد أن يذكر الله يذكر في نفسه كذا في فتاویٰ قاضیخان -
(صفحہ ۱۶۲ ج ۱)

وفی الدر المختار

كره فيها رفع صوت بذكر أو قرأة قال الشامي عن الظهيرية تحت هذا القول: فان أراد أن
يذكر الله تعالى يذكره في نفسه - (صفحہ ۱۳۸ جلد ۳)

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صلاح الدین چترالی

نومولودمر جائے تو نام رکھ کر دفنانا چاہئے

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہو کر مر جائے تو اسے نام رکھے بغیر دفنانا نہیں چاہیے کیا
اس کی کوئی اصل ہے؟

جواب: ہاں یہ بات درست ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو کر مر جائے
تو اس کا نام رکھو پھر اسے دفن کرو۔

وفی رد المحتار: وروی: اذا ولد لأحدکم ولد فمات فلا يدفنه حتی یسمیہ ان کان
ذکر اباسم الذکر وان کان انثی فباسم انثی وان لم یعرف فباسم یصلح لهما.
(رد المحتار ج ۶ ص ۴۱۷)

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

اپنے لیے تیار کردہ قبر میں دوسری میت کے دفن کا حکم

سوال: ایک آدمی نے اپنے لیے پہلے سے قبر کھود کر تیار کر رکھی تھی پھر کسی دوسرے آدمی نے اس قبر
میں کسی دوسرے مردہ کو دفن کر دیا تو کیا اب یہ آدمی جس نے اپنے لیے قبر تیار کی تھی قبر کھود کر اس مردے
کو نکال سکتا ہے؟

جواب: مذکورہ آدمی نے اگر اپنی زمین میں قبر کھود کر تیار کر رکھی تھی اور کسی دوسرے آدمی نے وہاں
مردے کو دفن کر دیا تو اس آدمی کو اختیار ہے کہ قبر کھود کر اس مردے کو نکال لے، اور اگر زمین مباح تھی
یا قبرستان کیلئے وقف تھی اس میں قبر کھود کر تیار کر رکھی تھی وہاں کسی نے مردہ کو دفن کر دیا تو اس صورت میں
اس کیلئے قبر کھود کر مردہ کو نکالنا درست نہیں البتہ مردہ کو دفن کرنے والے سے کھدائی کی قیمت لے سکتا ہے۔

حفر قبر ادفن فيه آخر ميتافهو على ثلاثة أوجه ان الأرض للحافر فله نبشه وله تسوية وان مباحة فله قيمة حفره وان وفقا فكذلك. الدر المختار ج ۶ ص ۱۹۹ (كتاب الغصب)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

میت کی پیشانی اور سینے پر کچھ لکھنے کا حکم

سوال : لوگ اکثر میت کی پیشانی اور سینے وغیرہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آیۃ الکرسی وغیرہ لکھتے ہیں کیا یہ لکھنا جائز ہے؟

جواب : اگر روشنائی وغیرہ کیساتھ لکھا جائے تو جائز نہیں کیونکہ میت کے پھٹنے کی وجہ سے بے حرمتی ہوگی، البتہ اگر روشنائی وغیرہ کے بغیر صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر اس طرح لکھا جائے کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو یہ فی نفسہ جائز ہے تاہم اسکا ترک اولیٰ ہے کیونکہ یہ عمل سنت سے ثابت تو ہے نہیں جبکہ عام لوگ اسے ضروری خیال کرنے لگیں گے۔

قال فی الشامیة : وقد أفتی ابن الصلاح بانه لا يجوز ان يكتب علی الكفن یس والكهف ونحوهما خوفا من صدید المیت، والقیاس المذكور ممنوع لأن القصد ثم التميز وهنا التبرک، فللاسماء المعظمة باقية علی حالها فلا يجوز تعريضها للنجاسة، والقول بانه يطلب فعله مردود، لان مثل ذلك لا يحتج به الا اذا صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم طلب ذلك وليس كذلك وقد مناقبیل باب المیاء عن الفتح أنه تکره كتابة القرآن واسماء اللہ تعالیٰ علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش، وما ذاک الا لاحترامه وخشیه وطنه ونحوه مما فیہ اهانة فالمنع هنا بالاولیٰ ما لم یثبت عن المجتهد أو ینقل فیہ حدیث فتأمل، نعم نقل بعض المحشین عن فوائد الشرحی ان مما یکتب علی جبهة المیت بغير مداد بالاصبع المسبحة، بسم اللہ الرحمن الرحیم، وعلی الصدر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، وذلك بعد الغسل قبل التکفین. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۴۶-۲۴۷)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

مردے کو قبر میں لٹانے کا صحیح طریقہ

سوال : ہمارے علاقے میں یہ رسم چلی آرہی ہے کہ جب مردے کو قبر میں لٹایا جاتا ہے تو چپت لٹا کر چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جاتا ہے، ایک عالم سے سنا ہے کہ یہ طریقہ درست نہیں اب سوال یہ ہے کہ میت

کو قبر میں رکھنے کا درست طریقہ کونسا ہے؟ اور مذکورہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟

جواب : میت کو قبر میں لٹانے کا درست طریقہ یہ ہے کہ میت کو دائیں پہلو پر قبلہ کی طرف رخ کر کے لٹایا جائے اور اس کی کمر کو قبر کی دیوار یا لحد کیساتھ سہارا دیدیا جائے تاکہ استقبال قبلہ برقرار رہے کوئی خاص مجبوری نہ ہو تو چپٹ لٹا کر صرف چہرہ قبلہ کی طرف کرنا درست نہیں، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

وفی الهندية :

ويوضع في القبر على جنبه مستقبل القبلة كذا في الخلاصة . (ص ۱۶۶ ج ۱)
وفی مراقی الفلاح : (ويوجه الى القبلة) بذالك أمر النبي صلى الله عليه وسلم عليا
لمامات رجل من بني عبدالمطلب فقال يا علي : استقبل به القبلة استقبالا و قولوا
جميعا باسم الله وعلى ملة رسول الله وضعوه لجنبه ولا تكبوه على وجهه ولا تلقوه على
ظهره كذا في الجوهره وفي الحلبي ويسند الميت من ورائه بنحو تراب لئلا ينقلب .
(ص ۳۳۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد صلاح الدين جترالى عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فی الشہید و ایصال الثواب

احکام شہید

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص محمد عمر اور سسرال والوں میں تنازعہ تھا (بیوی کے سلسلے میں) جس کی وجہ سے سسرال والوں نے اس کی بیوی کو گھر بلا لیا اور اس کے شوہر کے گھر جانے نہیں دے رہے تھے تو شوہر محمد عمر کو طیش آیا اور وہ بیوی کو قتل کرنے کی نیت سے سسرال گیا وہاں جا کر بیوی پر فائر کیا تو وہ زخمی ہوئی اور اس کی ساس سامنے آئی تو فائر اس پر ہونے کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے اس مقتولہ کو شہید قرار دے کر اس کے خون اور کپڑوں کے ساتھ دفنایا اس کا ایک بیٹا عالم بھی موجود تھا، تو شریعت کی رو سے اس کو خون اور کپڑوں کے ساتھ دفنانا درست ہے؟ (مستفتی ابوبکر)

جواب : شہید کو کپڑوں سمیت، بلا غسل دفنانے کے لئے چند شرائط ہیں مکلف، مسلمان، طاہر (یعنی جنبی، حائضہ، نفاسہ نہ ہونا) ہونا۔ مظلوم حالت میں قتل کیا جانا، قتل کے سبب کسی مال کا واجب نہ ہونا (بلکہ صرف قصاص کا واجب ہونا) اور ارتثاٹ نہ کیا ہو یعنی کھایا، پیا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہوش و

حواس برقرار رہتے ہوئے منتقل کیا گیا نہ ہو وغیرہ۔ پھر دیکھیں اگر اس کے جسم پر زائد لباس جیسے کوٹ سوٹر (Sweater) وغیرہ ہو تو اتار دیئے جائیں اور اگر سنت کفن سے کم کم لباس ہو تو مکمل کیا جائے۔ پھر اس پر نماز جنازہ پڑھ کر بغیر غسل کئے دفن دیا جائے۔

مسئلہ صورت میں مذکورہ مقتولہ میں بھی مندرجہ بالا شرائط اگر پائی جائیں تو بلا غسل، کپڑوں سمیت اسے دفن دینا درست ہے اور اگر کوئی شرط مفقود تھی (مثلاً مقتولہ، حائضہ تھی وغیرہ) تو بلا غسل کپڑوں سمیت دفن دینا درست نہیں تھا۔

فی تنویر الأبصار:

هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجراحة ولم يجب بنفس القتل ولم يرث
فينزع عنه مالا يصلح للكفن، ويزاد وينقص له ليتم كفنه، ويصلى عليه بلا غسل يدفن
بدمه وثيابه (جلد ۳/ ۱۵۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شہید کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک شخص نے نئی گاڑی خریدی تھی بعد ازاں کسی کام سے نکلا اور گاڑی خود چلا رہا تھا، راستے میں ”اسلحہ بردار“ چند دہشت گردوں نے اسلحہ دکھا کر گاڑی چھیننے کی کوشش کی، اس شخص نے گاڑی ان کے حوالے کرنے کی بجائے مزاحمت کی تو دہشت گردوں نے اس پر گولی چلا دی اس پر وہ چل بسا اب یہ مقتول شخص شہید کہلائے گا یا نہیں؟ کیا اس کو غسل دیا جائے گا؟ (مستفتی احمد علی)

جواب: مذکورہ مقتول شخص شہید ہے کیونکہ یہ ڈاکوؤں کے ہاتھوں ظلماً مارا گیا اور اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے جان

نکاحی، تاہم اس پر دنیوی احکام اس وقت جاری ہونگے جب مندرجہ ذیل شروط پائی جائیں۔

(۱) موقع پر ہی ہلاک ہو گیا ہو کھانے یا پینے، علاج معالجے، سونے یا وصیت کی مہلت نہ ملی ہو یا ہوش و ہوا اس کی حالت میں اس پر نماز کا وقت نہ گزرا ہو۔

(۲) اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو۔

شہید کا دنیاوی حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا اور نہ پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے

ہیں بلکہ بغیر غسل کے خون آلود کپڑوں کے ساتھ (نماز جنازہ کے بعد) دفن کیا جاتا ہے۔

فی الہندیۃ

وہو فی الشرع من قتلہ اہل الحرب والبعی و قطاع الطريق أو وجد فی معركة وبہ

جرح..... (ج ۱/۱۶۷)

وفی البحر:

ويفسل ان قتل جنبا أو صبیا أو ارتث بان اكل أو شرب أو نام أو

تداوی أو معنی وقت الصلوۃ وهو بعقل أو نقل من المعركة أو أوصی. (ج ۲/۱۹۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

میت کے گھر کھانے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں پہلے یہ رواج تھا کہ کسی کے مرنے کے بعد تین دن کے بعد لوگوں کو کھانا دیا جاتا تھا میت کے گھر سے پھر چالیس دن کے بعد کھانا دیا جاتا تھا پھر دو مہینے کے بعد۔ اس کا طریقہ کاریہ ہوتا تھا کہ بھیڑ، بکری وغیرہ ذبح کی جاتی تھی پھر لوگوں کو جمع کر کے ان کو کھانا کھلایا جاتا تھا اب یہ رواج ختم ہو کر دوسرا رواج شروع ہو گیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ بلا کسی وقت کے تعین کے صرف ایک مرتبہ کھانا پکا کر مساجد میں بھیجا جاتا ہے اس میں بھی بھیڑ، بکری ذبح کرتے ہیں۔ پھر اس سے کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ اس کو لازمی سمجھ کر کرتے ہیں حتیٰ کہ قرض لے کر کھانا تیار کیا جاتا ہے اگر خود کے پاس پیسے نہ ہوں لہذا گزارش ہے کہ دونوں مسئلوں کا حکم تفصیل سے بتائیں؟ واضح رہے کہ ہمارے علاقے میں مسجد کے ساتھ متصل کمرے میں نماز کے بعد نمازی بیٹھ جاتے ہیں دوسرے نماز تک یعنی عصر پڑھ کر مغرب تک مغرب سے عشاء تک اب یہی نمازی مذکورہ کھانا کھاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کھانا شرعاً کیسا ہے؟ (مستفتی جمیل الرحمن)

جواب: مذکورہ پہلی صورت میں دونوں کی تخصیص (جیسے تیسرا دن، چالیسواں دن وغیرہ) ہے اس لئے وہ درست نہیں ہے کیونکہ ایصال ثواب میں کسی وقت (خاص) وغیرہ کا اعتقاد رکھنا بدعت ہے۔

دوسری صورت میں چونکہ اہل محلہ وغیرہ کو کھانا کھلانا ضروری سمجھ جانے کا ذکر ہے حتیٰ کہ اس کے لئے قرض بھی لیا جاتا ہے اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی ان کو متعین کئے بغیر اور کھانا کھلانے کو ضروری سمجھے بغیر رسم و رواج سے ہٹ کر، اخلاص کے ساتھ مسلمان بھائیوں کو کھانا کھلا کر ایصال ثواب کیا جائے تو درست ہے۔

آج کل اس قسم کے امور میں عموماً چونکہ رسم و رواج ہی کا دخل ہوتا ہے اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ جتنی رقم کھانا کھلانے کے لئے درکار ہے اسے چپکے سے کسی حاجتمند، فقیر وغیرہ کو دے دے۔ (واللہ اعلم)

آخری صورت میں جو آپ نے تحریر کی ہے کہ ”مسجد کے متصل کمرے میں لوگ بیٹھتے ہیں..... یہی لوگ وہ کھانا کھاتے ہیں مذکورہ نماز کے انتظار میں بیٹھنے والے لوگوں کا وہ کھانا کھانا جائز اگرچہ ہے تاہم بدعت میں معاونت ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا زیادہ بہتر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فی الشامیۃ:

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور
وهی بدعة مستقبحة..... الی ان قال ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول و الثالث،
وبعد الاسبوع..... واطال فی ذلك. فی المعراج وقال: وهذه الافعال کلها للسمعة
والریاء فیحترز عنها لانهم لا یریدون بها وجه الله تعالى.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی و ضیافت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو میت کے گھر والے ایک ضیافت کرتے ہیں جس میں ہر طرح کے آدمی یعنی امیر و غریب دونوں طبقے کے لوگ اس ضیافت میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اس وقت ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی بھی کرتے ہیں۔ کیا اس قسم کی ضیافت شرعاً جائز ہے اور اس پر اجر و ثواب ملے گا؟ یا مکروہ ہے اگر مکروہ ہے تو مکروہ کی کونسی قسم ہے تحریمی یا تنزیہی؟

مفصل جواب دے کر عند اللہ ماجور ہو۔ (المستفتی لطف اللہ کو رنگی کراچی)

جواب: چونکہ اس قسم کی ضیافت اکثر مشترکہ ترکہ میں سے کی جاتی ہے جس میں نابالغ یا غائب بھی شریک ہوتے ہیں اس وجہ سے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر شرکاء موجود اور بالغ ہیں لیکن ان میں سے بعض اجازت نہیں دیتے یا بادل نحو استہ رواجاً اجازت دے دیتے ہیں۔ تب بھی جائز نہیں مکروہ تحریمی اور بدعت سیئہ ہے۔ احناف کے علاوہ شوافع اور حنابلہ کے ہاں بھی اس قسم کی ضیافت مکروہ اور ناجائز ہے۔

رہا قرآن خوانی کا مسئلہ تو اس بارے میں یہ تفصیل ہے کہ شہید اسلام علامہ محمد یوسف لدھیانوی صاحب، حافظ سیوطی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ”جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد) کے نزدیک میت کو قرآن کریم کا ثواب پہنچتا ہے۔“ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۳۔

اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پڑھنا تو بلاشبہ درست ہے لیکن اس میں چند امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اول۔ یہ کہ جو لوگ بھی قرآن خوانی میں شریک ہوں ان کا مقصد محض رضا الہی ہو، اہل میت کی شرم اور دکھاوے کی وجہ سے مجبور نہ ہوں۔ اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی نکیر نہ کی جائے بلکہ انفرادی تلاوت کو اجتماعی قرآن خوانی پر ترجیح دی جائے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہے۔

دوم۔ یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت صحیح کی جائے، جلدی پڑھنے کی وجہ سے غلط سلط نہ پڑھا جائے۔ سوم۔ یہ کہ قرآن خوانی کسی معاوضہ پر نہ ہو ورنہ قرآن پڑھنے والے کو خود ثواب نہیں ہوگا۔ میت کو کیا ثواب پہنچائیں گے۔

فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ قرآن خوانی کے لئے دعوت کرنا اور صلحاء و قراء کو ختم کے لئے یا سورۃ النعام یا سورۃ اخلاص کی قرأت کے لئے جمع کرنا مکروہ ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ اجتماعی قرآن خوانی میں اگر ان امور کا لحاظ ہو تو گنجائش ہے ورنہ جائز نہیں مکروہ اور بدعت ہے۔

کمال قال العلامة الشامي: ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافى الشرور وهي بدعة مستقبحة. وروى الامام احمد وابن ماجه باسناد صحيح عن جرير بن عبد الله قال: ((كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة)) اه.

وفى البرازية: ويكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثانى والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الى القبر فى المواسم. واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختام أول قرأة سورة الانعام أو الاخلاص.

والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لأجل الاكل يكره.

وفىها من كتاب الاستحسان: وان اتخذ طعاما للفقراء كان حسنا.

وأطال فى ذلك فى المعراج وقال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء الا يريدون بها وجه الله تعالى. اه.

وبحث هنا فى شرح المنية بمعارضة حديث جرير المار بحديث آخر فيه ((أنه عليه

الصلاة والسلام) دعت امرأه رجل ميت لمارجع من دفنه فجاء وجنى بالطعام))

أقول وفيه نظر: فانه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما فى

حدیث جریر۔ علیٰ اَنہ بحث فی المنقول فی مذهبنا ومذهب غیرنا کالشافعیۃ والحنابلۃ استدلالاً بحدیث جریر المذکور علی الکراہۃ۔

ولاسیما اذا کان فی الورثۃ صغار أو غائب مع قطع النظر عما یحصل عند ذلک غالباً من المنکرات الكثیرۃ کایقاً دالشموع والقنادیل الّتی توجد فی الأفراح، وکدق الطبول، والغناء بالأصوات الحسان، واجتماع النساء والمردان، وأخذ الأجرۃ علی الذکر وقرآۃ القرآن، وغیر ذلک مما هو مشاهد فی هذه الأزمان، وما کان کذلک فلا شک فی حرمتہ وبطلان الوصیۃ بہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ شامی ج ۳ ص ۱۲۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی احکام المقابر و زیارۃ القبور

قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے۔ کیا کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالشکور)

جواب : قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ اور صحیح مسلم صفحہ ۳۱۳ جلد ۱ کی حدیث ”ثم رفع یدیه ثلاث مرّات“ سے ثابت ہوتا ہے اور امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت حضرت اشرف علی تھانویؒ نے ردالمحتار کی عبارت ”ثم یدعو قائماً طویلاً“ کے تحت فرماتے ہیں کہ اس سے دعا کا جائز ہونا ثابت ہوا اور ہاتھ اٹھانا مطلقاً آداب دعا سے ہے پس یہ بھی درست ہوا لہذا قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا درست ہے۔ البتہ جن علاقوں میں قبر پرست لوگ ہوں قبروں سے مرادیں مانگتے ہوں تو اس علاقے میں ان کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے مزید یہ کہ ان کے عقیدے کو تقویت نہ ہو۔

وفی الہندیۃ

ویکرہ عند القبر ما لم یعہد من السنۃ والمعہود منها لیس الا زیادۃ والدعاء عنده قائماً (صفحہ ۱۶۶ جلد ۱)

وفی البحر الحرائق

ویکرہ عند القبر کلما لم یعہد من السنۃ والمعہود منها لیس الا زیارتہا والدعاء عندها قائماً کما کان یفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع۔ (صفحہ ۱۹۶ جلد ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قبرستان کے درختوں کو کاٹنے اور استعمال کرنے کا شرعی حکم

سوال : قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اپنے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : قبرستان کی زمین عموماً وقف کی ہوتی ہے، اس لئے درخت اگر سوکھے ہوئے ہوں تو ان کو کاٹ کر قیمت کو قبرستان ہی پر خرچ کرنا ضروری ہے، اور درخت اگر ابھی سبز اور ہرے ہوں تو ان کو کاٹنا ہی درست نہیں ہے۔

فی الہندیۃ : سنل نجم الدین فی مقبرۃ فیہا اشجار هل يجوز صرفہا الی عمارۃ المسجد
قال نعم ان لم تکن وقفا علی وجه آخر قیل لہ فان تداعت حیطان المقبرۃ الخراب
یصرف الیہا أو الی المسجد قال الی ماہی وقف علیہ ان عرف وان لم یکن للمسجد
متول ولاللمقبرۃ فلیس للعمامۃ التصرف فیہا بدون اذن القاضی کذا فی الظہیریۃ .
(صفحہ ۲۷۶ ج ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قبرستان کے پتھروں کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں جب کوئی وفات پاتا ہے تو اسے دفنانے کے لئے گاؤں والے اکٹھے ہو کر پہاڑوں سے پتھر لاتے ہیں بسا اوقات قبر کی دیواریں مکمل ہو کر وہ پتھر بچ جاتے ہیں اب عرض یہ ہے کہ کیا ان کو ہر کوئی استعمال میں لاسکتا ہے؟ یا قبرستان ہی میں رہنے دیئے جائیں تاکہ کسی اور کے دفن میں کام آئیں؟ (مستفتی غلام غفور، چترال)

جواب : صورت مذکورہ میں جو پتھر لائے جاتے ہیں وہ بظاہر قبرستان ہی کے لئے لائے جاتے ہیں چنانچہ بچنے کی صورت میں دوسری کسی قبر میں استعمال کئے جائیں الا یہ کہ لانے والوں کی طرف سے اس کے خلاف کوئی بات ثابت ہو جائے کیونکہ اصل مالک وہی لوگ ہیں۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اجتماعی قبر کا حکم

سوال : کیا ایک قبر میں ایک سے زیادہ مردے دفنانا جائز ہے؟

(الجواب : بلا ضرورت ایک قبر میں ایک سے زائد مردے دفنانا درست نہیں۔

وأشاره بافراد الضمير الى ما تقدم من أنه لا يدفن اثنان في قبر الا لضرورة، وهذا في الابتداء وكذا بعده.... ويكره الدفن في الفساقى. هـ. وهى كبيت معقود بالبناء يسع جماعة قياماً لمخالفتها السنة امداد. والكراهة فيها من وجوه: عدم اللحد، ودفن الجماعة في قبر واحد بلا ضرورة الخ..... (شامى ج ۲ ص ۲۳۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

قبر کو پختہ کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے متعلق کہ قبروں کو پختہ بنانا (جیسا کہ آج کل یہ کام عام ہے) جائز ہے؟ نیز بعض لوگ اپنے عزیزوں اور احباب کی قبور کے ارد گرد لکڑی کے خوبصورت تختے لگاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ (مستفتی حسین احمد)

جواب : (۱) شریعت مطہرہ نے قبروں کو پختہ بنانے سے منع کیا ہے چنانچہ مسلم شریف کی ایک روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

عن أبى الزبير عن جابر قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن بجصص القبور، وأن يكتب عليها وأن يبنى عليها وأن توطأ.

موت کے بعد انسان کی حالت ویسے بھی قابل رحم ہوتی ہے کہ اس کو اس دشوار گھاٹی سے گزرنا ہوتا ہے تو اس کی قبر کو بھی ایسی حالت میں ہونا چاہیے جس سے اس کی خستہ حالی، کمزوری اور بے چارگی خوب واضح ہو اور اس پر اس کے پروردگار کو رحم آئے اور وہ کچی قبر میں نمایاں ہوتی ہے نہ کہ پختہ قبر میں

(۲) قبروں کے ارد گرد جو لکڑی کے تختے لگائے جاتے ہیں وہ اگر قبر کو اکھڑنے اور گرنے سے بچانے کے واسطے ہوں تو گنجائش ہے ورنہ تزیین کی غرض سے جائز نہیں۔

قال فى التنوير (ولا بجصص) للنهى عنه (ولا يطين ولا يرفع) عليه بناء قيل لا بأس به وهو المختار.

قال العلامة ابن عابدین تحت هذا العقول (وقيل لا بأس به الخ)

المناسب ذكره عقب قوله ولا يطين، لان عبارة السراجية كما نقله الرحمتى ذكر فى تجريد أبى الفضل أن طين القبور مكروه والمختار أنه لا يكره.....

واليوم اعتادوا التسليم بالبن صيانة للقبر عن النبش ورأوا ذلك حسناً

وقال صلى الله عليه وسلم ماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن.

(رد المختار ج ۳/۱۴۳)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

محمد عزیز فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

زیارت قبور کا طریقہ

سوال : اکثر لوگ اس بات سے منع کرتے ہیں کہ قبور کی زیارت سر کی جانب سے نہیں کرنی چاہیے بلکہ پاؤں کی جانب سے کرنی چاہیے کیونکہ اس سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے کیا ان لوگوں کی یہ بات درست ہے؟

جواب : ان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے۔ اگر میت کے سر کی جانب کھڑے ہو کر زیارت کی جائے تو یہ میت پر باعث دشواری ہے۔ لہذا اگر ممکن ہو تو پاؤں کی جانب کھڑے ہو کر زیارت اور فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ اور اگر پاؤں کی جانب کھڑا ہونا ممکن نہ ہو تو سر کی جانب کھڑے ہو کر زیارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : ثم من آداب الزيارة ما قالوا، من أنه يأتي الزائر من قبل رجلى المتوفى لا من قبل رأسه لأنه أتعب لبصر الميت، بخلاف الاول لأنه يكون مقابل بصره، لكن هذا اذا أمكنه والا فقد ثبت " أنه عليه الصلاة والسلام قرأ اول سورة البقرة عند رأس ميت وأخبرها عند رجليه " (رد المختار ج ۲ ص ۲۴۲)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

شب برات میں عورتوں کا قبر پر جانے کا حکم

سوال : ہمارے علاقے میں یہ رسم نکلی ہے کہ ۱۵ شعبان کی رات کو اور شب قدر کو عشاء کے بعد عورتیں اپنے عزیزوں کے قبروں پر جاتی ہیں، دعا کرتی ہیں، پھروہاں کوئی چیز، پیسے، یا مٹھائیاں وغیرہ رکھ کر آتی ہیں کہ کوئی اٹھائے تو ثواب صاحب قبر کو ملے گا۔ کیا از روئے شریعت یہ درست ہے؟ (مستفتی

اسرار احمد)

الجواب : ایصالِ ثواب کے واسطے کوئی خاص دن مقرر کرنا یا کسی خاص مہینے کو افضل سمجھنا درست نہیں ہے، شریعتِ مطہرہ میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ لہذا سب ایام اور مہینے اس سلسلے میں

برابر ہیں۔ باقی رہا عورتوں کا قبرستان جانا، اگر عبرت حاصل کرنے، اپنے متوفی عزیز و اقارب کی موانست کیلئے ہو تو جائز ہے بشرطیکہ وہ ناجائز اور خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ کریں۔ یہ تو عمر رسیدہ خواتین کے لیے حکم ہے، اگر عورتیں جوان ہوں تو ان کے لیے علی العموم اجازت نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب کی غرض سے مٹھائیاں وغیرہ قبرستان لے جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مردوں کو مٹھائیوں وغیرہ سے کیا غرض؟ ثواب تو جہاں پر بھی بخش دیا جائے پہنچ جاتا ہے۔ لہذا ایسے رسموں کو ختم کرنا چاہیے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ویکرہ اتخاذ الطعام فی اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام فی المراسم وفيه ای فی رد المحتار: صرح علماء نافی باب الحج عن الغير بان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوما او صدقة او غيرها (رد المحتار)

وفی الدر المختار: وبزيارة القبور ولو للنساء (قال الشامي تحته: ولو للنساء) وقيل تحرم عليهن والاصح ان الرخصة ثابتة لهن وجزم فی شرح المنية بالكره لهما مر وقال الخیر الرملي: ان كان ذلك لتجديد الحزن والبكاء ولندب علی ماجرت عاداتهن فلا تجوز وعليه حمل حديث "لعن الله زائرات القبور" وان كان للاعتبار والترحم فلا بأس اذا كن عجائز ويكره ان كن شواب كحضورهن الجماعة فی المساجد وهو توفيق حسن (رد المحتار جلد ۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شریف حسین عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه

صاحب مزار سے بیٹا مانگنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں بعض سادہ لوح مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب کسی کا بچہ نہ ہو تو وہ فلاں بزرگ کے مزار پر جائے رات گزارے اور اس سے دعا کرائے تو بیٹا پیدا ہو جائے گا نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مزار کے قریب سے جوتے اتار کر اس میں داخل ہونا چاہیے اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ واپسی پر پشت مزار کی طرف نہیں ہونی چاہیے بلکہ الٹے قدموں ادب اور احترام کے ساتھ واپس ہونا چاہیے۔ مذکورہ بالا صورتوں کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ (مستفتی رحمت الہی)

جواب: کی زیارت کے لئے جانا، وہاں جا کر دعا کرنا اور ان کے لئے ایصالِ ثواب کرنا بھی درست ہے ان کے توسل سے دعا مانگنا بھی جائز ہے لیکن ان بزرگوں سے اپنی مرادیں مانگنا، ان کو

مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا شرک ہے جس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔ اس طرح اس عقیدے کے ساتھ جانا کہ فلاں ولی کے مزار پر ایک رات گزاریں گے اور ان سے دعا کروائیں گے تو بچہ ملے گا بھی درست نہیں گویا مزار پر رات گزارنے سے بچے کا ملنا ضروری اور یقینی ہو گیا یہ بہت غلط عقیدہ ہے مؤثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی ذات عالی ہے وہ مختار کل ہے چاہے کسی بزرگ سے دعا کروانے یا توسل پکڑنے پر مراد پوری کرے یا نہ کرے۔

(۲) شریعت مطہرہ نے قبروں کے معاملے میں افراد و تفریط کی اجازت نہیں دی ہے چنانچہ قبروں کی تعظیم میں نہ حد درجہ مبالغہ سے کام لیا جائے اور نہ ہی اہانت اور بے حرمتی کو روا رکھا جائے۔ احادیث مبارکہ میں قبروں پر بیٹھنے، ان کو روندنے اور ان میں گندگی پھیلانے کی ممانعت آئی ہے اس طرح پختہ قبر بنانے، ان پر قبہ تعمیر کرنے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے.....

ولا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا، نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أن
تجصص القبور وأن یکتب علیہا وأن ینسب علیہا. (ترمذی ج ۱/ ۱۲۵)

آج کل مزارات کی تعظیم میں جو حد درجہ غلو ہو رہا ہے جیسے قبروں پر غلاف ڈالنا، چراغ جلانا، طواف کرنا، چومنا اور اٹے قدم لوٹنا سب بدعت ہیں اور ناجائز ہیں شریعت میں ان کی کوئی اصل نہیں۔

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

فصل فی الحداد والتعزیه

تعزیت کا حکم تدفین میت سے قبل

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں میت کو غسل دینے اور کفن دینے سے پہلے لوگ تعزیت کرنا شروع کرتے ہیں شرعی اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی جمیل الرحمن)

جواب: بہتر یہی ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد تعزیت شروع کی جائے البتہ اگر اہل میت کی تسکین و تسلی کے لئے پہلے کی جائے تو بھی جائز ہے۔

وهی بعد الدفن أفضل منها قبله لأن أهل الميت مشغولون قبل الدفن بتجهيزه ولأن وحشتهم بعد الدفن لفراقه أكثر وهذا إذا لم يرى منهم جزع شديد والاقدمت لتسكينهم - (ص ۱۴۹ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عورت کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کے انتقال پر سوگ منانے کا حکم

سوال : کیا عورت کیلئے اپنے شوہر کے علاوہ کسی رشتہ دار مثلاً بیٹا، بیٹی یا ماں، باپ وغیرہ کیلئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا اور زیب و زینت وغیرہ ترک کرنا جائز ہے؟

جواب : عورت کیلئے اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے انتقال کے موقع پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا اور سوگ کی غرض سے زیب و زینت وغیرہ ترک کرنا جائز نہیں، ہاں اگر یہ غرض نہیں ہے بلکہ ایسے ہی زیب و زینت وغیرہ ترک کیے ہوئے ہے تو کوئی حرج نہیں

زال فی شرح التنویر : ویباح الحداد علی قرابة ثلاثة أيام فقط، وللزوج منعها لأن الزينة حقه فتح، وينبغي حل الزيادة على الثلاثة إذا رضى الزوج أولم تكن مزوجة نهر. وفي التتارخانية : ولا تعذر في لبس السواد، هي آثمة الازوجة في حق زوجها فتعذر الى ثلاثة أيام : قال في البحر : وظاهره منعها من السواد تأسفا على موت زوجها فوق الثلاثة : وفي النهر : لو بلغت في العدة لزما الحداد فيما بقي. (الدر المختار ج ۳ ص ۵۳۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تین دن کے بعد تعزیت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کسی آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے اگر اس کے دوست و احباب دوسرے کسی دور علاقہ یا ملک میں ہو تعزیت کے دنوں میں وہ مجبوری کی وجہ سے نہیں آسکے اور جب کافی عرصہ سال / دو سال کے بعد آجاتے ہیں تو میت کے پسماندگان سے ان کے گھر جا کر تعزیت کرتے ہیں۔ اس طرح کافی عرصہ گزرنے کے بعد تعزیت کرنا شرعاً کیسا ہے؟ (مستفتی عطاء الحق)

جواب : کسی مجبوری کی بناء پر دیر سے تعزیت کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ بغیر مجبوری کے تین دن کے بعد تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

وفی الہندیۃ

ووقتہا من حین یموت الی ثلاثة ايام ويكره بعدها الا أن يكون المعزى أو المعزى اليه

غائبا فلا بأس بها۔ (صفحہ ۱۶۷ جلد ۱)

وفی الدر المختار

وتكره بعدها الا لغائب قال الشامي تحت هذه المسئلة أى الا أن يكون المعزى أو

المعزى غائبا فلا بأس بها قلت: والظاهر أن الحاضر الذى لم يعلم بمنزلة الغائب كما

صرح به الشافعية۔ (صفحہ ۱۳۹ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفی اللہ

غیر مسلم کی عیادت اور تعزیت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا کسی کافر کی عیادت کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی تعزیت کرنے کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبداللہ)

جواب : کافر کی عیادت و تعزیت دونوں جائز ہیں لیکن تعزیت کرتے وقت مردے کے لئے استغفار کی بجائے اس کے پسماندگان کو دوسرے کسی الفاظ سے تسلی دی جائے۔

وفی الہدایۃ

ولا بأس بعبادة اليهودی و النصرانی لانه نزع بر فی حقهم وما نهينا عن ذالك وصحة

أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عاد یهودیا مرض بجوارہ۔ (صفحہ ۲۷۸ جلد ۴)

وفی الہندیۃ

ولا بأس بعبادة اليهودی و النصرانی وفي المجوسی اختلاف کذا فی التهذیب ويجوز

عبادة الذمی کذا فی التبیین واذامات الکافر قال لوالده او قریبه فی تعزیتہ اخلف اللہ

علیک خیراً منه وأصلحک أى أصلحک بالاسلام۔ (صفحہ ۳۴۸ جلد ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

میت کی تعزیت کے وقت دعا کا حکم

سوال : آجکل یہ صورت حال ہے کہ اگر کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو لوگ اہل بیت کے پاس جا جا کر دعا کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض لوگ تو محض دعا ہی کو تعزیت سمجھتے ہیں اور دعا نہ کرنے والے کو

گھور گھور کر دیکھتے ہیں (یعنی برا سمجھتے ہیں) کیا ایسی صورت حال جائز ہے؟ نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ تعزیت دفن سے پہلے بھی جائز ہے؟۔ (مستفتی: محمد صالح)

جواب : کسی کے انتقال کے موقع پر اہل میت کے ہاں تعزیت کے لئے جانا مستحب عمل ہے، جس کا مقصد اہل میت کو صبر کی تلقین کرنا اور ان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنا ہے۔ اب یہ مقصد خواہ جس کسی طریقے سے بھی حاصل ہو جائے، مثلاً اہل میت کے ہاں جا کر دعا کرنے سے ان کو تسلی اور راحت ملتی ہے، یا کسی اور طرح سے یہ مقصد حاصل ہو جائے (بشرطیکہ وہ عمل خلاف شرع نہ ہو) تو تعزیت کا اجر و ثواب حاصل ہو جائے گا۔ البتہ دعا ہی کو ضروری سمجھنا کہ دعا نہ کرنے والے کو بُرا کہا جائے، درست نہیں ہے۔ تعزیت کے لئے جانا دفن کے بعد زیادہ بہتر ہے، تاہم دفن سے پہلے جانا بھی جائز ہے۔

فی الہندیۃ: التعزیت لصاحب المصیبة حسن.....

وہی بعد الدفن اولیٰ منها قبلہ الیٰ آخرہ (ہندیۃ، جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الزکوٰۃ

پوری زکوٰۃ ایک شخص کو دینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ! میرا ایک رشتہ دار ہے وہ بہت غریب ہے اور کمانے وغیرہ سے تقریباً عاجز ہے، مریض ہے، میں پوری زکوٰۃ اس کو دے سکتا ہوں؟ بینوا تو جروا (سائل کفایت اللہ)

جواب : رشتہ دار اگر زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اس کو دینے میں زیادہ ثواب ہے، البتہ یکمشت اتنی رقم نہ دیں کہ وہ فقیر یا مسکین صاحب نصاب ہو جائے۔

اس کو پوری زکوٰۃ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ کچھ رقم دے دیں، جب وہ خرچ ہو جائے تو مزید دیں۔ البتہ اگر وہ عیال دار بھی ہے تو بیک وقت اتنی رقم دے سکتے ہیں کہ کل افراد پر تقسیم کی جائے تو کسی کے پاس بھی نصاب پورا نہ ہو۔

اسی طرح اگر وہ مدیون یا مقرض ہے تو بھی بقدر دین اور قرض کے اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔
فی بدائع الصنائع:

ویکره لمن عليه الزكاة ان يعطى فقيرا مائتي درهم أو أكثر ولو أعطى جاز وسقط عنه
الزكاة في قول اصحابنا الثلاثة، ثم قال بعد اسطر فان كان، عليه دين فلا بأس بأن
يتصدق عليه قدر دينه وزيادة مادون المائتين وكذا اذا كان له عيال يحتاج نفقتهم
وكسوتهم. (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸)

وفی النهر الفائق: (وكره الاغناء) بان يدفع الى فقير مائه يصير غنيا بأن يعطيه نصابا
أو يكمله له حتى لو كان له مائة وتسعة وتسعون درهما فاعطاه درهما كره أيضا
كما في الظهيرية، والظاهر أنه لا فرق في ذلك النصاب بين كونه نام أو لا حتى لو
أعطاه عروضا تبلغ نصابا فكذلك ولا بين كونه من النقود أو من الحيوانات حتى
لو أعطى له خمس من الابل لم تبلغ قيمتها نصابا كره لما مر ولو أعطى مدیونا أكثر من
نصاب لا يفضل له بعده نصاب أو كان له عيال بحيث لو وزع المعطى له عليهم
لا يصيب كل واحد نصاباً لم يكره وإنما كره مع مقارنة الغنى للاداء فقط لانه حالة
التمليك فقير وذلك انما يحصل بعد تمامه. (النهر الفائق باب المصروف ج
۱ ص ۲۶۸)

و كذفی الجرائق ج ۲ ص ۲۴۹ مطبوعه ایچ ایم سعید

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ ادا کرتے وقت نیت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت لینے والے کو یہ بتانا کہ ”میں زکوٰۃ آپ کو دے رہا ہوں ضروری ہے یا نہیں کیا زکوٰۃ کا نام لئے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟ جبکہ ہمارے علاقے کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والے کو بتانا ضروری ہے کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے اور لینے والے کو بتائے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟
(مستفتی عبدالرؤف)

جواب: زکوٰۃ لینے والے کو یہ بتانا کوئی ضروری نہیں کہ میں یہ زکوٰۃ آپ کو دے رہا ہوں بغیر بتائے بھی زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے بشرطیکہ دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت ہو یا زکوٰۃ کی رقم جو کہ الگ کی گئی تھی سے دیدیا ہو اور لینے والا مستحق زکوٰۃ ہو تو بتائے بغیر دینا بہتر ہے اور اگر زکوٰۃ دینے والے کو لینے والے کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ تو اس وقت بتانا ضروری ہے

تاکہ مستحق نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ لینے سے انکار کر دے۔

وفی الدر المختار

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له قال الشامي تحت هذا القول (نية) أشار أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة تجزيه في الأصح - (صفحة ۱۸۷ جلد ۳)

وفی الهدایة

ولا يجوز أداء الزكاة الابنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل مقدار الواجب لأن الزكاة عبادة فكان من شرطها النية - (صفحة ۱۸۸ جلد ۱)

الجواب صحيح

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالرحمن عفا الله عنه

صلاح الدين جتري

زکوٰۃ کی ادائیگی میں زکوٰۃ کا نام لینا شرط نہیں ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت لینے والے کو یہ بتانا کہ ”میں زکوٰۃ آپ کو دے رہا ہوں ضروری ہے یا نہیں کیا زکوٰۃ کا نام لئے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی؟ جبکہ ہمارے علاقے کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والے کو بتانا ضروری ہے کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے اور لینے والے کو بتائے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟“
(مستفتی عبدالرؤف)

جواب : زکوٰۃ لینے والے کو یہ بتانا کوئی ضروری نہیں کہ میں یہ زکوٰۃ آپ کو دے رہا ہوں بغیر بتائے بھی زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے بشرطیکہ دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت ہو یا زکوٰۃ کی رقم جو کہ الگ کی گئی تھی اس سے دیدیا ہو اور لینے والا مستحق زکوٰۃ ہو تو بتائے بغیر دینا بہتر ہے اور اگر زکوٰۃ دینے والے کو لینے والے کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ تو اس وقت بتانا ضروری ہے تاکہ مستحق نہ ہونے کی صورت میں زکوٰۃ لینے سے انکار کر دے۔

وفی الدر المختار

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له قال الشامي تحت هذا القول (نية) أشار أنه لا اعتبار للتسمية فلو سماها هبة تجزيه في الأصح - (صفحة ۱۸۷ جلد ۳)

وفی الهدایة

ولا يجوز أداء الزكاة الابنية مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل مقدار الواجب لأن الزكاة عبادة فكان من شرطها النية - (صفحة ۱۸۸ جلد ۱)

الجواب صحيح

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالرحمن عفا الله عنه

صلاح الدين جتري

ادائیگی زکوٰۃ کی نیت سے مسکینوں کو طعام کھلانا

سوال: کیا زکوٰۃ کی رقم سے دعوت کر کے مسکینوں کو کھلا دینے سے زکوٰۃ اداء ہو جائیگی؟ (مستفتی عبداللہ کورنگی کراچی)

جواب: مسکینوں کو دعوت کے طور پر کھانا کھلانے سے زکوٰۃ اداء نہیں ہوتی، البتہ اگر بطور ملک انہیں کھانا دیدیا جائے تو اس کھانے کی قیمت کی بقدر زکوٰۃ اداء ہو جائے گی۔

فی الدر المختار:

وشرعاً (تملیک) خرج الاباحة، فلو أطعم یتیماناً یا الزکاة لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم . (جلد ۳ ص ۱۷۱) کذا فی البحر والولوالجیة .

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کون سے مستحق کو زکوٰۃ دینا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک شخص صرف ”مستحق زکوٰۃ“ ہے اس پر کوئی قرض نہیں دوسرا شخص ”مستحق زکوٰۃ“ بھی ہے اور قرضدار بھی ہے تو ان میں سے کس کو زکوٰۃ دینا بہتر ہے؟ (مستفتی عثمان خان)

جواب: صورت مذکورہ دونوں میں سے کسی بھی شخص کو ”زکوٰۃ“ دی جائے تو ادا ہو جائے گی کیونکہ دونوں ”مستحق زکوٰۃ“ ہیں تاہم بہتر یہ ہے کہ وہ ”مستحق زکوٰۃ“ جو قرضدار ہے اس کو دی جائے کیونکہ وہ زیادہ محتاج ہے۔

فی الدر المختار. وفي الظهيرية: الدفع للمديون أولى منه للفقير.

قال العلامة الشامي: أي أولى من الدفع للفقير الغير المديون لزيادة احتياجه. (رد المختار على الدر المختار ج ۳/۲۸۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کو بطور عیدی کے دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زکوٰۃ کی رقم اگر عید کے دن اپنے ”مستحق زکوٰۃ“ رشتہ داروں کے چھوٹے بچوں کو بطور عیدی کے دینا کیسا ہے؟ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (مستفتی اشرف حسین)

جواب : زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کسی ”مستحق زکوٰۃ“ کو اس رقم کا مالک بنانا ضروری ہے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا بشرطیکہ قبضے کی اہلیت اور سمجھ ہو، صورت مذکورہ میں جن بچوں کو یہ رقم دی جاتی ہے اگر وہ سمجھدار ہوں قبضے کی سمجھ رکھتے ہوں تو ان کو رقم زکوٰۃ کی نیت سے ادا کی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اگر ان کو سمجھ نہیں ہے تو ان کے اولیاء کو دیئے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

قال العلامة الحصكفي: دفع الزكاة الى صبيان اقاربه برسم عيد او الى مبشر او مهدى
الباكورة جاز، الا اذا نص على التعويض. (الدر المختار ج ۳/۴۰۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

باوجود محتاج ہونے کے زکوٰۃ لینے والے کا حکم

سوال : جو آدمی باوجود محتاج ہونے کے سوال نہ کرے اور لوگ اُس کی غربت سے واقف ہوں اور اُس کو زکوٰۃ دے دیں تو کیا اُس لینے والے کا قیامت کے دن مواخذہ ہوگا؟۔
نیز ہمارا ایک بھتیجا مدرسے میں پڑھتا ہے اور بالغ بھی ہے اس کے والدین تو مالدار ہیں لیکن وہ خود نصاب کا مالک نہیں۔ کیا ہم اُس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟۔ (مستفتی محمد دین)

جواب : اگر کوئی شخص مستحق زکوٰۃ ہو اور اُسے زکوٰۃ دی جائے تو اس (زکوٰۃ کے قبول کر لینے) سے اُس کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ نیز آپ کا اپنے مذکورہ طالب علم بھتیجے کو زکوٰۃ دے دینا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ زیادہ بہتر ہے۔

لقولہ تعالیٰ :

انما الصدقات للفقراء والمساكين الآية .

وفي الدر المختار :

وبهذا لتعليل يقوى ما نسب الى الوقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ

الزكاة ولو كان غنياً اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادته عجزه عن الكسب والحاجة

داعية الى ما لا بد منه (جلد ۳ ص ۲۸۶)

وفي الشامي :

والأفضل اخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه اه (ج ۳ ص ۳۰۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قرضہ دے کر پھر اس میں زکوٰۃ کی نیت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زید نے بکر کو ایک ہزار روپے دیے بعد میں زید کو خیال آیا کہ مجھے زکوٰۃ بھی دینی ہے اور دل میں نیت کر لی کہ وہ ہزار روپے جو میں نے بکر کو ویسے دیے تھے وہ زکوٰۃ کے ہیں۔ بعد میں زید نے بکر سے ان پیسوں کے بارے میں پوچھا تو بکر نے کہا کہ گھر میں رکھے ہوئے ہیں خرچ نہیں ہوئے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کیا زید کی اس طرح نیت کرنے سے وہ رقم زکوٰۃ میں شمار ہوگی؟

جواب: زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس کے متصل نیت ضروری ہے، اگر ادائیگی کے وقت نیت زکوٰۃ کی نہ کی گئی بلکہ ادائیگی کے بعد نیت کی گئی تو اس صورت میں مال اگر فقیر کے ہاتھ میں برقرار ہے تو یہ نیت معتبر ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی لیکن اگر وہ مال فقیر کے ہاتھ میں برقرار نہ ہو (یعنی خرچ ہوا ہو یا ہلاک ہوا ہو) تو یہ نیت معتبر نہیں ہوگی، زکوٰۃ اسکے ذمہ میں واجب رہے گی۔

صورت مذکورہ میں زید نے بکر کو پیسے دینے کے بعد زکوٰۃ کی نیت کی ہے لیکن مال چونکہ بکر کے ہاتھ میں برقرار ہے اسلئے زید کی طرف سے ہزار روپے بطور زکوٰۃ کے ادا ہو گئے۔

فی التنویر و شرحہ: و شرط صحة ادائها نية مقارنة له ای للاداء ولو كانت المقارنة حكماً كمالو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم في يد الفقير او نوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل بلا نية، او دفعها لذمی ليدفعها لان المعتبر للفقراء جاز نية الامر. (الدر المختار جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد عزیز جتوئی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

استعمال کی غرض سے خریدی گئی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ کیا حوائج اصلہ سے زائد سامان مثلاً گیزر، واشنگ مشین، بسترے، ڈنریٹ وغیرہ پر سال گزرنے سے زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں جبکہ یہ چیزیں سال بھر استعمال میں نہیں آتی؟

جواب: جس شخص کے پاس سونا چاندی یا نقد رقم اتنی ہو جو نصاب کو پہنچتی ہو اور اس پر سال گزر جائے تو شرعاً اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ سامان تجارت جسکی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے

باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو اور سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

قال العلامة علاء الدین الحصکفی : وسببه ای سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام
فارغ من دین له مطالب من جهة العباد وفارغ عن
حاجته الاصلیه . الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۲۵۹

حوانج اصلیه سے زائد سامان جو استعمال کی نیت سے خریدا گیا ہو تجارت کی نیت سے نہ ہو)
اگرچہ وہ عام استعمال میں نہ آتے ہوں (پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

قال الامام علی ابن ابی بکر الفرغانی : وليس فی دور السكنی وثیاب البدن واثاث
المنزل و دواب الركوب وعبید الخدمة وسلاح الاستعمال زکوٰۃ . هداية جلد
۱ صفحہ ۱۸۶

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتو الی عفا الله عنه

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

حق مہر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عموماً لڑکیوں
کا مہر ایک لاکھ سے اوپر اوپر مقرر کیا جاتا ہے۔ جو کہ بقدر نصاب زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہے اب اس پر ہر
سال گزرتا ہے رہتا ہے تو کیا اس پر لڑکی کے ذمہ زکوٰۃ ہے؟ جبکہ شوہر نے اس کو ابھی تک ادا نہیں کیا؟
(مستفتی جمیل الرحمن)

جواب : مہر کی رقم جب تک شوہر ادا نہیں کرتا بیوی کے ذمہ اس کی رقم کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور
اگر شوہر بقدر نصاب زکوٰۃ یا اس سے زیادہ رقم ادا کرے اور بیوی کا اس رقم پر قبضہ کے بعد سال
گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ البتہ اگر بیوی پہلے سے صاحب نصاب ہے درمیان سال مہر کی رقم
وصول ہونے پر تمام رقم پر نصاب کا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی مہر کی رقم کے لئے سال جدید کا
انتظار نہیں کیا جائے گا۔

فی البحر الرائق

قسم ابو حنیفہ الدین علی ثلاثہ اقسام قوی وهو بدل القرض ومال التجارة ومتوسط
وهو بدل ماليس للتجارة كضمن ثياب البذلة و عبد الخدمة و دار السكنی و..... وضعیف
وهو بدل ماليس بمال كالمهر والوصيته الى ان قال وفي الضعیف لا تحب مالم يقبض
نصاباً ويحول الحول بعد القبض عليه - (جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

وفي التنوير و شرحه

وعند قبض مائتين مع حولان الهول بعده أى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير

مال كمهرودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده يضم الى الدين الضعيف كما
مر قال العلامة الشامي تحت هذه المسئلة والحاصل انه اذا قبض منه شيئاً وعنده
نصاب يضم المقبوض الى النصاب ويزكيه بحوله ولا يشترط له بعض القبض - (جلد
۳ صفحہ ۲۳۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ خواتین کے پاس سونے اور
چاندی کے زیورات اتنی مقدار میں ہیں کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اب زیورات چونکہ کئی سالوں تک
خواتین کے پاس پڑے ہوتے ہیں تو کیا اس صورت میں ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی یا ایک مرتبہ زکوٰۃ
ادا کرنا کافی ہے؟ (مستفتی عبداللطیف)

جواب : سونے اور چاندی کے زیورات اگر بقدر نصاب موجود ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو
ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی اسی تاریخ میں جس روز وہ صاحب نصاب بن گئی تھی لہذا ہر سال اگر نصاب
پورا ہو تو ہر سال واجب ہوگی صرف ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کرنا کافی نہیں ہے۔

وفی الدر المختار

(وسبہ) أى سبب افتراضها (ملك نصاب حولی) نسبة للحول لحولانه عليه (تام)
بالرفع صفة كملك - (صفحہ ۱۷۴ جلد ۳)

وفی بدائع الصنائع

لا خلاف فی أصل النصاب وهو النصاب الموجود فی أول الحول يشترط له الحول
لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا زکوٰۃ فی مال حتی يحول علیه الحول - (صفحہ
۱۳ جلد ۲)

وفی خلاصة الفتاوى

الزکوٰۃ انما تجب اذا ملك نصاباً تاماً نامياً حولاً كاملاً - (صفحہ ۲۳۵ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شادی یا مکان کے لئے رکھی ہوئی رقم میں زکوٰۃ

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ! ایک شخص کے پاس ایک لاکھ

روپے ہے اس پر سال بھی گزر چکا ہے، مگر اس کے پاس نہ مکان ہے اور نہ ابھی تک اس کی شادی ہوئی ہے وہ ان ضروریات کے لئے روپیہ جمع کر رہا ہے، اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی سائل کفایت اللہ)

جواب: مال اگر سونے چاندی یا نقد روپوں کی صورت میں بقدر نصاب کسی کے پاس موجود ہو اور صاحب نصاب ہونے کے بعد سال بھی اس پر گزر جائے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، ادا نہ کرنے کی صورت میں گناہگار ہوگا۔

البتہ سال گزرنے سے پہلے پہلے اس رقم سے مکان کے لئے سامان وغیرہ خرید لے، یا شادی کر کے مہر میں ادا کر دے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

فی البحر الرائق:

وشرط فراغه عن الحاجة الأصلية لان المال المشغول بها كالمعدوم وفسرها في شرح المجمع لابن الملك بما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقاً أو تقديرًا فالثاني كالدين والاول كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج اليها لدفع الحر أو البرد كآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فاذا كان له دراهم مستحقة ليصرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة كما ان الماء المستحق لصرفه الى العطشى كان كالمعدوم وجاز عنده التيمم اه فقد صرح بان من معه دراهم وأمسكها بنية صرفها الى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة اذا حال الحول وهي عنده. (البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶ مطبوعه ايج ايم سعيد)

ويخالفه مافى معراج الدراية فى فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب فى النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة اه. البحر الرائق ج ۲ ص ۲۰۶.

وقال العلامة الشامي تحت (قوله وفسره ابن ملك) فاذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها الى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها اذا حال الحول وهي عنده. لكن اعترضه فى البحر بقوله: ويخالفه مافى المعراج فى فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب فى النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى اه.

قلت: وأقره فى النهر والشر نبالية وشرح المقدسى، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله فى السراج سواء أمسكه للتجارة او غيرها، وكذا قوله فى التتار خانية نوى التجارة أو لالكن حيث كان ما قاله ابن ملك موافقا لظاهر عبارات المتون كما علمت وقال ح انه الحق فالاولى التوفيق بحمل مافى البدائع وغيرها، على اذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال الحول وقدبقى معه منه نصاب فانه يزكى ذلك الباقي وان كان قصده الانفاق منه أيضا فى المستقبل لعدم استحقاق صرفه الى حوائجه الأصلية وقت حلول الحول، بخلاف ما اذا حال الحول وهو مستحق الصرف اليها، لكن يحتاج الفرق بين هذا وبين ما حال الحول عليه وهو محتاج منه الى اداء دين كفارة أو نذر أو حج، فانه محتاج اليه أيضا لبراءة ذمته، الخ.

(ردالمحتار علی الدر المختار ج ۲ ص ۲۶۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

(وکذا فی النہر الفائق ج ۱ ص ۴۱۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اسلحہ میں زکوٰۃ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ہر آدمی کے پاس دو بندوق رکھی ہوتی ہیں جن کی قیمت مقدار نصاب زکوٰۃ سے بھی زیادہ ہوتی ہے ایک حفاظت کے لئے اور دوسری شکار کے لئے یا دونوں شکار کے لئے ہوتی ہیں۔ ان پر سال گزرتا رہتا ہے تو کیا اس صورت میں ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ (مستفتی سیف الاعظم)

جواب : گھر میں بندوق رکھنا استعمال کی غرض سے چاہے اپنی حفاظت کے لئے ہو یا شکار کرنے کے لئے ہو دونوں صورتوں میں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ خواہ ان کی مالیت بقدر نصاب کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر تجارت کی غرض سے لی ہو تو سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

فی الہدایۃ

ولیس فی دور السکنی و ثیاب البدن و أثاث المنزل و دواب الركوب و عبید الخدمۃ و سلاح الاستعمال زکوٰۃ لأنها مشغولة بالحاجة الأصلية وليست بنامية أيضاً. (صفحہ ۱۸۶ جلد ۱)

وفی الہندیۃ

فلیس فی دور السکنی و ثیاب البدن و أثاث المنزل و دواب الركوب و عبید. الخدمۃ و سلاح الاستعمال زکوٰۃ. (صفحہ ۱۷۲ جلد ۱)

وفی التنبیہ و شرحہ

فارغ (عن حاجتہ الأصلیۃ) لأن المشغول بها كالمعدوم (صفحہ ۱۷۸ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اناج میں زکوٰۃ کا حکم!

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس گندم کا غلہ موجود ہے جس کی قیمت نصاب زکوٰۃ سے کہیں زیادہ ہے تو کیا سال پورا ہونے پر اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جبکہ اس نے اس غلبہ پر عشر بھی دیا ہو؟ (مستفتی نظام الدین)

جواب : صورت مذکورہ میں سال گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ زکوٰۃ سونے، چاندی، نقد روپے اور سامان تجارت پر واجب ہوتی ہے۔ زمین سے حاصل شدہ غلہ کو فقہائے مال نامی قرار نہیں دیا ہے۔ البتہ اگر تجارت کی غرض سے غلہ خریدا گیا ہو تو اس وقت زکوٰۃ واجب ہے۔

فی البحر

وخرج ايضاً ما اذا دخل من أرضه حنطة تبلغ قيمتها قيمة نصاب ونوى أن يمسكها ويبيعها فأمسكها حولاً لا تجب فيها الزكاة كما في الميراث - (ص ۲۰۹ ج ۲)

وفى الشامية

ولذا قال فى البحر: وخرج: أى بقيد العقد ما اذا دخل من أرضه حنطة تبلغ قيمتها نصاباً ونوى أن يمسكها ويبيعها فأمسكها حولاً: لا تجب فيها الزكاة كما فى الميراث - (ص ۱۸۶ ج ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین جتوالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کے مصارف اور زکوٰۃ میں تاخیر وغیرہ

سوال : ہماری ایک انجمن جسکا نام چنیوٹ انجمن اسلامیہ ہے، اس میں ہسپتال، میسٹری ہوم اور کار خیر کے کام ہوتے ہیں، ہمیں مختلف ذرائع سے چندہ آتا ہے جو کہ بعد زکوٰۃ اور بعد خیرات WALFARE کے آتا ہے۔ زیادہ تر ہمارے ٹرسٹی حضرات اور ہمارے نزدیکی خیر خواہ اس میں بھرپور حصہ لیتے ہیں۔

زکوٰۃ کے مصرف کیلئے ہسپتال میں اور مختلف جگہوں پر زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ علاج مفت بعد زکوٰۃ بھی ہوتا ہے اور بعد خیرات ۵۰ فیصد تک کی رعایت کی جاتی ہے اسکے علاوہ ہسپتال کے چارجز بھی کافی حد تک کم ہیں۔ اب ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے، وہ یہ کہ ہم ہسپتال میں مزید تعمیر کر رہے ہیں اور اسکے لیے اگرچہ زکوٰۃ کیلئے فنڈز ہیں جس سے ابھی تک ہم خرچہ کر رہے ہیں لیکن ہمیں چونکہ تعمیر کیلئے فی الحال اتنے فنڈز نہیں ملے، تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مد میں جو ہمارے پاس فنڈز پڑے ہیں اس سے ادھار لے لیا جائے اور تعمیر کے کاموں پر لگا دیا جائے ہمیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ہمیں تعمیر والے فنڈز جلد مل جائیں گے وہ پھر ہم اپنے زکوٰۃ فنڈ کو واپس کر دیں گے۔

آپ سے درخواست ہے کہ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں، کوئی اشکال تو نہیں ہے؟ مزید یہ کہ کیا زکوٰۃ کی رقم اگر سال میں خرچ نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ کیا کسی دوسرے ادارہ وغیرہ میں دے سکتے ہیں یا اسی ادارہ

کے ضوابط کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے؟ کیا یہ رقم مضاربہ پر میزان بنک میں رکھ سکتے ہیں؟

جواب : انجمن کی حیثیت زکوٰۃ دہندگان کے وکیل اور نمائندے کی ہے لہذا یہ انجمن اس زکوٰۃ کی رقم میں مالکانہ تصرف کرنے کی مجاز نہیں بلکہ صرف فقراء اور محتاجوں کو بانٹنے اور جائز مصرف میں خرچ کرنے کی مجاز ہے اس لیے اس رقم کو بطور قرض اٹھانے کی بھی مجاز نہیں البتہ اگر زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے صراحۃً اجازت ہو تو درست ہے۔

وهل له الاقراض والهبة.....وينبغي أن لا يملكها الوكيل بالتوكيل العام لأنه لا يملكها الا من يملك التبرعات. (رد المحتار ج ۵ ص ۵۱۰)

۲۔ جہاں تک سال ختم ہونے سے پہلے زکوٰۃ کی رقم خرچ نہ ہو نیکاً سوال ہے تو یہ اصول ذہن میں رہنا چاہیے کہ جب تک انجمن اس رقم کو مستحقین کو نہیں دے گی تب تک دہندگان حضرات کی زکوٰۃ اداء نہیں ہوگی اس لیے جہاں تک ممکن ہو اس رقم کو جلد اپنے مصرف میں خرچ کر دینا چاہیے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں ایک سال تک تاخیر کرنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہوتا ہے

فتكون الزكاة فريضة وفوريته واجبة فيلزم بتأخيرها من غير ضرورة الاثم كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في المنتقى وهو عين ما ذكره الفقيه أبو جعفر عن أبي حنيفة أنه يكره أن يؤخرها من غير عذر..... (فتح القدير ج ۲ ص ۱۱۲)
(فيأثم بتأخيرها) ظاهره الاثم بالتأخير ولو قل كيوم او يومين ، لأنهم فسروا الفور باول اوقات الامكان وقد يقال المراد أن لا يؤخر الى العام القابل لمافی البدائع عن المنتقى بالنون اذا لم يؤد حتى مضى حولان فقد أساء وأثم (رد المحتار ج ۲ ص ۲۷۲)

اگر سال بھر میں یہ رقم خرچ نہیں ہوئی تو اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں مثلاً دینی ادارے جو دین کی اشاعت کا کام کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی رقم کا بہترین مصرف ہیں ان میں خرچ کر دینا چاہیے موجودہ دور میں دین کی اشاعت کی سخت ضرورت ہے اور عموماً زکوٰۃ کی رقم سے کسی درجہ میں یہ ضرورت پوری ہو رہی ہے ایسے اداروں میں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے ثواب کے علاوہ دینی اشاعت میں تعاون کرنے کا بھی ثواب الگ ملے گا۔

۳۔ زکوٰۃ کی رقم مضاربہ پر میزان بنک میں رکھنا جائز نہیں کیونکہ مضاربہ میں صرف نفع پر شرکت ہوتی ہے اور نقصان کی صورت میں صرف رأس المال سے نقصان پورا کیا جاتا ہے دوسرا یہ کہ جب تک رقم مستحقین تک نہیں پہنچتی زکوٰۃ اداء نہیں ہوتی خدا نخواستہ اگر صاحب زکوٰۃ کی موت واقع ہو جائے تو رقم وراثت کی میراث میں شامل ہو جائیگی اور زکوٰۃ اداء نہ ہوگی

لہذا تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۱۹۹۔ شامی ج ۲ ص ۲۷۰۔ مسائل زکوٰۃ ص ۷۲ بحوالہ احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۶۵۔)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مقروض فقیر کو مالک بنائے بغیر زکوٰۃ کی رقم سے قرضے کی ادائیگی

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص ہے جو مقروض ہے دوسرا ایک آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا قرض ادا کرے، تو یہ شخص زکوٰۃ کی رقم لیجا کر اس کے قرض خواہ کو دے دیتا ہے مقروض شخص کے ہاتھ میں دیے بغیر۔ کیا اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

(۲) ایک غریب بیمار شخص جو کہ ہسپتال میں زیر علاج ہے۔ ہسپتال کے مختلف بل اس کے ذمہ واجب الاداء ہیں، مثلاً ٹیسٹ ایکسرے، الٹراساؤنڈ، دیگر ادویات وغیرہ۔ دوسرا شخص اس کی طرف سے یہ بل زکوٰۃ کی رقم سے مذکور شعبوں کے کاؤنٹر پر ادا کرتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ (مستفتی: حاجی محمد مظہر صاحب ابوبکر مسجد ڈیفنس فیئر ۲)

جواب : زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک۔ (یعنی فقیر کو مالک بنانا) شرط ہے۔ زکوٰۃ کی رقم کا جب تک کسی فقیر کو مالک نہ بنادیا جائے، اس وقت تک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

سوال میں مذکور دونوں صورتوں میں چونکہ مستحق زکوٰۃ کی ملکیت میں رقم نہیں آتی، لہذا اس طرح زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگی۔

اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پہلے مستحق زکوٰۃ کے ہاتھ میں یا ان کے وکیل کے ہاتھ میں مذکورہ رقم دی جائے، پھر اس کی اجازت یا اس کے وکیل کی اجازت سے مذکورہ امور انجام دیئے جائیں۔ یہ صورت درست ہوگی اور زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی۔

فی التویر:

وہی تملیک جزء مال عینہ الشارع من مسلم فقیر غیر ہاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة

عن المملک من کل وجہ۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۷۳)

وفی الہندیہ: ولو قضی دین الفقیر بزکوٰۃ ماله ان کان بامر یجوز وان کان بغیر امرہ لا

یجوز وسقط الدین۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نشے کے عادی کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ میرا پڑوسی نہایت غریب اور مسکین ہے لیکن ہیروئن وغیرہ نشے کا عادی ہے نماز بالکل نہیں پڑھتا، اس کو زکوٰۃ دینا شرعاً جائز ہے۔ یا نہیں؟ (مستفتی عبدالواحد کورنگی)

جواب : واضح رہے کہ زکوٰۃ فقراء و مساکین کے لئے ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں غریب اور مسکین پڑوسی کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اگرچہ وہ فاسق و فاجر ہیروئن وغیرہ نشے کا عادی ہے۔ البتہ اگر یہ یقین ہو کہ وہ ہیروئن وغیرہ نشے پر یہ رقم خرچ کرے گا تو اسے نہیں دینا چاہئے۔ لیکن نیک صالح فقیر کو زکوٰۃ و صدقات دینا جاہل فقیر کی بہ نسبت زیادہ بہتر ہے۔

فی الدر المختار:

باب المصروف: ای مصرف الذکوۃ والعشر..... (هو فقير، وهو من له ادنى شىء) ای دون نصاب او قدر نصاب غير نام مستغرق فى الحاجة رو مسکین من لاشىء له) على المذهب (ج ۲ ص ۳۳۹)

وقال ايضاً: وفى المعراج التصديق على العالم الفقير افضل، فى رد المحتار قوله: (افضل ای من الجاهل الفقير قهستانی. ص ۳۵۳/۲) ومثله فى الهندية ج ۱ ص ۱۸۷

والله اعلم و علمه اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

زیورات کے ساتھ نگینہ کی زکوٰۃ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ اگر کسی کے پاس بارہ تولہ زیورات ہوں اور اس پر تقریباً تین تولہ قیمتی پتھر لگا ہوا ہو جو کہ بطور نگینہ کے زیورات میں استعمال ہوتا ہے تو کیا اس صورت میں کل بارہ تولہ پر زکوٰۃ آئے گی یا نگینہ منہا کر کے بقیہ زیورات 9 تولہ کی زکوٰۃ دینی ہوگی؟ بینواتو جروا۔ (مستفتی رفیع اللہ کورنگی)

جواب : واضح رہے کہ زکوٰۃ سونا، چاندی یا اموال تجارت میں واجب ہے اسی طرح ان جانوروں میں جو اکثر سال باہر چرتے ہوں ان کے علاوہ دیگر اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں نگینہ خواہ قیمتی پتھر کا ہو یا موتی کا ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں سونے سے اس کو منہا کر کے اصل سونے یعنی نو تولہ سونے کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔

فی تنویر الابصار مع شرحہ:

(لازکاة فى اللآئى والجواهر) وان ساوت الفاوى نسخة الوفاً اتفاقاً (الا ان تكون

للتجارة

والاصل ان ماعدا الحجرين والسوائيم انما يركب بنية التجارة بشرط عدم المانع
المؤدى الى الشئى. (رد المحتار ۳/ ۱۹۴)، (ومثله فى الهندية ۱/ ۱۷۲)

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
بنده صلاح الدين ڈيروى

مقروض آدمی کی زمین کے عشر کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مقروض ہے لیکن ساتھ ساتھ زمین کی پیداوار اتنی ہے کہ ان پر عشر واجب ہے اب سوال یہ ہے کہ مقروض آدمی پر زمین کے پیداوار سے عشر واجب ہوگا یا نہیں؟ (مستفتی نور الحق)

جواب : قرض عشر کے واجب ہونے سے مانع نہیں ہے عشر کا وجوب زمین کی آمدنی پر ہے اس کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں ہے لہذا مقروض پر پیداوار کے حساب سے عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

فی التنبیر و شرحہ

ولا یمنع الدین وجوب عشر و خراج و کفارة و فیہا ایضاً فی باب العشر و یجب
معالدى. (جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)

وفی البحر الرائق

لأن الدین لا یمنع وجوب العشر و الخراج - (جلد ۲ صفحہ ۲۰۴)

وفی الہدایۃ

قال ابو حنیفۃ فی قلیل ما اخرجتہ الأرض و کثیرہ العشر - (جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
صلاح الدين چترالى

کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا بیوی خود ادا کرے گی؟ (مستفتی نور الدین)

جواب : جب عورت مالک نصاب ہو تو صدقۃ الفطر ادا کرنے کی خود ذمہ دار ہے شوہر کے ذمہ اس کا فطرانہ ادا کرنا واجب نہیں تاہم اگر شوہر نے اس کی طرف سے فطرانہ ادا کر دیا تو ادا ہو جائے گا۔

فی الهدایہ

ولا یؤدی عن زوجته لقصور الولاية والمؤنة فانه لا یلیها فی غیر حقوق النکاح ولا یمونها فی غیر الرواتب کا مداواة - (ص ۱۶۸ ج ۱)

وفی الہندیہ

ولا یؤدی عن زوجته ولا عن اولاده الکبار وان کانوا فی عیالہ ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاءهم استحساناً کذا فی الہدایہ وعلیہ الفتوی کذا فی فتاوی قاضیخان - (ص ۱۹۳ ج ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین جتہرالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نہری زمین پر عشر کا حکم

سوال : ہمارے علاقے اپنی مدد آپ کے تحت ایک نہر بنائی گئی ہے، جس سے زمینیں سیراب کی جاتی ہیں، اور ہر سال اپنی مدد آپ کے تحت اس نہر کی مرمت کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ چشمے کا پانی بھی ملا ہوا ہے جہاں نہر کا پانی آبادی تک پہنچ جاتا ہے وہاں سے لوگ چھوٹی چھوٹی نہر بنا کر اپنی اپنی زمین تک لے جاتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں، ایسی زمین پر عشر واجب ہے یا نصف عشر؟ - (مستفتی صلاح الدین)

جواب : صورت مسئلہ میں نصف عشر واجب ہے کیونکہ سائل کے مطابق چشمے کا پانی مغلوب ہے۔ فی التئویر و شرحہ:

ویجب نصفہ فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیه ای دولاب لکثرة المؤنة، وفی کتب الشافعية أو سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لاتاہ ولو سقی سیحاً بالة اعتبر الغالب ولو استویا فنصفه وقيل ثلاثة أرباعه، وفی حاشیة: (قوله وقواعدنا لاتاہ) کذا نقله الیافانی فی شرح الملتقى عن شیخہ.... لان العلة فی العدول عن العشر الی نصفه فی مسقی غرب ودالیه هی زیادة الکلفة کما علمت وهی موجودة فی شراء الماء (رد المحتار جلد ۲ ص ۳۲۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صدقہ فطر اپنے رشتہ داروں کو دینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ اپنے بہن بھائیوں کو صدقہ فطر دینا کیسا ہے؟ جبکہ وہ محتاج ہوں؟ (مستفتی حاجی شیر افضل)

جواب : اپنے بہن بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ اور صدقہ فطر دینا جائز ہے بلکہ افضل ہے جبکہ وہ محتاج ہوں اور حساب کتاب الگ ہو۔

فی الہندیۃ

والافضل فی الزکاة والفطر والنذر والصرف اولا الی الاخوة والاختوات ثم الی اولادہم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی الاخوال والخالات (ج ۱ / ۱۹۰)
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
محمد عزیز جتہ الی فیض آبادی

زیادتی صدقہ سے زیادتی ثواب کا حکم!

سوال : صدقہ میں جتنی زیادہ رقم لگائی جائیں کیا اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملے گا؟ کھانے میں کوئی اچھی چیز مثلاً گوشت، مرغی پکا کر گھر والوں (اپنے بچوں وغیرہ) کو کھلانا بھی صدقہ ہے؟ (مستفتی محمد دین)

جواب : ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ رقم (یا کوئی اور قیمتی چیز) صدقہ کر دیں گے اتنی ہی ثواب میں بھی زیادتی ہوگی، تاہم اخلاص ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ کوئی چھوٹی چیز بھی صدقہ کر دے اخلاص کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر پہاڑوں سے بھی بڑا کر کے اس کے نامہ اعمال میں رکھ دیتے ہیں، اور اگر خدا نخواستہ اخلاص نہ ہو یا ہو تو بڑی سے بڑی چیز بھی صدقہ کرنے کے باوجود کوئی ثواب نہیں ملے گا، بلکہ مؤاخذہ ہوگا۔

اپنے بال بچوں کو اچھی چیزیں کھلانا بھی صدقہ ہے۔

فی مشکوٰۃ المصابیح

عن ابي مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا انفق المسلم نفقةً على اهلہ وهو يحتسبها كانت له صدقة متفق عليه. (صفحہ ۱۷۰)
وعن ام سلمة قالت قلت يا رسول الله اَلْیَ اَجْرُ انْ اَنْفَقَ عَلٰی بَنِي اَبِي سَلَمَةَ اِنْ مَا هُمْ بَنِي فَقَالَ اَنْفَقَ عَلَيْهِمْ فَلَكَ اَجْرٌ مَا اَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ المصابیح)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

محمد عزیز جتہ الی فیض آبادی

کتاب الصوم

قضاء روزوں کے کفار کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے متعلق کہ ایک عورت ولادت کے ایام میں چند دن

بیمار رہی ولادت کے ایک دن بعد فوت ہوئی مہینہ چونکہ رمضان المبارک کا تھا اس لئے اب اس کے قضا شدہ روزوں اور نمازوں کا کیا حکم ہے؟ (اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا درست ہے؟ جبکہ انہوں نے وصیت بھی نہیں کی تھی نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے اور نمازوں کے فدیے کی صورت کیا ہوگی۔؟ (مستفتی عمر اشرف)

جواب: (۱) مذکورہ صورت میں مرحومہ چونکہ بیمار رہی اور صحت یاب ہونے سے پہلے انتقال فرما گئی ایسی صورت میں مرحومہ کے ذمہ روزے واجب نہ ہوئے اور نہ ہی وصیت اس پر لازم تھی تاہم ورثاء اپنی طرف سے ادا کریں تو مرحومہ کو اس کا اجر ملے گا۔

وفی ردالمختار:

(فأن ماتوا فيه) ای فی ذالک العذر (فلا تجب) علیہم (الوصیة بالفدية) لعدم ادراکهم عدة من ایام آخر (ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت) الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام آخر. (جلد ۳ صفحہ ۴۰۶)

(۲) نماز اور روزوں کے فدیے کی مقدار وہی ہے جو صدقۃ الفطر کی ہے۔ یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت ہر نماز اور ہر روزے کا الگ الگ فدیہ ادا کیا جائے گا۔ وتر چونکہ مستقل نماز ہے لہذا اس کا الگ فدیہ ادا کیا جائے گا۔

وفی ردالمختار:

(ولومات وعليه صلوات فائنة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة صاع من بر) كالفطرة (وكذا حكم الوتر) والصوم. (جلد ۲ صفحہ ۵۳۲)

وبالله التوفيق

محمد عزیز جتوئی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

روزے کے فدیے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ کہ آدمی رمضان میں بیمار ہوا اس سے کچھ روزے رہ گئے جن کا اس نے فدیہ ادا کر دیا پھر وہ تندرست ہو گیا اور روزہ رکھنے کی اس میں استطاعت بھی آ گئی کیا اب اس پر ان فوت شدہ روزوں کی قضاء بھی لازم ہے؟ یا کہ ادا کردہ فدیہ ہی کافی ہے؟ (مستفتی سرتاج عالم)

جواب: موصوف نے جن روزوں کے واسطے فدیہ ادا کیا ہے حالت مرض میں ان کے لئے ادا شدہ فدیہ کافی نہیں ہے اس لئے اب ان کی قضا کرنا اس پر ضروری ہے۔ کیونکہ روزے کے

بدلے فدیہ دینے کا حکم شیخ فانی کے علاوہ صرف ایسے مریض کے لئے خاص ہے جو صحت یابی سے بالکل مایوس ہو چکا ہو۔ لہذا مذکورہ شخص کا فدیہ روزے کا قائم مقام نہیں بن سکتا ہے بلکہ اس پر قضا واجب ہے۔

قوله تعالى

(وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين)

قال المفسر العلامة تحته:

وقال: ان الآية نزلت في الشيخ الكبير الهرم، والعجوز الكبيرة الهرمة (روح المعاني)

وفيه:

(وان تصوموا) اي ايها المطيقون المقيمون الاصحاء او المطوقون من الشيوخ

والعجائز (خير لكم) من الفدية (۵۹/۲)

في الدر المختار:

ومتى قدر قضي، لان استمرار العجز شرط للخلفية (۴۲۷/۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

محمد شريف حسين

عبدالرحمن عفا الله عنه

تنہا چاند دیکھنے کا حکم

سوال: ایک آدمی نے تنہا رمضان کا یا عید کا چاند دیکھا مطلع بالکل صاف تھا اور شہادت رد کردی گئی تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے کیا یہ روزہ رکھے گا یا افطار کریگا اگر روزہ رکھنا تھا اور افطار کر دیا تو کیا قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا؟ اگر امام یعنی حاکم اکیلا چاند دیکھے تو کیا وہ اسکا اعلان کرے گا کہ سب روزہ رکھیں یا عید منائیں؟ نیز اگر ایک بستی کے چند آدمیوں نے چاند دیکھا جنکی تعداد جمع غفیر تک نہیں پہنچتی تو انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: مطلع صاف ہونی کی صورت میں اگر کسی نے رمضان کا یا عید کا چاند دیکھ کر گواہی دی اور اسکی گواہی رد کردی گئی تو اس آدمی پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے اگر افطار کر دیا تو صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اگر تنہا امام نے رمضان کا یا عید کا چاند دیکھا تو وہ لوگوں کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا حکم نہیں دے گا بلکہ خود تنہا روزہ رکھے گا اگر رمضان کا چاند تھا اور اگر عید کا چاند ہے تو سب کے ساتھ امام بھی روزہ رکھے گا۔ چند آدمی جنہوں نے چاند دیکھا اور انکی تعداد جمع غفیر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے انکی شہادت رد کردی گئی وہ بھی روزہ رکھیں گے۔

(رأى) مکلف (هلال رمضان أو الفطر ورد قوله) بدلیل شرعی (صام) مطلقاً وجوباً وقيل ندباً (فان أفطر قضی فقط) فیہما الشبهة الرد. (قوله رأى مکلف) أى مسلم بالغ عاقل ولو فاسقاً کما فی البحر عن الظهيرية فلا یجب علیه لو صبیا او مجنوناً، وشمل مالو کان الرائی اماماً فلا یأمر الناس بالصوم، ولا بالفطر اذا رآه وحده ویصوم کما فی الامداد. وأفاد الخیر الرملى أنه لو کانوا جماعة وردت شهادتهم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیهم کذلک. (شامی ج ۲ ص ۳۸۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

روزہ دار کو کھاتا ہو ادیکھ کر کیا بتانا چاہیے؟

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ رمضان کے مہینے میں کسی شخص کو کھاتا یا پیتا ہو ادیکھے تو کیا اس کو بتانا چاہیے یا نہیں؟ (مستفتی عباس علی)

جواب: روزے کی حالت میں کوئی شخص بھول کر کھاپی رہا ہو دوسرے شخص کو علم ہو جائے کہ یہ بھول کر کھاپی رہا ہے تو اگر وہ شخص، ضعیف ہو یا ایسا ہو کہ روزے کی وجہ سے کمزوری لاحق ہوتی ہو تو اگر نہ بتا دیا جائے تو درست ہے لیکن اگر وہ شخص جوان ہو اور آسانی سے روزہ رکھ سکتا ہو تو بتا دینا چاہیے نہ بتانا اس صورت میں کراہت سے خالی نہیں۔

فی البحر:

وخرج ما اذا اكل ناسياً فذكره انسان بالصوم ولم يتذكر فاكل فسد صومه في الصحيح خلافاً لبغصهم كذا في الظهيرية والاولى ان لا يذكره ان كان شيخاً لأن يفعل الصائم ليس بمعصية فالكوت عنه ليس بمعصية ولان الشيخوخه مظنة الرحمة وان كانا شاباً يقوى على الصوم يكره ان لا يخبره والظاهر انها تحريمية. (ج ۲/۲ ص ۲۷۱)

وفى الهندية:

رجل نظر الى صائم ياكل ناسياً ان رأى فيه قوة يمكنه ان يتم الصوم الى الليل فالمختار أنه يكره ان لا يذكره وان كان يصف في الصوم بأن كان شيخاً كبيراً يسعه، ان لا يخبره كذا في الظهيرية في فصل الاغدار المبيحة. (ج ۱/۳ ص ۳۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سحری کے بعد منہ میں کھانے کی باقی ذرات کا حکم

سوال: (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ سحری کھانے کے بعد کھانے کے کچھ ذرات منہ اور

دانتوں کے بیچ میں باقی تھے کہ سحری کا وقت ختم ہو گیا بعد میں ان ذرات کو نگل لیا اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا؟ ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضا ہے یا کفارہ بھی؟

(۲) ایک شخص روزے کی حالت میں غسل کر رہا تھا کہ غلطی سے کچھ پانی منہ کے اندر چلا گیا اس صورت میں روزے کی قضا لازم ہے یا کفارہ؟ (مستفتی محمد طاہر)

جواب : (۱) مذکورہ صورت میں منہ اور دانتوں کے بیچ میں باقی ماندہ کھانے کے ذرات اگر چنے کے دال کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہوں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قضا اور کفارے کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں۔ اصح یہی ہے کہ صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

فی الہندیۃ

وان اکل ما بین توینسد O ان کان قليلاً وان کان کثیراً یفسد و الحمصۃ وما فوقہا کثیر وما دونہا قليل وان أخرجه وأخذہ بیدہ ثم اکل ینبغی أن یفسد کذا فی الکافی وفي الکفارة أقاویل قال الفقیہ رحمہ اللہ تعالیٰ والاصح أنه لاتجب الکفارة کذا فی الخلاصة. (ج ۱/۲۰۲)

(۲) روزے کی حالت میں غسل کرنے والے شخص کہ منہ میں جانے کے وقت اس کو اگر اپنا روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضا لازم ہے لیکن اگر اس کو روزہ یاد نہ تھا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹا

فی الہندیۃ

وان تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفہ ان کان ذاکراً لصومه فسد صومه وعليہ القضاء وان لم یکن ذاکراً لا یفسد صومه لانه بمنزلة المخطی؛ وكذا اذا اغتسل فدخل الماء حلقه کذا فی سراج الوہاج. (ج ۱/۲۰۲) وفي الخانیۃ:

تمضمض حتی دخل الماء حلقه، ان زاد فی المضمضة علی الثلاث ووصل الماء جوفہ فسد صومه وقال ابن أبی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ ان توضأ لصلوة المكتوبة لم یفسد صومه وان توضأ للتطوع فسد صومه وقال بعضهم لا یفسد فیہما وعن الحسن وهو قول أصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ ان کان ذاکراً صومه فسد صومه وان کان ناسياً لاشی علیہ. (فتاویٰ قاضی خان ج ۱/۲۰۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رمضان میں استنجاء میں احتیاط کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک بات جو عوام میں مشہور ہے کہ روزہ دار کے لئے استنجاء میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے یہ کہاں تک درست ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا

ہے؟ (مستفتی مختار احمد)

جواب : روزہ دار کو احتیاط کرنی چاہیے البتہ روزے کا اس سے ٹوٹنا بعید ہے کیونکہ مخرج سے پانی جب تک موضع حقنہ تک نہ پہنچ جائے روزہ نہیں ٹوٹے گا استنجاء میں پانی موضع حقنہ تک نہیں پہنچتا ہے۔

فی الہندیۃ

والصائم اذا استقصى فی الاستنجاء حتی بلغ الماء مبلغ الحقنۃ یفسد صومہ ہکذا فی بحر الرائق. (ج ۱/۲۰۴)

وفی البحر

وذكر الوالو الجی أن الصائم اذا استقصى فی الاستنجاء حتی بلغ مبلغ الحقنۃ فهذا أقل ما یكون ولو كان یفسد صومہ والاستقصاء لا یفعل لانه یورث داء عظیمًا. (ج ۲/۲۷۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن سے نہیں؟

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک شخص چونی منہ میں رکھ کر کھیل رہا تھا کہ اچانک پیٹ میں چلا گیا تو اس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا؟ اس پر صرف قضاء ہے یا کفارہ؟ (مستفتی اعجاز الدین)

جواب : وہ چیزیں جو نہ غذاء استعمال ہوتی ہوں اور نہ دواء مثلاً پتھر، لکڑی، مٹی وغیرہ ان کے نگلنے کی صورت میں روزہ تو ٹوٹ جائے گا لیکن کفارہ نہیں آئے گا محض قضا لازم ہوگا۔

فی الہندیۃ

واذا ابتلع مالا یتغذى به ولا بتداوی به عادة کالجبر والتراب یوجب الکفارة کذا فی التبيين. (ج ۱/۳۰۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بھول کر روزہ توڑنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی نے بھول کر روزہ توڑ دیا پھر اس نے یہ سمجھ کر کہ روزہ تو ٹوٹ گیا جان بوجھ کر کھانا شروع کر دیا تو اب اس پر قضا لازم ہوگا یا کفارہ؟ (مستفتی مبارک خان)

جواب : مذکورہ صورت میں صرف قضا لازم ہوگئی اور استغفار بھی۔

وفی الہندیۃ

لو أكل أو شرب أو جامع ناسيا وظن أن ذاك فطره فأكل متعمداً لا كفارة عليه۔
(صفحہ ۲۰۶ جلد ۱)

وفی الہدایۃ

ومن أكل في رمضان ناسيا وظن أن ذاك يفطره فأكل بعد ذاك متعمداً عليه
القضاء دون الكفارة۔ (صفحہ ۲۲۶ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اگر بتی اور مکھی حلق میں چلے جانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

سوال : اگر روزے کی حالت میں غیر اختیاری طور پر اگر بتی کا دھواں یا کوئی مکھی وغیرہ گلے میں چلی جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب : اگر کوئی مکھی یا اگر بتی کا دھواں وغیرہ غیر اختیاری طور پر حلق میں چلا جائے تو اس سے

روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر جان بوجھ کر دھواں وغیرہ گلے میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) وذاكراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه، ومفاد أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاکراً لا مکان التحرز عنه فليتنبه له كما بسطه الشرنبلالی. قال فی الشامیۃ : (قوله استحساناً) وفي القیاس یفسد أي بدخول الذباب لو وصول المفطر إلى جوفه وان كان لا يتغذى به كالتراب والحصاد والدخان لدخولها من الأنف إذا طبق الفم كما فی الفتح، وهذا یفید أنه إذا وجد بدمان تعاطى ما يدخل غباره فی حلقه أفسد لو فعل شرنبلالیہ (قوله ومفاده) أي مفاد قوله دخل أي بنفسه بلا صنع منه. (شامی ج ۲ ص ۳۹۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسافر کے لئے روزے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا کیا قصر نماز کی طرح ضروری ہے؟ یا اس میں اختیار ہے؟

(مستفتی محمد بابر)

جواب : شریعت مطہرہ نے سفر شرعی کے دوران نماز قصر کرنے کو واجب قرار دیا ہے یہ نعمت

خداوندی ہے اس پر عمل ضروری ہے بصورت دیگر گناہ گار ہوگا۔ برخلاف روزوں کے کہ ان کے متعلق شریعت نے اختیار دیا ہے اور بغیر کسی عذر کے عام حالات میں روزہ رکھنے کو افضل قرار دیا ہے۔
وفی البحر:

ای جاز الفطر لان السفر لا یعری عن المشقة فجعل نفسه عذراً بخلاف المرض
لاندقد یخف بالصوم فشرط كونه مفضیاً الى الحرج وانما كان الصوم افضل ان لم
یضره لقوله تعالى "وأن تصوموا خیر لکم" ولان رمضان افضل الوقتین فكان فيه
الاداء اولی ولا یرد علينا القصر فی الصلوات فانه واجب حتی یاتم بالاتمام لان
القصر هو العزیمه. (بحر الرائق ج ۲/۲۸۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شوال کے چھ روزوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ شوال کے چھ روزے کب رکھنے چاہیے مسلسل چھ دن رکھنا ضروری ہے یا متفرق بھی رکھ سکتے ہیں؟ (مستفتی عبدالرحیم، کورنگی)

جواب: شوال کے یہ چھ روزے ماہ شوال میں کسی بھی وقت رکھے جاسکتے ہیں۔ متفرق طور پر رکھنا مستحب ہے لیکن اگر کسی نے مسلسل رکھ لئے تب بھی درست ہے مکروہ نہیں۔

وفی التنبیر و شرحہ:

(وندب تفریق صوم الست من شوال) ولا یکره التتابع علی المختار خلافاً للثانی
حاوی. والاتباع المکره ان یصوم الفطر وخمسۃ بعده. (الدر المختار ج ۳/۴۲۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قضاء روزہ توڑنے پر کفارے کا حکم

سوال: ایک آدمی نے رمضان کا روزہ کسی عذر کی وجہ سے توڑ دیا پھر اس روزے کی قضا کرتے ہوئے اسے جان بوجھ کر توڑ دیا تو کیا اس پر قضا روزہ توڑنے کی وجہ سے صرف قضا ہی لازم ہوگی یا کفارہ بھی جو کہ اصل روزہ رمضان توڑنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

جواب: رمضان کا قضاء روزہ توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضاء روزہ ہی رکھنا ہوگا۔

(وان جامع) المكلف آدميا مشتهى (فى رمضان أداء) لما مر. (قوله لما مر) أى من ان الكفارة انما وجبت لهتك حرمة شهر رمضان، فلا تجب بافساد قضائه ولا بافساد صوم غيره.

(رد المحتار ج ۲ ص ۴۰۹)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فى الاعتكاف

معتكف کا نماز جنازہ میں شرکت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان المبارک کے اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ اب ثواب کی نیت سے مسجد سے باہر نکل کر نماز جنازہ میں شرکت کی تو اس کا مسجد سے نکل کر جنازے میں شریک ہونے سے اعتکاف باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ (مستفتی اعجاز)

جواب: نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنے پر اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے دوسرے لوگوں کے ادا کرنے سے معتکف کی طرف سے بھی ادا ہو جاتا ہے اس لئے بغیر کسی عذر کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں لیکن اگر اعتکاف کرتے وقت اس نے نماز جنازہ میں شرکت کی نیت کی تھی تو اس کے لئے نکلنا جائز ہے۔

وفى بدائع الصنائع

ولا يخرج ليعادة مريض ولا لصلاة جنازة لانه لا ضرورة الى الخروج لأن عيادة المريض ليست من الفرائض بل من الفضائل وصلاة الجنازة ليست بفرض عين بل فرض كفاية تسقط عنه بقيام الباقيين بها فلا يجوز ابطال الاعتكاف لأجلها - (صفحة ۱۱۴ جلد ۲)

وفى مراقى الفلاح

لو شرط وقت النذر أن يخرج لعيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس علم جاز ذلك - (صفحة ۳۸۳ جلد ۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
صلاح الدين جتوالی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

حالت اعتکاف میں کسی رشتہ دار میت کی دیدار کا حکم

سوال: ایک شخص رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف میں مشغول تھے کہ اُس کے کسی قریبی عزیز کا انتقال ہو گیا، اب اُس نے خواہش ظاہر کی کہ بیس میتہ آخری دیدار کر لوں، جب

محلے کے امام صاحب سے اجازت طلب کی تو انہوں نے صاف منع کر دیا کہ معتکف کے لیے ایسے کام جائز نہیں۔

پھر بعد میں جب کسی دوسرے عالم کے پاس اسکا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لیے اپنے میت رشتے دار کا آخری دیدار (اعتکاف کی حالت میں بھی) جائز تھا۔ یہ سن کر مذکورہ شخص مذذب سا ہو گیا کہ امام صاحب نے منع کر دیا تھا اور فلاں عالم صاحب نے جائز کہہ دیا۔ اب عرض ہے کہ دونوں میں سے کون صحیح ہیں؟

جواب : مسئلہ صورت میں امام صاحب کی بات صحیح ہے اور دوسرے مولوی صاحب کی بات درست معلوم نہیں ہوتی، یعنی معتکف شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز میت کے آخری دیدار کی غرض سے چلا جائے۔ ہاں البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا ہو پھر چلتے چلتے میت کا دیدار بھی کر لیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

فی البدائع الصنائع: ولا يخرج لعيادة مريض ولا لصلاة جنازة لانه لا ضرورة الى الخروج لان عيادة المريض ليست من الفرائض بل من الفضائل..... ويجوز ان تحمل الرخصة على ما اذا كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلك قصداً وذلك جائز (جلد ۲ ص ۱۱۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

معتکف کا دوسری مسجد میں قرآن سنانے کا حکم

سوال : ایک حافظ صاحب اعتکاف کی حالت میں ہیں کیا وہ دوسری مسجد میں جا کر تراویح میں قرآن پاک سنا سکتے ہیں؟ جبکہ اس مسجد میں اعتکاف کرنے سے پہلے وہ دوسری مسجد میں آدھا قرآن پاک سنا چکے ہیں۔

جواب : اگر اعتکاف کرنے سے پہلے حافظ صاحب نے اسکی نیت کی تھی کہ وہ دوسری مسجد میں جا کر قرآن پاک سنائیں گے تو صحیح ہے ورنہ جانا درست نہیں۔

ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا في التارخانية ناقلا عن الحجة. (فتاویٰ

عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۲

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

کتاب الحج

قرضہ لے کر حج کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زید نے دو سال قبل قرض لیکر حج کیا تھا اب وہ صاحب استطاعت ہے تو کیا اب اس پر حج فرض ہے کیا گزشتہ حج سے فرضیت ساقط ہوگئی؟ (مستفتی قادر نواز)

جواب : زید نے جس وقت قرض لے کر حج کیا تھا اس سے اس کا حج ادا ہو گیا اور فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئی الا یہ کہ انہوں نے قصداً و ارادۃً نفل کی نیت کی ہو اس سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی وہ نفلی حج شمار ہوگا اور فرضیت اس کے ذمہ باقی رہے گی۔

فی الشامیہ

الفقیر الافاقی اذا وصل الی میقات فهو کالمکی. قال شارحہ: ای حیث لا یشرط فی حقہ الا الزاد والراحلة ان لم یکن عاجزاً عن المشی، وینبغی أن یكون الغنی الافاقی کذالک اذا عدم الركوب بعد وصوله الی احد المواقیت، فالتقیید بالفقیر لظهور عجزه عن المركب، ولیفید أنه یتعین علیہ أن لا ینوی نفلاً علی زعم أنه لا یجب علیہ لفقره لأنه ما کان واجبا وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیہ فلو نواه نفلاً لزمه الحج ثانیاً. (رد المختار ج ۳/۵۹۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کیا عورت پر محرم کے بغیر حج فرض ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک عورت پر حج فرض ہے وہ حج بیت اللہ ادا کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا شوہر، بھائی وغیرہ کوئی محرم نہیں ہے کیا وہ ایسی صورت میں غیر محرم پڑوسی کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے جاسکتی ہے؟ اگر پڑوسی کے ساتھ نہیں جاسکتی ہے تو اور کوئی ایسی صورت بتائیں کہ یہ عورت حج ادا کر لیں؟ (مستفتی کلیم اللہ)

جواب : عورت پر حج فرض ہوتا ہے جب ادائیگی حج کے لئے اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم

تیار ہو، شوہر یا محرم کے بغیر عورت پر حج فرض نہیں ہے، پڑوسی چونکہ غیر محرم ہے اس لئے پڑوسی کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے عورت کو جانا جائز نہیں ہے۔

اگر اس عورت کو خود ہی حج کے لئے جانا ہے تو اس کی یہ صورت بن سکتی ہے کہ اگر وہ شادی کے قابل ہے تو شادی کر کے شوہر کے ہمراہ حج ادا کرنے کے لئے چلی جائے، ورنہ بصورت دیگر کسی دوسرے کو حج بدل ادا کرنے کے لئے بھیج دے۔ اور اگر تنہا بغیر محرم کے حج ادا کرنے کے لئے چلی گئی تو اس صورت میں حج تو ادا ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کو تنہا سفر کرنے کا گناہ ہوگا۔

فی الدر المختار:

(و) مع (زوج أو محرم)..... (مع) وجوب النفقة لمحرمها (عليها) لا نه محبوس (عليها) لامرأة حرة ولو عجزوا في سفر وهل يلزمها التزوج؟ قولان وليس عبدھا بمحرم لھا وليس لزوجھا منعھا عن حجة الاسلام ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة.

فی رد المحتار: قوله (مع الكراهة) ای التحريمية للنهي فی حدیث الصحیحین (الاتسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم) زاد مسلم فی رواية الا أزواج ط (الدر المختار ج ۲ ص ۶۲) مطبوعه ایچ ایم سعید

فی خلاصة الفتاوى:

وفی المرأة المحرم شرط شابة كانت او عجوزة اذا كان بينها وبين مكة ثلاثة ايام وهو شرط الوجوب او شرط الاداء على ما ذكرنا من الاختلاف. ج ۱ ص ۲۷۷ (و كذا فی ارشاد الساری ص ۳۷) ومثله فی اعلاء السنن بالتفصیل فی باب اشتراط المحرم او الزوج لوجوب اداء الحج على المرأة ج ۱۰ ص ۱۱ (و كذا فی الهدایة ص ۱۹۷)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

احرام سے پہلے یا بعد میں عطر لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ احرام باندھنے سے پہلے اور احرام باندھنے کے بعد عطر لگانے کا کیا حکم ہے؟ باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: احرام باندھنے سے قبل بدن پر تیل استعمال کرنا درست ہے اس طرح ہر قسم کی خوشبو بھی بدن پر استعمال کرنا جائز ہے۔ تاہم کپڑوں پر خوشبو استعمال کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ وہ خوشبو ایسی نہ ہو کہ احرام کے بعد اس کا جسم باقی رہے، احرام کے بعد جن خوشبوؤں کی جسامت کپڑوں پر باقی رہتی

ہو تو ایسی خوشبوؤں کا استعمال درست نہیں۔

فی الہندیۃ :

واجمعوا علی انه يجوز التطيب قبل الاحرام بما لا یبقی عینہ بعد الاحرام وان بقیۃ رائحة وکذا التطیب بما یبقی عینہ بعد الاحرام کالمسک والغالیۃ عندنا لایکرہ فی الروایات الظاہرۃ کذا فی فتاویٰ قاضیخان ہو الصحیح ہکذا فی المحيط . ولا يجوز التطیب فی الثوب بما یبقی عینہ علی قول الكل علی احد الروایتین عنہما قالوا وبہ ناخذ کذا فی بحر الرائق ج ۱ ص ۲۲۲ ہکذا فی قاضیخان ۱۷ ص ۲۸۵

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سر پر بال نہ ہونے کی صورت میں احرام سے حلال ہونے کا طریقہ
سوال : ایک آدمی حج پر جا رہا ہے اور اسکے سر پر بال بالکل نہیں ہیں تو کیا اس شخص کیلئے بھی احرام سے حلال ہونے کیلئے حلق ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو اسکا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب : مذکورہ صورت میں اس آدمی کو احرام سے حلال ہونے کیلئے اپنے سر پر صرف استرہ وغیرہ پھیر دینا کافی ہے اور یہ پھیرنا اس پر واجب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

واذا جاء وقت الحلق ولم یکن علی رأسہ شعر بأن حلق قبل ذلک أو بسبب آخر ذکر فی الأصل انه یجری الموسی علی رأسہ لانه لو کان علی رأسہ شعر کان المأخوذ علیہ اجراء الموسی وازالة الشعر فما عجز عنہ سقط وما لم یعجز عنہ یلزمہ ثم اختلف المشایخ فی اجراء الموسی أنه واجب أو مستحب والاصح أنه واجب ہکذا فی المحيط الخ... (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۳۱)

(ومن لا شعر له علی رأسہ یجری الموسی) وهو آلة الحلق (علی رأسہ وجوبا هو المختار وقیل استحبابا) وقیل استئنا وهو الأظہر . (ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص ۱۵۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حاجی کیلئے آب زمزم ساتھ لے جانے کا حکم

سوال : حاجی لوگ جو اپنے ساتھ اپنے علاقوں میں آب زمزم لے جاتے ہیں کیا یہ لے جانا درست ہے؟

جواب : حاجی لوگوں کا اپنے ساتھ اپنے علاقوں میں آب زمزم لے جانا مستحب عمل ہے۔

و يستحب حملہ الى البلاد، فقد روى الترمذی عن عائشة رضی اللہ عنہا "أنہا كانت تحمله و تخبر أن رسول اللہ ﷺ كان يحمله" وفي غير الترمذی "أنہ كان يحمله"، و كان يصبه على المرضی و يسقيهم. و أنه حنك به الحسن و الحسين رضی اللہ عنہما. (رد المحتار ج ۲ ص ۲۲۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حج بدل کا حکم عذر کی وجہ سے

سوال : ایک عورت جنکی عمر تقریباً ۷۰ سال کے لگ بگ ہے چلنے پھرنے میں ٹھیک ہیں لیکن بڑھاپے کی وجہ سے نسیان کا مرض لاحق ہے کہ بات کو فوراً بھول جاتی ہیں مثلاً کوئی مہمان آئے تو بار بار مصافحہ کرتی ہیں یا اپنی دوائی اگر کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو اس خیال سے کہ میں نے نہیں کھائی دوبارہ کھانے لگتی ہیں، ان پر حج فرض ہوا تھا جو ابھی تک اداء نہیں کیا اب وہ بار بار حج کا ذکر کرتی رہتی ہے کہ ان کو حج کروایا جائے نیز ان کا کوئی محرم بھی نہیں جسکو وہ اپنے ساتھ حج پر لے جائیں اور اگر کوئی ہو بھی تو وہ اس کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی۔ کیا ہم انکی طرف سے کسی کو حج بدل کیلئے بھیج سکتے ہیں؟ کیا اس نسیان کے مرض کا اعتبار ہوگا جبکہ اگر وہ خود جائیں تو انکو اس مرض کی وجہ سے اپنی جگہ وغیرہ تلاش کرنے اور دوسرے افعال حج اداء کرنے میں کافی پریشانی ہوگی۔

جواب : مذکورہ خاتون کے پاس اگر کسی وقت اتنا مال آگیا تھا کہ جس سے اس پر حج فرض ہو گیا تھا کہ وہ اپنا اور اپنے محرم کا خرچہ برداشت کر سکتی تھی مگر کسی وجہ سے حج اداء نہ کر سکی تو اب ایک تو محرم نہ ہونے کی وجہ سے معذور ہے کہ خود حج پر نہیں جاسکتی یا کوئی محرم ہو تو اس کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی، دوسرے بڑھاپے کی وجہ سے جو نسیان کا مرض لاحق ہوا ہے اسکی وجہ سے بھی معذور شمار ہوگی لہذا اسکا کسی کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیجنا درست ہے

(والمريض الذي يرجى زواله) أي كالزمن والفالج (وذهاب البصر) أي بأن صار أعمى (والعرج) بفتح حين (والهرم) أي الكبير أي الذي لا يقدر على الاستمساك معه (وعدم المحرم) أي بالنسبة إلى المرأة (وعدم الطريق) أي باعتبار الغلبة (كل ذلك إذا استمر إلى الموت) الخ.. (إرشاد الساري إلى مناسك الملا على قاری ص ۲۸۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حج بدل کا حکم

سوال : وہ کون کون سی معذوریاں ہیں جنکی وجہ سے آدمی کسی دوسرے کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے؟

جواب : اگر کسی شخص پر حج فرض ہو گیا اور اس نے ادائے حج کا زمانہ بھی پایا مگر باوجود قدرت کے کسی وجہ سے حج اداء نہ کیا پھر وہ حج سے معذور اور عاجز ہو گیا تو اس پر فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرائے یا وصیت کرے کہ میرے بعد میری طرف سے حج کرایا جائے۔ وہ عذر جنکی وجہ سے آدمی کسی کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ کسی نے اس کو قید کر لیا یا زبردستی مکہ معظمہ جانے سے روک دیا۔
 - ۲۔ کوئی ایسا مرض پیش آ گیا جس سے صحت کی امید نہیں، مثلاً اپاھج یا نابینا یا لنگڑا ہو گیا یا بڑھا پے کا ضعف ایسا ہو گیا کہ خود سواری پر سوار نہیں ہو سکتا۔
 - ۳۔ راستہ مامون نہیں رہا سفر کرنے میں جان و مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔
 - ۴۔ چھوٹی صورت خاص عورتوں کیلئے ہے کہ کوئی محرم ساتھ جانے کیلئے نہ ملا۔
- ان سب صورتوں میں اسکو معذور سمجھا جائے گا بشرطیکہ یہ عذر موت تک مسلسل جاری رہے ہوں اگر یہ اعذار قبل الموت رفع ہو جائیں مگر پھر زمانہ حج پانے کی صورت میں حج کرنے کی نوبت نہ آئے تو حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

(وَيَتَحَقَّقُ الْعَجْزُ بِالْمَوْتِ وَالْحَبْسِ وَالْمَنْعِ) اى وبحدوثهما بالاكراه (والمريض الذى لا يرجى زواله) اى كالزمن والفالج (وذهاب البصر) اى بان صار أعمى (والعرج) بفتحين (والهرم) بفتحين اى الكبر اى الذى لا يقدر على الاستمساك معه (وعدم المحرم) اى بالنسبة الى المرأة (وعدم أمن الطريق) اى باعتبار الغلبة (كل ذلك اذا استمر الى الموت. الخ (ارشادى السارى الى مناسك الملا على القارى ص ۲۸۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب النکاح

فصل فی المحرمات واللاتی یحل نکاحهن

مرتد عورت کے نکاح کا حکم

سوال : ایک آدمی کی بیوی نعوذ باللہ مرتد ہو گئی جسکی وجہ سے اسکا نکاح بھی منسوخ ہو گیا اب کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت دوبارہ اسلام لے آئی تو کیا یہ عورت اب اس شوہر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کیساتھ نکاح کر سکتی ہے؟

جواب : مذکورہ صورت میں عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ سابق شوہر کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے بلکہ اگر شوہر سابق اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً عورت پر جبر کیا جائے گا کہ شوہر سابق سے نکاح کی تجدید کر لے، لیکن اگر سابق شوہر اسکو نہیں رکھنا چاہتا اور وہ اس بات سے راضی ہے کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر لے تو اس صورت میں اگر عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے۔

ولیس للمرتدة الزوج بغير زوجها يفتي: الدر المختار ج ۲ ص ۲۵۳
قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: قوله: (وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجمده بمهر يسير ولو بدینار رضیت أم لا وتمنع من الزوج بغيره بعد اسلامها ولا يخفى أن محله ما إذا طلب الزوج ذالك امالو سكت او تركه صريحا فانها لا تجبر و تزوج من غيره لأنه ترك حقه بحر و نهر. (قوله زجرالها) عبارة البحر حسم الباب المعصية: والجملة للخلاص منه ولا يلزم من هذا أن يكون الجبر على تجديد النكاح مقصودا على ما إذا ارتدت لاجل الخلاص منه، بل قالوا اسدا لهذا الباب من أصله سواء تعمدت الحيلة أم لا كي لا نجعل ذالك حيلة. (شامی ج ۳ ص ۱۹۲)

وفی تقریرات الرافعی: (قوله ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصودا الخ...) لكن مانقله ط عن الهندية بقوله لو أجرت كلمة الكفر مغايظة لزوجها أو اخراجها نفسها عن حالته أو استيجاب المهر عليه بنكاح مستأنف تحرم على زوجها ولكل قاض أن يجمد النكاح بآدنى شئ الخ ظاهره التقيد وانها لو ارتدت جهلا لا تعطى هذا الحكم كما قاله ط تامل. (تقریرات الرافعی: ج ۳ ص ۲۰۸)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا الله عنه

مسلمان مرد کا آغا خانی عورت سے نکاح

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے جو کہ خود سنی مسلمان ہے

ایک اسماعیلی (آغا خانی) خاتون سے نکاح کیا حالانکہ زید کو اس بات کا علم ہے کہ آغا خانی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے پھر بھی نکاح کر لیا اور لوگوں کے روکنے پر بھی منع نہ ہوا اب مسئلہ یہ ہے کہ اس عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے۔ اگر نکاح صحیح نہیں ہوا تو بچوں کا نسب کس سے ثابت ہوگا نکاح درست نہ ہونے کی صورت میں تفریق کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ (مستفتی شیر نواز۔ شیشی کوہ چترال)

جواب: آغا خانی فرقہ اپنے کفریہ عقائد کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس لئے ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ صورت مسئلہ میں زید کا نکاح اس آغا خانی خاتون سے صحیح نہیں ہوا اور بچے اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے مسلمان ہیں اور مسلمان باپ کے نطفہ سے متولد ہیں اس لئے وہ باپ کے تابع رہیں گے اور باپ کی طرف منسوب ہونگے۔ اب تفریق کی صورت یہ ہے کہ زید اس آغا خانی خاتون سے علیحدگی اختیار کر لے لیکن اگر زید اس عورت کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہے تو لوگوں کو چاہیے کہ وہ زید کو علیحدگی پر مجبور کر دیں یا عدالت کے ذریعے سے تفریق کرادیں اور اگر یہ خاتون اپنے عقائد سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لے تو تجدید نکاح سے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

فی التویر و شرحہ

وحرم نکاح الوثنیات بالاجماع قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى تحت هذه المسئلة: وفي الفتح: ويدخل في عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية: وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده- (ص ۱۲۵ ج ۴)

وفيهما ايضاً

(والولد يتبع خير الابوين ديناً) قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى: قلت: يظهر لي الحكم بالاسلام للحديث الصحيح "كل مولود يولد على الفطرة حتى يكون ابواه هما اللذان يهودانه أو ينصرانه" فانهم قالوا: انه جعل اتفاقهما ناقلاً له عن الفطرة فاذا لم يتفقا بقي على اصل الفطرة او هو على ما قرب اليها حتى لو كان احدهما مجوسياً والاخر كتابياً فهو كتابي كما يأتى، وهنا ليس له ابوان متفقان فيبقى على الفطرة ولا نهم قالوا: ان الحاقه بالمسلم منهما أو بالكتابي انفع له ولا شك ان النظر للحقيقة الجزئية انفع له. وايضاً حيث نظر و للجزئية في تلك المسائل احتياطاً فلينظر اليها هنا احتياطاً ايضاً فان الاحتياط بالدين اولى ولان الكفر اقبح القبيح فلا ينبغي الحكم به على شخص بدون أمر صريح- (ص ۳۷۱ ج ۴)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين چترالى

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفى الله

اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کا حکم

سوال: ہمارے علاقے میں ایک شخص جس کا نام یسین ہے، کا نکاح باقاعدہ ایجا بوقبول کے ساتھ ہوا تھا اور اس کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اُس لڑکی کا انتقال ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد اس کا والد بھی انتقال کر گئے، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں یسین اپنی ساس (جو کہ اب بیوہ ہے) کیساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ پہلے سے اُن کے درمیان کوئی محرمیت کا رشتہ بھی نہیں ہے۔ (مستفتی: تاج محمد لائڈی کراچی)

جواب: جب کوئی شخص کسی خاتون کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اس عقد نکاح سے اُس خاتون کی والدہ شخص مذکور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے، رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ لہذا مسئلہ صورت میں یسین کا نکاح اپنی بیوہ ساس کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

قال العلامة علاء الدین الکاسانی:

الفرقة الأولى أم الزوجة وجداتها من قبل أبيها وأُمها وإن علون فيحرم على الرجل أم زوجته بنص الكتاب العزيز وهو قوله عز وجل (وأُمهات نسائكم) معطوفاً على قوله عز وجل حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم سواء كان دخل بزوجه أو كان لم يدخل بها عند عامة العلماء (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۵۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفی اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مفقود شوہر کی بیوی کے نکاح کا حکم

سوال: ایک پاکستانی آدمی جہاز میں سفر کر رہا تھا جہاز کو حادثہ ہوا اور آگ لگ گئی جس میں سوار تمام لوگ جل گئے اور لاشوں کی شناخت ناممکن ہو گئی اللہ کی قدرت سے صرف نو (۹) افراد زندہ بچ گئے شدید زخمی ہوئے جسم، کپڑے اور سامان وغیرہ سب کچھ جل گیا لیکن زندہ تھے اس ملک کی حکومت نے علاج کیا کئی مہینوں کے بعد ہوش میں آیا لیکن حافظہ پھر بھی کام نہیں کر رہا تھا مزید علاج ہوا آخر کار انکے حافظہ اور تمام حواس نے صحیح کام کرنا شروع کر دیا زندہ بچ جانے والوں میں یہ پاکستانی مسلمان بھی تھا ادھر اس پاکستانی کے اہل خانہ اور دیگر متعلقین نے یقین کر لیا کہ یہ شخص مر گیا ہے جسکی وجہ سے اس کی بیوی کے خاندان والوں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کھالیا اور یہ نکاح صرف ایک عالم کے کہنے سے کیا۔ نہ عدالت کے ذریعے اس آدمی کی موت کا فیصلہ کرایا اور نہ پنچائیت کے ذریعے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ آدمی اپنی بیوی کو دوبارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے آدمی سے جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے یا

نہیں؟ چونکہ یہ خاتون حاملہ ہے تو اولاد کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے تو ایسی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی عدالت میں دائر کرے جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمہ کا شرعی فیصلہ کرنیکا اختیار دیا ہو تو اس مسلم جج کے یہاں مقدمہ دائر کرے یا دیندار مسلمانوں کی پنچائیت میں (جو شریعت کے مطابق فیصلہ کر سکے) اپنا مقدمہ پیش کر کے جدائی کا مطالبہ کرے۔ تو قاضی وغیرہ معاملہ کی پوری تحقیق و تفتیش کر کے عورت کو مزید چار برس انتظار کرنے کا حکم دے اگر عورت عرصہ دراز تک صبر کر کے عاجز و تنگ آگئی ہو اور مزید چار برس صبر نہ کر سکتی ہو فتنہ میں مبتلا ہونے کا نہایت قوی اندیشہ ہو تو ایسے خطرناک موقع پر فقط ایک سال انتظار کر کے جدائی کر کے عدت طلاق گزار کر قاضی وغیرہ نکاح کی اجازت دے سکتے ہیں۔

صورت مسئلہ میں چونکہ دوسرا نکاح شریعت کے اصول کے مطابق نہیں ہوا ہے اس لئے یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں لہذا یہ عورت بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہے اور اس کے لئے تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا نکاح باقی ہے البتہ شوہر کو چاہیے کہ ازدواجی تعلق سے اجتناب کرے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے نیز واضح رہے کہ اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا اور اسی کے ذمہ اس کا نفقہ وغیرہ لازم ہوگا۔

لانہا بمنزلة الموطوءة بالشبهة كما قال شمس الأئمة فعرفنا ان الصحيح انها زوجة الاول ولكن لا يقربها لكونها معتد الغير كالمنكوحة اذا وطئت بشبهة (مبسوط ص ۳۷ ج ۱۱ بحوالہ الحيلة الناجزة ص ۷۰)

وفي الدر المختار باب العدة وللموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه في العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطئ ايضاً.

وفي رد المحتار: قال ثم بعد رأيت المرحوم أبا السعود نقله عن الشيخ شاهين ونقل أن زوجته له والأولاد للثاني. ۵. تامل. (ص ۲۶۳ ج ۶ مطبوعه مكتبه امداديه ملتان)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عیسائی عورت سے نکاح کا حکم

سوال: ایک شخص جرمنی میں نیشنلسٹی حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس ملک کے قانون کے مطابق

نیشنلسٹی حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہاں کسی مقیم عورت سے شادی کر لے تو کیا یہ شخص وہاں کسی عیسائی عورت سے نیشنلسٹی حاصل کرنے کے لئے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر اس کے دل میں یہ نیت ہو کہ بعد میں طلاق دے دوں گا تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟ شریعت کی روشنی میں جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

جواب : شریعت کی رو سے اہل کتاب کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب کے ماننے والے اور اسکی اتباع کے دعویدار ہوں۔ جو لوگ کسی آسمانی کتاب کے ماننے والے نہ ہوں انکا حکم اہل کتاب کا نہیں ہے جیسا کہ موجودہ دور میں بعض یہود و نصاریٰ کی عادت ہو گئی ہے، لہذا ان کیساتھ نکاح جائز نہیں ہے۔ تاہم اگر تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ یہ عورت واقعی عیسائی ہے تو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے لیکن چند مفاسد کی وجہ سے مکروہ ہے، اسلئے پرہیز بہتر ہے مثلاً اولاد کے کافر ہو جانے کا اندیشہ، خود نکاح کرنے والے کے ایمان کا خطرہ میں پڑنا اور کفار کے طور و طریقوں کا اختیار کرنا وغیرہ، لیکن اگر نکاح کرنا ناگزیر ہے تو پھر کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیے جس کے مسلمان ہونے کا قوی امکان ہو تا کہ عند اللہ ماخوذ ہونے کے بجائے ماجور ہو جائے۔

(ب) اگر دل میں طلاق کی نیت ہو، اور زبان سے ذکر نہ کرے تو اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا لیکن گناہ ہوگا۔

فی تفسیر المظہری : وقد انعقد الاجماع علی حل نکاح الحرة الكتابية وانما الخلاف فی الامۃ الكتابية کما ذکرنا فی سورة النساء. لکنہ یکرہ نکاح الكتابية مطلقاً اجماعاً لاستلزام النکاح مصاحبة الکافرة ومولاتها وتعريض الولد علی التخلق باخلاق الکفار لاجل مصاحبة الام وموانستها (ص ۲۱ ج ۳)

وفی التنبیہ و شرحہ : (وصح نکاح کتابیہ) وان کرہ تنزیہا (مومنة بنی) مرسل (مقررة بکتاب) منزل وان اعتقدوا المسیح الہا. (ص ۲۵ ج ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبد الوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی حرمة المصاهرة

نکاح سے حرمت مصاہرت کا ثبوت

سوال : زید کی ایک جگہ منگنی ہو گئی اور نکاح بھی باقاعدہ گواہوں کے سامنے پڑھایا گیا ابھی رخصتی

نہیں ہوئی ہے زید کہہ رہا ہے کہ مجھے یہ لڑکی پسند نہیں ہے۔

اب اگر زید کا باپ اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے؟ (مستفتی خدا بخش)

جواب: مذکورہ صورت میں جب گواہوں کے سامنے ایک مرتبہ ایجاب و قبول (نکاح کی صورت میں) ہو گیا، تو وہ لڑکی زید کی منکوحہ بن گئی، اب زید کے باپ کا اس سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہے، زید نے صحبت کی ہو یا نہیں کی ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں، زید کے والد کے لئے اُس لڑکی سے نکاح کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔

فی الہدایۃ :

ولا بامرأة ابنه وبنی اولاده لقوله تعالى وحلائل أبناءکم الذین من اصلا بکم و ذکر
الأصلا ب لا سقطا اعتبار التبنی لا لاحلال حلیلة الابن من الرضا عة . قال العلامة
الشامی : وتحرم زوجة الأصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أولا . (رد المحتار جلد
۴ ص ۱۰۵) کذا فی البحر

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حرمت مصاہرت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ زنا کیا اور زنا کا دونوں اقرار بھی کرتے ہیں یعنی اس شخص کی بیوی اور اس کا والد دونوں زنا کا اقرار کرتے ہیں کیا اس صورت میں شوہر اس بیوی کو اپنے پاس شرعاً رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالرزاق چکرا گوٹھ کورنگی نمبر ۱)

جواب: مذکورہ صورت میں اگر شوہر کو یہ یقین ہے کہ اس کے والد نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی ہے اب یہ شخص اس بیوی کو شرعاً اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ اور حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اس پر لازم ہے کہ اس بیوی کو اپنے سے فوراً علیحدہ کر دے اور زبان سے کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا یا طلاق دے دی۔ اس کے بعد یہ عورت عدت شرعیہ گزار کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

فی الدر المختار :

(و) حرم أيضا بالصهرية (اصل منيته) أراد بالزنى الوطء الحرام (و) أصل ممسوسة بشهوة) ولولشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة (و أصل ماسته وناظرة الى ذكره والمنظور الى فرجها)

قال العلامة الشامي تحت قوله:

روحرم أيضا بالصهرية الخ) قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع
حرمة المصاهرة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضا وحرمة أصولها وفروعها على
الزاني نسبا ورضا وحرمة أصولها الزاني نسبا ورضا. كما في الوط الحلال و يحل
لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها اه.

(قوله وأصل ماسته) أي بشهوة قال في الفتح: وثبت الحرمة بلمسها مشروط بان
يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها لا تحرم على
أبيه وابنه إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقه، وفي الدر المختار بعد ورقتين قال:
وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها الزوج بآخر الأبعد المتاركة
وانقضاء العدة.

(قوله الأبعد المتاركة) أي وان مضى عليها سنون كما في البزازية، وعبارة الحاوي
الأبعد تفريق القاضى أو بعد المتاركة اه وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد
وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تحقق إلا بالقول، إن كانت مدخولا بها
كثر كترك أو خلعت سبيلك، وأما غير المدخول بها فقليل تكون بالقول وبالترك
على قصد عدم العور اليها، وقيل: لا تكون إلا بالقول فيهما، حتى لو تركها ومضى على
عدتها سنون لم يكن لها أن تنزوج بآخر فافهم (رد المحتار ج ۳ ص ۳۲، ۳۷)

في الفتح القدير:

عن ابن عمر رضي الله عنه قال "أما جامع الرجل المرأة أو قبلها أو لمسها بشهوة أو
نظر إلى فرجها بشهوة حرمت على أبيه وابنه وحرمت عليه أمها وابنتها" وعن مسروق
أنه قال بيعوا جاريتي هذه أما أني لم أصب منها إلا ما يحرمها على ولدي من المس
والقبلة. (ص ۱۳۱ ج ۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

بنده صلاح الدين ذي روى

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

عورت کے ساتھ ناجائز تعلق سے بھی اصول و فروع حرام ہوتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ارشد کے سلمیٰ سے ناجائز تعلقات تھے ثوبیہ نے سلمیٰ
کا دودھ مدت رضاعت کے اندر پیا تھا تو کیا ارشد ثوبیہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟ (مستفتی رشید احمد)

جواب: زانی کا مزینہ کی رضاعی اولاد سے نکاح نہیں ہو سکتا، کیونکہ مزینہ عورت زانی کے اصول
وفروع پر خواہ وہ نسبی ہوں خواہ رضاعی حرام ہے ایسا ہی مزینہ کے اصول وفروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی
زانی پر حرام ہیں۔

لہذا مذکورہ صورت میں ارشد ثوبیہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔

فی الجرائد:

وفی القنیة زنى بامرأة يحرم عليه بنتها من الرضاع اه..... کتاب الرضاع من البحر
۲۲۲/۳

فی الدالمختار:

(و) حرم (الكل) مما مرتحريمه نسبا ومصاهرة (رضاعاً) الا ما استثنى فی بابه.
وفی رد المحتار: تنبيه: مقتضى قوله ((والكل رضاعاً)) مع قوله سابقاً ((ولو من زنى))
حرمة فرع المزينة وأصلها رضاعاً..... ثم قال: لكن فی الناظم وغيره انه يحرم كل من
الزانی والمزينة على اصل الآخر وفرعه رضا عاه، (الدالمختار باب المحرمات ج ۴
ص ۱۰۵ مطبوعه امداديه ملتان)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

اپنی سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی سالی سے زنا
کیا تو کیا اس آدمی پر اس کی بیوی (جو اس کی سالی کی سگی بہن ہے) حرام ہوئی یا نہیں۔ وضاحت
فرمائیں؟ (مستفتی سعید الرحمن)

جواب: سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی لہذا مذکورہ شخص پر اس کی بیوی
حرام نہیں ہوئی لیکن مرتکب زنا سخت گناہ گار ہے جس کے لئے توبہ واستغفار لازم ہے اور سالی سے پردہ
کرنا ضروری ہے۔ یاد رہے سالی کے ساتھ زنا کا گناہ دیگر زنا کے گناہ سے بہت زیادہ اور سخت ہے۔

فی التنویر و شرحہ

وفی الخلاصة: وطی أخت امرأته لا تحرم علیه امرأته قال العلامة ابن عابدين الشامي
رحمه الله تعالى تحت هذه المسئلة (وفی الخلاصة الخ) هذا محترز التقييد بالاصول
والفروع وقوله: "لا تحرم" أى لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنى لا تحرم حرمة مؤبدة-
(ص ۱۰۹ ج ۴)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
صلاح الدين جتوالی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

فصل فی احکام الرضاعة

رضاعت کے مسئلہ میں شہادت کا نصاب

سوال: ایک عورت اپنے بیٹے اور بہو (جو کہ میاں بیوی ہیں) سے کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو

مدت رضاعت کے اندر دودھ پلایا تھا اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت کے دودھ پلانے کے بارے میں کہنے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی یا شرعی شہادت کی ضرورت ہوگی۔ اگر رضاعت ثابت ہو جائے تو کیا نکاح باطل ہو جائیگا؟ ازراہ کرم وضاحت فرمائیں۔

جواب: صرف ایک عورت کے کہنے سے کہ ”میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا“ حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا حرمت ثابت ہونے کے لئے باقاعدہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی شرط ہے تاہم بیٹے کو اپنی ماں کی بات پر اگر یقین آ رہا ہے کہ واقعہ میں دونوں کو دودھ پلایا ہوگا تو بہتر ہے کہ وہ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لے اور ایک طلاق بائن دیدے جب عدت گزر جائے اس کے بعد یہ خاتون کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

وفی الدر المختار : والرضاع حجته حجة المال وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين.

(ص ۴۲۰ ج ۴)

وفی شرحہ : وان بعده وهما كبيران فالأحوط التنزه ،

وفی بدائع الصنائع : واما النسبة فهي ان يشهد على الرضاع رجلان أو رجل وامرأتان

ولا يقبل على الرضاع أقل من ذلك ولا شهادة النساء بانفرادهن. (ص ۱۴ ج ۴)

وفی اعلاء السنن : ولا تقبل شهادة النساء منفردات على الرضاع عندنا الخ. (ص

۲۷۶ ج ۵۱ مطبوعه بيروت)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اپنی لڑکی کی رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح کا حکم

سوال: میں نے اپنی چھوٹی لڑکی (گلشن بی بی) کا قول کیا تھا (محمد سلیم) کیساتھ کہ میں اسکے نکاح میں دوں گا گویا رواج کے مطابق منگنی ہوئی تھی لیکن اب معلوم چلا ہے کہ (محمد سلیم) کے بڑے بھائی نے میری اہلیہ کا دودھ پی لیا تھا اس لڑکی کے علاوہ دوسرے میرے لڑکے کیساتھ جس کے ساتھ میری لڑکی (گلشن بی بی) کا نکاح ہونے والا ہے یعنی (محمد سلیم) نے میری اہلیہ کا دودھ نہیں پیا ہے البتہ اسکے دوسرے بھائی (محمد حُسن) نے پیا ہے اب ہم تشویش میں ہیں کہ کیا یہ نکاح جائز ہو گا یا ناجائز؟

جواب: مذکورہ صورت میں آپکی لڑکی (گلشن بی بی) کا نکاح (محمد سلیم) کیساتھ بلاشبہ جائز ہے

۱۔ انکے بڑے بھائی (محمد حُسن) کے دودھ پینے سے (محمد سلیم) رضاعی بھائی نہیں قرار پاتا البتہ جس نے دودھ پیا ہے یعنی (محمد حُسن) وہ آپکی اہلیہ کا رضاعی بیٹا قرار پایا ہے صرف اس سے آپکی کسی بھی بیٹی کا نکاح نہیں ہو سکتا اور اس کے علاوہ اسکے تمام بھائیوں وغیرہ کیساتھ آپکی کسی بھی بیٹی کا نکاح ہو سکتا ہے۔

وفی الدر المختار : فيحرم منه ما يحرم من النسب الا أم
أخيه وأخته. (ص ۴۰۲ ج ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام؟ کہ زید نے عمر کی والدہ کا دودھ پیا ہے اور عمر کا بھائی ہے جس کا نام بکر ہے کیا اس (بکر) کا زید کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ براہ کرم مسئلہ کی مکمل وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی: تاج محمد لائڈھی)

جواب: صورت مسئلہ میں بکر کا نکاح زید کی بہن کے ساتھ جائز ہے۔

فی الہندیۃ ”یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع و اصولہما وفروعہما من النسب
والرضاع جمیعاً“ (ص ۳۴۳ ج ۱) وفيہ ایضاً ”وتحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل
نسباً مثل الاخ لأب اذا كانت له اخت من امہ یحل لاختہ من ابیہ أن یتزوجہا۔ واللہ
اعلم بالصواب

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رضاعی خالہ سے نکاح کا حکم

سوال: میں اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھانجے سے کرانا چاہتا ہوں جبکہ میری والدہ نے میری بیٹی کو دودھ پلایا ہے۔ کیا میری بیٹی کا نکاح میرے بھانجے سے جائز ہے؟

جواب: چونکہ آپ کی بیٹی نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے جس کی وجہ سے وہ آپکی والدہ کی پوتی ہونے کیساتھ ساتھ رضاعی بیٹی بھی قرار پائی، اور آپ کے بھانجے کے لیے رضاعی خالہ بھی ہو گئی ہے

اور خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اس لئے آپ کی بیٹی کا نکاح آپ کے بھانجے کے ساتھ ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله حرم من الرضاع ما حرم من

النسب

(ترمذی شریف جلد ۱ ص ۱۳۶) فی الشامی: ولا حل بین الرضيع

وولد مرضعتها..... وولد ولدها (ج ۳ ص ۲۱۷)

وفی البحر: لا حل بین الصغيرة المرضعة وولد المرافقة التي ارضعتها

ولا ولد ولدها لانه ولد الاخ (بحر، جلد ۳ ص ۲۲۸)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

محمد شریف حسین جتوئی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رضاعی چچا سے بھتیجی کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک لڑکے نے ڈیڑھ یا دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا دودھ پیا تھا اب وہ لڑکا چچا زاد بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس صورت میں چچا زاد بہن اس کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟ یعنی دونوں کا نکاح آپس میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (مستفتی رشید الدین)

جواب: صورت مسئلہ میں اس لڑکے نے واقعی اپنی دادی کا دودھ پیا ہو تو یہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بھتیجی لگتی ہے، اور بھتیجی خواہ نسبی ہو یا رضاعی اس سے نکاح جائز نہیں، لہذا مذکورہ صورت میں دونوں کا نکاح آپس میں نہیں ہو سکتا

فی الدر المختار:

(فی حرم منه) ای بسببه (ما یحرم من النسب) رواہ الشیخان - (ج ۳/۲۱۳)

فی الہدایۃ

قوله علیه السلام "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" - (کتاب الرضاع ج

۳۲۰/۲)

فی البحر الرائق:

(قوله و حرم به وان قل فی ثلاثین شهرا ما حرم منه بالنسب) ای حرم بسبب الرضاع

ما حرم بسبب النسب قرابة وصهرية فی هذه المدة ولو كان الرضاع قليلا لحديث

الصحيحين المشهور الخ (ج ۳/۲۲۲)

(ومثله فی البحر الرائق ۳/۲۰۰ مطبوعه ایچ ایم سعید)

والله اعلم بالصواب

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سوتیلی دادی سے رضاعت کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں عطاء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے کی لڑکی کے ساتھ منگنی ہوگئی، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکے نے لڑکی کی سوتیلی دادی سے دودھ پیا ہے۔
اب معلوم یہ کرنا ہے کہ آیا مذکورہ لڑکے کیلئے اُس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ ایک مفتی صاحب نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں مسئلہ کی تفصیلی وضاحت فرمائیں۔ (مسز عطاء اللہ)

الجواب: صورتِ مسئلہ میں اگر یہ دودھ جو سوتیلی دادی نے مذکورہ لڑکے کو پلایا ہے لڑکی کے دادا ہی سے تھا یعنی دادا کے نکاح میں آنے سے قبل کسی اور شوہر سے اُس کی چھاتیوں میں دودھ نہیں تھا تو پھر مذکورہ لڑکی، لڑکے کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے اس لئے اُن کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہے۔
فی الہدایۃ:

ولبن الفحل یتعلق بہ التحريم وهو ان ترضع المرأة صبیة فتحرم هذه الصبیة علی زوجها وعلی آبائه وابنائہ ویصیر الزوج الذی نزل لها منہ اللبن ابا للمرضعة .
(ج ۲ ص ۳۲۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

لا علمی کی صورت میں رضاعی بہن بھائی کے نکاح اور ان کی اولاد کا حکم

سوال: خالد اور نانکھ کی شادی ہوگئی اور اُس کے ۳ بچے بھی ہو گئے، بعد میں پتہ چلا کہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں۔ مکمل تحقیق کے بعد ان دونوں کے درمیان رضاعت کا رشتہ ثابت ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور ان تینوں بچوں کا نسب ثابت ہو گا یا نہیں؟ (مستفتی: شا کر اللہ صاحب سوات)

الجواب: حقیقت سے مکمل آگاہی کے بعد رضاعت کا رشتہ ثابت ہونے پر دونوں کے درمیان تفریق کرنا ضروری ہے جو کہ نفس متارکت سے ثابت ہو جاتی ہے، کہ شوہر اُس منکوحہ سے یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو علحدہ کر دیا، یا اس کو طلاق دیدی تو پھر اس عورت پر عدت واجب ہوگی (عدت کے گزرنے کے بعد اگر عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے) اور مرد پر مہر مثل لازم ہوگا، لیکن بچوں کا نسب باپ کی طرف منسوب ہوگا۔

فی المشکوة: عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ يحرم من الرضاع ما يحرم من الولادة رواه البخاری (صفحہ ۲۷۳)
فی التنویر و شرحہ :

(و یجب مہر المثل فی نکاح فاسد) قال الشامی تحت هذه (قوله: فی نکاح فاسد) وحکم الدخول فی النکاح الموقوف کالدخول فی الفاسد، فیسقط الحد ویثبت النسب ویجب الأقل من المسمى ومن مہر المثل ۵۱ (جلد ۲۸۴)
وفیه: قلت: ویشکل علیہ أن نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد کما علمت مع انه لم یقل أحد من المسلمین بجوازه وتقدم فی باب المہر ان الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب، وفيها ایضاً وذكر فی کتاب الدعوی من الاصل: اذا تزوجت المرأة بغير اذن مولاهما ودخل بها الزوج وولدت لستة اشهر مذ تزوجها فادعاه المولى والزوج فهو ابن الزوج فقد اعتبر من وقت النکاح لا من وقت الدخول ولم یحک خلافاً قال الحلوانی: هذه المسئلة دلیل علی ان الفراش ینعقد بنفس العقد فی النکاح الفاسد الی ان قال: فهذا صریح فی ثبوت النسب فیہ ویتبعه وجوب العدة فكان ما فی المحيط ولا اختیار سهواً. (ج ۵ ص ۱۹۷)

الجواب صحیح
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

فصل فی انکحة الصحيحة والفاسدة

نکاح میں گواہوں کا حکم!

سوال: شاہدہ کا نکاح زید سے کراتے وقت نکاح کے گواہ ایک سنی اور ایک آغا خانی کو نامزد کیا گیا تھا جبکہ مجلس نکاح میں دوسرے سنی مسلمان بھی موجود تھے، کیا یہ نکاح درست ہے؟ جبکہ شرع کی روشنی میں دو گواہ مسلمان ہونا ضروری ہے؟
(مستفتی عبدالقدوس متعلم دارالعلوم)

جواب: نکاح وغیرہ میں گواہی کا نصاب یہ ہے کہ کم از کم دو/۲ مرد یا ایک مرد، دو عورتیں ہوں۔ مذکورہ صورت میں ان دونوں نامزد گواہوں (ایک سنی دوسرا آغا خانی) کے علاوہ چونکہ دوسرے مسلمان (جن کو اگرچہ باقاعدہ گواہ نامزد نہیں کیا گیا تھا) بھی موجود تھے اور مذکورہ عقد نکاح ان کے سامنے ہوا تھا جو کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے کافی ہے۔ لہذا مذکورہ عقد درست ہے۔

فی التنویر و شرحہ:

ہی لغة: خبر قاطع، و شرعاً (اخبار صدق لاثبات حق)..... (و شرطہا) احد و عشرون شرطاً..... العقل الكامل..... و نصابہا..... لغيرها من الحقوق سواء كان مالاً أو غيره كنکاح..... رجلاً أو رجلاً و امرأتان. وقال العلامة ابن عابدین:

قوله (والنکاح) قال فی جامع الفصولین: الشہادہ بالسماع من الخارجین من بین جماعة حاضرین فی بیت عقد النکاح بأن المہر کذا یقبل. لا ممن سمع من غیرہم ا
۵. (جلد شامی ۸/۱۸۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین غفرلہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تحریری صورت میں نکاح کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کی موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

(۲) آج کل نکاح کے وقت نکاح نامہ فارم پُر کرنا لازمی ہوتا ہے کیا نکاح کے انعقاد کیلئے شرعیاً یہ فارم پُر کرنا ضروری ہے۔؟

جواب: (۱) اگرچہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں لیکن اگر کوئی فریق خود یا اس کا وکیل نہ ہو مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کرے تو نکاح درست اور صحیح ہوگا۔

فی بدائع الصنائع:

ولو أرسل اليها رسولا و كتب اليها بذلك كتابا فقبلت بحضرة شاهدين سمعا كلام الرسول وقراءة الكتاب جاز ذلك لاتحاد المجلس من حيث المعنى لان كلام الرسول كلام المرسل لانه ينقل عبارة المرسل وكذا الكتاب بمنزلة الخطاب من الكاتب فكان سماع قول الرسول وقراءة الكتاب سماع قول المرسل وكلام الكاتب معنى.

(بدائع الصنائع ج ۲/۲۳۳ فصل وأما شرائط الركن)

(وكذا في الهنديه ج ۱/۲۶۹ كتاب النكاح الباب الاول)

(۲) نکاح عاقدین کے ایجاب و قبول کا نام ہے بشرطیکہ دو گواہوں کے سامنے کیا جائے، نکاح منعقد ہونے کے لئے نکاح نامہ فارم پُر کرنا، اسٹامپ لکھوانا شرعاً ضروری نہیں، تاہم آج کل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے کے لئے نکاح نامہ فارم پُر کرنا بہتر ضرور ہے۔

فی الہدایۃ:

قال النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضی قال ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين عاقلین حرین بالغین مسلمین رجلین اورجل وامرأتین عدولا کانوا وغیر عدول او محدود دین فی القذف قال اعلم ان الشهادة شرط فی باب النکاح لقوله علیه السلام (لأنکاح الابشهود) (ہدایہ ج ۲/۲۷۳ کتاب النکاح)

(وکذا فی البحر الرائق ج ۳/۸۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

(وهكذا فی بدائع الصنائع ج ۲/۲۲۹ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نکاح کے وقت تین مرتبہ ایجاب و قبول کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح کے وقت ایجاب و قبول اگر ایک مرتبہ کہا جائے تو اس سے نکاح درست ہوگا یا نہیں جبکہ ہمارے علاقے میں تین مرتبہ ایجاب و قبول کہنے کو لازمی سمجھا جاتا ہے؟

جواب: ایجاب و قبول (عقد نکاح میں ہو یا بیع و شرا کے معاملے میں) صرف ایک ہی مرتبہ کافی ہے دوسری تیسری مرتبہ اس کا تکرار کرنا بے سود اور فضول ہے کسی علاقے میں اس کو تین مرتبہ کہنے کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے علماء کو چاہئے کہ اس غلط رواج کو بدل دیں۔

فی الدر المختار: وینعقد ملتبساً بايجاب من احدهما و قبول من الاخر (ص ۶۹ ج ۳)

وفی البحر: وینعقد بايجاب و قبول وضعا للمضی او احدهما (ص ۸۱ ج ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایجاب و قبول جب ایک مرتبہ کہا جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ نکاح کے وقت ایجاب و قبول اگر ایک مرتبہ کہا جائے تو اس سے نکاح درست ہوگا یا نہیں جبکہ ہمارے علاقے میں تین مرتبہ ایجاب و قبول کہنے کو لازمی اور ضروری سمجھا جاتا ہے؟

(مستفتی سلطان ولی)

جواب : ایجاب وقبول عقد نکاح میں ہو یا بیع، شرا کے معاملے میں صرف ایک ہی مرتبہ کافی ہے۔ دوسری، تیسری مرتبہ اس کا تکرار کرنا بے سود اور فتنہ نول ہے۔ کسی علاقے میں اس کو تین مرتبہ کہنے کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے۔ علماء کو چاہیے کہ اس غلط رواج کو بدل دیں۔

وفی در المختار

وینعقد ملتبسا (بایجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر - (صفحة ۸۱ جلد ۳)

وفی البحر الرائق

(وینعقد بایجاب و قبول وضعاً للمضی أو أحدهما) (صفحة ۸۱ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نکاح کیلئے ولی کون بن سکتے ہیں؟

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام؟ کہ لڑکی کے نکاح کے لیے ولی کون کون بن سکتا ہے؟ برائے مہربانی ترتیب کے ساتھ بیان کریں۔ (مستفتی حاجی سید بشیر احمد شاہ)

جواب : شرعاً عصبات بالترتیب لڑکی کے نکاح کے لیے اس کے ولی ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱) فروع یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک (۲) اصول یعنی باپ، دادا، پردادا اوپر تک (۳) باپ کی اولاد یعنی بھائی، بھتیجے اور بھتیجیوں کی اولاد (۴) دادا کی اولاد یعنی چچا، چچا کے لڑکے، پوتے۔ اگر مذکورہ افراد میں سے کوئی بھی نہ ہو تو حق ولایت بالترتیب مندرجہ ذیل حضرات کو حاصل ہوگی۔ ماں، باپ کی ماں، بیٹی، بیٹی کی بیٹی، پوتی پڑ پوتی، بیٹی کی بیٹی کی بیٹی، اور اسی طرح نیچے تک پھر نانا، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں کی اولاد، چاہے مذکر ہو یا مؤنث، اور پھر انکی اولاد، اس کے بعد ذوالارحام، یعنی پھوپھی، ماموں، خالہ، چچا کی لڑکیاں اور پھر اسی ترتیب کے ساتھ انکی اولاد اور اس کے بعد حاکم پھر قاضی بشرطیکہ حاکم نے اس کی اجازت دی ہو، پھر قاضی کا نائب بشرطیکہ قاضی نے نائب کو یہ ذمہ داری سپرد کی ہو ورنہ اس کے نکاح کا اعتبار نہیں ہوگا۔

وفی التلویر و شرحہ ” (الولی فی النکاح) لا المال (العصبۃ بنفسہ) وهو من يتصل

بالمیت حتی المعتقدة بلا توسطة الانثی الی آخر الصفحة ۷۹ “ ” الدر المختار

ص ۷۶ تا ص ۷۹ ج ۳ طبع ایچ ایم سعید “

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کا زیادہ عرصہ جدارہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا

سوال : میری بیوی عرصہ چار سالوں سے اپنے میکے چلی گئی ہے، اور اپنے دو بہن بھائیوں کے ہمراہ اپنے خالو (جو کہ نامحرم ہیں) ان کے ساتھ رہتی ہے میں نے بہت کوشش کی کہ وہ میرے پاس آجائے لیکن وہ آنے کو تیار نہیں ہے اور جن کے پاس وہ رہتی ہے وہ کہتے ہیں چونکہ تمہارا چار سال سے بیوی سے کوئی تعلق نہیں رہا اسلئے تمہارا نکاح ختم ہو گیا ہے۔

براہ کرم مجھے شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتائیں کہ کیا واقعی میرا نکاح ختم ہو گیا ہے؟۔ (مستفتی ضیاء اللہ)

جواب : جب آپ نے اپنی اہلیہ کو طلاق نہیں دی ہے یا ایسے کوئی الفاظ بھی آپ نے نہیں کہے ہیں کہ جن سے طلاق واقع ہو جائے تو نہ آپ کا نکاح بالکل ختم نہ ہوا، بلکہ مکمل طور پر برقرار ہے۔ یاد رہے کہ بیوی کے میکے میں طویل عرصہ رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نکاح میں کفو کا اعتبار

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے متعلق کہ نکاح میں ”کفو“ کس حد تک معتبر ہے؟ کن چیزوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا؟ ”کفو“ کا مطلب بھی واضح فرمائیں؟ (مستفتی حاجی سید بشیر احمد صاحب)

جواب : ”کفو“ لغت میں برابری کو کہتے ہیں اور فقہ کی اصطلاح میں زوجین میں مساوات مخصوصہ کو کہتے ہیں۔ نکاح میں کفو کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ عورت اپنا نکاح اولیاء کی اجازت کے بغیر ”غیر کفو“ میں نہیں کر سکتی اور اگر اولیاء کی رضا مندی کے بغیر نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ کفو ت جن چیزوں میں معتبر مانی جاتی ہے وہ نسب، آزادی، اسلام، دیانت (تقویٰ) مال اور حرفت ہے۔

عجم میں کفو ت باعتبار نسب کے معتبر نہیں لیکن حرفت میں اس کا اعتبار کیا جائے گا چنانچہ عرف میں جس حرفت کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو وہ اس حرفت کا ”کفو“ تصور نہیں کیا جائے گا جو عرف میں عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ مثلاً موچی عطار کا کفو نہیں بن سکتا اسی طرح جولاہا طبیب کا کفو نہیں بن سکتا۔

وفی در المختار (وهذا فی العرب) ای اعتبار النسب انما يكون فی العرب. (ج

۲۲۱/۴)

تاہم عجم میں نسب کا معتبر نہ ہونا اس وقت ہے جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو لیکن اگر عرف میں اس تفاوت کا اعتبار کیا جاتا ہو تو پھر نسب میں بھی کفایت معتبر ہوگی۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ”اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جو نسباً کفایت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے یہ بھی مقید ہے اس کے ساتھ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب و قومیت کے معتبر ہوگا“ اس پر حضرت نے دارقطنی کی یہ حدیث پیش کی ہے۔ عن ابن عمرؓ مرواً عن الناس اکفاء قبیلۃ بقبیلۃ وعربی بعربی ومولیٰ بمولیٰ (ای عجمی بعجمی) الا حائکاً او حجاماً۔ پھر شامی کی اس عبارت سے حضرت نے استدلال کیا ہے۔

وفی الفتح

أن الموجب هو استنفاص أهل عرف فیدور معه وعلى هذا ینبغی أن یكون الحائک
كفواً للعطار الاسکندریۃ لما هناک من حسن اعتبارها وعدم عدها نقصاً البتۃ، اللهم
الا أن یقترون بها حساسة غیرها. (رد المختار ج ۲/۵ امدادیہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

متعلقات نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام؟ کہ ہمارے علاقے میں یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ

(۱) جب کسی کی شادی ہوتی ہے، تو لڑکی والے لڑکے والوں سے اپنے دوست و احباب کی دعوت کیلئے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں یہ رقم زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

(۲) لڑکی والے جو رقم وصول کرتے ہیں اسکے بارے میں بسا اوقات لڑکی کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسکے حق مہر میں شمار کر کے لیا گیا ہے۔

(۳) محفل نکاح میں مہر بہت زیادہ مقرر کیا جاتا ہے مگر لڑکی کو مہر میں سے کچھ بھی نہیں دیا جاتا ہے۔ یا تو شوہر کے مرتے وقت لڑکی سے معاف کرایا جاتا ہے، یا پھر مقروض ہونے کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔

(۴) لڑکی والے جو مذکورہ رقم وصول کرتے ہیں وہ پہلے ہوتی ہے جبکہ مہر بعد میں مقرر کیا جاتا ہے۔

جواب: اگر وہ رقم مہر میں محسوب کر کے لڑکے والوں سے لی جائے تو اس میں تصرف (جیسے اہل محلہ کی دعوت وغیرہ) کے جواز کے لیے لڑکی کی اجازت شرط ہے، خواہ صراحۃً ہو یا دلالتاً۔ اگر مہر میں محسوب کر کے نہ لی جائے تو فقہاء کرام نے ایسی رقم کو رشوت قرار دیکر ناجائز قرار دیا ہے۔

(۲) مہر چونکہ لڑکی کا حق ہے اس لیے اسکے والدین کو اُس میں تصرف کرنے کیلئے لڑکی کی اجازت (خواہ صراحۃً ہو یا دلالتاً) شرط ہے۔ عموماً لڑکی کی دلالتاً اجازت کا رفرما ہوتی ہے۔ یہ وہ صورت تھی کہ لڑکی بالغہ ہو اور اگر لڑکی نابالغہ ہو تو پھر اُس میں تصرف وغیرہ کرنے کیلئے اس کی اجازت بھی کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں تصرف کے جواز کے واسطے وہ تمام شرائط پائی جانی ضروری ہونگی جو نابالغہ کے مال میں تصرف کیلئے درکار ہوتی ہیں۔

(۳) مہر شوہر کے ذمہ بیوی کا حق ہے۔ جو شوہر کے لیے ہر حال میں اداء کرنا ضروری ہے۔ جب تک اداء نہیں کریگا اُس وقت تک شوہر بیوی کا مقروض رہیگا۔

(۴) مذکورہ رقم خواہ مہر مقرر ہونے سے پہلے لی جائے یا بعد میں بہر حال اس کا مہر میں شمار ہونے کے لیے لڑکی کی اجازت (صراحتاً ہو یا دلالتاً) شرط ہے، یعنی لڑکی کی اجازت سے اگر مہر میں شمار کیا گیا ہے تو مہر شمار ہوگا ورنہ نہیں۔

فی الشامیة: وفيها قبض الاب مهرها وهي بالغة اولا وجهزها او قبض مكان المهر عينا، ليس لها ان تجيزه لان ولاية قبض المهر الى الاء وكذا التصرف فيه. (جلد ۴ صفحہ ۳۱۵ ج ۳)

ثم التصرف واجب شرعا ابانة لشرف المحل (هداية) اخذ اهل المراء شيئا عند التسليم فللزواج ان يسترده لانه رشوة (در) وقال الشامي: (عند التسليم) اي بان ابى ان يسلمها اخوها او نحوه حتى ياخذ شيئا وكذا لو ابى ان يزوجه فللزواج الاسترداد قائما او هالكا لانه رشوة (شامي)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين چترالى عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

نکاح فاسد سے ثبوت نسب کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ پہلے زید کے جمیلہ سے ناجائز تعلقات تھے بعد میں زید کا نکاح جمیلہ کی لڑکی سے ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ زید کا جمیلہ کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز نہیں تھا اب زید کے لئے کیا حکم ہے اور جو اولاد جمیلہ کی لڑکی سے پیدا ہو چکی ہے اس کے نسب کا کیا

حکم ہے؟ (مستفتی عبد الحمید)

جواب : مذکورہ صورت نکاح فاسد کی ہے، لہذا زید اس عورت کو فوراً اپنے سے علیحدہ کر دے اور جو اولاد پیدا ہوئی ہے وہ زید ہی سے ثابت النسب ہے، اور زید ہی کی اولاد کہلائی گی۔ کیونکہ نکاح فاسد میں نسب ثابت ہو جاتا ہے۔

فی التئیر و شرحہ:

(وعدة المنکوحۃ نکاحا فاسدا) فلاءدة فی باطل و کذا موقوف قبل الاجازة اختیار، لکن الصواب ثبوت العدة والنسب بحر.

وفی الشامیة: قونہ: (نکاحا فاسدا) ہی المنکوحۃ بغیر شہود، و نکاح امرأۃ الغیر بلا علم بأنہا متروجة و نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافا لهما. (رد المحتار ج ۳ ص ۵۱۶ باب العدة)

فی فتح القدیر:

(قولہ) والمنکوحۃ نکاحا فاسدا) وہی المنکوحۃ بغیر شہود..... و نکاح

المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عندابی حقیقۃ خلافا لهما الخ..... (ج ۳ ص ۱۳۷)

واضح رہے کہ باقاعدہ جدائی کے بعد اس عورت کے ذمہ عدت واجب ہے عدت گزارنے

کے بعد دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الطلاق

طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے اس لئے کہ میں نے ایک عالم دین سے معلوم کیا تھا کہ میرا ارادہ طلاق دینے کا ہے آپ بہتر طریقہ بتادیں تو انہوں نے بتایا کہ صرف ایک طلاق دیکر رجوع کئے بغیر عدت گزارنے دیں تین طلاقیں کی ضرورت نہیں ہے لیکن سسرال والے دو مزید دینے کا اصرار کر رہے ہیں براہ کرم آپ صحیح طریقہ بتادیں۔

جواب : تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے اگرچہ طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن شرعاً بدعت اور ممنوع قرار دیا گیا ہے الگ الگ طہر میں دینے کی گنجائش ہے تاہم اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ صرف ایک

طلاق پر جس میں جماع بھی نہ کیا ہو دیکر رجوع نہ کریں اور عدت گزرنے دیں
جیسا سوال میں بتایا گیا ہے عدت گزرنے کے بعد عورت مکمل آزاد ہو جائیگی دوسرے جگہ
چاہے تو نکاح کر سکے گی ایک فائدہ یہ بھی ہے اس طریقہ کو اختیار کرنے میں میاں بیوی دوبارہ نکاح
کرنا چاہیں تو بغیر حلالہ نئے حق مہر کیساتھ نکاح کر سکیں گے جب کہ تین طلاقیں دینے کی صورت
میں بغیر حلالہ نکاح نہیں ہو سکے گا لہذا ایک پر اکتفاء کرنا صحیح اور بہتر طریقہ ہے اس کو شریعت میں
طلاق احسن کہتے ہیں واللہ اعلم بالصواب

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خط اور ٹیلیفون کے ذریعے طلاق دینے کا حکم

سوال: کیا ٹیلیفون اور خط کے ذریعے جب طلاق واقع کی جائے تو واقع ہو جائے گی؟
نیز یہ بھی وضاحت ہو کہ اگر وہ خط ضائع ہو جائے (یعنی بیوی تک پہنچ ہی نہ پائے) تب بھی
طلاق واقع ہو جائیگی؟

جواب: بذریعہ ٹیلی فون طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح خط (جو طلاق کی نیت سے تحریر کیا
گیا ہو) کے ذریعے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ خط بیوی تک پہنچنے سے پہلے پہلے
ضائع ہو جائے۔

قال الشامی: وان كانت مرسوة تقع الطلاق نوى او
لم ينو..... ولا يحتاج الى النية في المستبين المرسوم..... ولو قال للكاتب
اكتب طلاق امرأتی، كان اقرارا بالطلاق وان لم يكتب (شامی جلد ۴ صفحہ ۴۵۶)
واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
محمد شریف حسین جتو الی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غیر مدخول بھا کو تین طلاق دینے کا حکم

سوال: خالد کی شادی زینب سے ہوئی؛ خالد ابھی تک اپنی بیوی سے ملا نہیں ہے اس سے پہلے کسی
بات پر ناراض ہو کر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں۔ کیا ایسی صورت میں تین طلاقیں دینے سے
مغلظ ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (مستفتی: فرحت اللہ)

جواب : غیر مدخول بہا کو تین طلاقیں اگر الگ الگ تین لفظوں سے دی ہیں تو مغلظ نہیں ہوئی، صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ اور اگر بیک لفظ تین طلاقیں دی ہیں (مثلاً کہا تجھے تین طلاق) تو مغلظ ہو جائیگی اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ آپس میں نکاح نہ ہو سکے گا۔

فی الہدایۃ :

فصل فی الطلاق قبل الدخول : واذا طلق الرجل امرئته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن علیہا لان الواقع مصدر محذوف لان معناه طلاقاً ثلاثاً علی ما بینناہ فلم یکن قوله انت طالق ایقاعاً علی حدۃ فیقعن جملة . فان فرق الطلاق بانث بالاولی ولم تقع الثانية والثالثة وذلك مثل ان یقول انت طالق طالق طالق لان کل واحدة ایقاع علی حدۃ اذالم یذكر فی اخر کلامہ ما یغیر صدرہ حتی یتوقف علیہ فتقع الاولی فی الحال فتصادفها الثانية وهی مبانة . (جلد ۲ ص ۳۸۸)

فی تنویر الابصار مع شرحہ - باب طلاق غیر المدخول بہا
(قال لزوجه غیر المدخول بہا انت طالق ثلاثاً وقعن وان فرق بانث بالاولی ولم تقع
الثانیہ) بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الكل - تنویر الابصار مع الدر المختار، ج ۴،
ص ۵۰۹ کو کذا فی الہندیہ الفصل الرابع، ج ۱، ص ۴۰۹

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دو طلاق کا حکم

سوال : گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو کچھ ناپسندیدہ باتوں کی وجہ سے دو طلاق دی ہیں، پہلی طلاق اپریل ۲۰۰۵ء میں اور دوسری طلاق مئی ۲۰۰۵ء کو دی اب میرے رشتہ دار مجھ سے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو لے آؤ تمہاری ابھی طلاق نہیں ہوئی ہے میں نے ابھی تک تیسری طلاق نہیں دی ہے میری طلاق کو ۹ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے اور یہ میرے سگے ماموں کی بیٹی ہے اور یہ دو طلاق میں نے کاغذ پر تحریر کر دی ہیں اپنی بیوی کے سامنے میں نے اسے طلاق نہیں دی ہے اب آپ مجھے قرآن پاک کی روشنی میں مشورہ دیں کہ میں کیا کروں میری ایک بیٹی بھی ہے وہ میری بیوی کے پاس ہے اور مجھے اپنی بیٹی سے ملنے نہیں دیتے ہیں۔ (فقط، محمد بید خان)

جواب : صورت مسئلہ میں دو طلاق واقع ہو گئی اور غالباً عدت بھی پوری ہوگی اب اگر دونوں باہم رضا مندی سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو نیا مہر رکھ کر نکاح جدید کر لیں، بشرطیکہ شوہر نے تین طلاق نہ لکھی ہو۔

فی الہدایۃ

ولو قال للکاتب اکتب طلق امراتی کان اقراراً بالطلاق ج ۲ ص ۵۸۹

لڑکی کے بالغ ہونے تک پرورش کا حق ماں کو ہے البتہ ماں بچی کے والد کو بچی سے ملنے سے نہیں روک سکتی۔ یہ بھی واضح رہے کہ تجدید نکاح کی صورت میں آئندہ کے لئے شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق رہے گا کسی مرحلہ میں بھی ایک طلاق مزید دے دی تو طلاق مغلط واقع ہوگی اور حلالہ شرعیہ بغیر نکاح نہیں ہو سکے گا لہذا احتیاط رہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
رئیس احمد غفرلہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

طلاق کا مسئلہ

سوال : ایک آدمی کا اپنی بیوی سے معمولی نوعیت کا جھگڑا ہوا بیوی ناراض ہو کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی، اب لڑکی کے والدین اسے واپس اپنے شوہر کے گھر نہیں جانے دے رہے یہ آدمی خود اسے لینے گیا تو لڑکی کے والدین نے زبردستی اس سے طلاق نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا اور دستخط وغیرہ کروا لیے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس طرح طلاق واقع ہو جائے گی؟ حالانکہ اس آدمی نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہیں کہے اور نہ وہ اس پر راضی ہے۔

جواب : مذکورہ صورت میں اس آدمی کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس آدمی نے زبان سے طلاق نہیں دی اور زبردستی اس سے طلاق نامہ پر دستخط وغیرہ لیے گئے ہیں، اور زبردستی کی صورت میں طلاق کی تحریر لکھنے یا اس پر دستخط کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی، کیونکہ تحریر ضرورت کے وقت قائم مقام عبارت کے ہوتی ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شامی میں طلاق مکرہ کے بیان میں ہے۔

وفی البحر أن المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق، فلو اكراه على أن يكتب طلاق امرأته
فكتب لا تطلق، لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا، كذا في الخانية،
(الدر المختار ج ۳ ص ۲۳۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کے علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دینے سے بیوی کا مطلقہ ہونا

سوال : ایک آدمی کی اپنی بیوی سے لڑائی ہو گئی بحث و تکرار میں اس نے کئی دفعہ بیوی کے علاقے کا نام لے کر کہا کہ میں نے اس علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دی ہے تو کیا اس سے

اسکی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی جبکہ وہ آدمی اب انکار کر رہا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ اسکو عار دلار ہا تھا۔

جواب : جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ اس آدمی نے دو سے زائد مرتبہ طلاق کے الفاظ صراحتاً بولے ہیں تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے اب دوبارہ بغیر حلالہ کے اسکے نکاح میں نہیں آ سکتی جب اس نے صریح طور پر طلاق کے الفاظ بولے ہیں تو اب اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، لہذا یہ کہنا کہ میں اسکو عار دلار ہا تھا طلاق کی نیت نہیں تھی اسکا کوئی اعتبار نہیں ہوگا طلاق واقع ہو گئی ہے کیونکہ جب اس نے اس عورت کے علاقے کا نام لے کر سب عورتوں کو طلاق دی تو اس میں اسکی بیوی بھی داخل ہے اس پر بھی ضمناً طلاق پڑ گئی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

ولو قال نساء هذه البلدة أو هذه القرية طوالق وفيها امراته طلقت كذا في فتاویٰ قاضیخان. (عالمگیری ج ۱ ص ۳۵۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دوران گفتگو غلطی سے لفظ طلاق نکلنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زید اپنی بیوی کو کچھ اور کہنا چاہ رہا تھا لیکن غلطی سے لفظ طلاق نکل گیا۔ زید اس پر بہت نادام ہے اور اس کا ارادہ بھی نہیں تھا۔ کیا مذکورہ صورت میں طلاق واقع ہوگی؟ (مستفتی محمد عدنان)

جواب : صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر ایک طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ یہ لفظ طلاق صریح میں سے ہے اس میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

فی الدر المختار: (او مخطنا) بان اراد التكلم بغير الطلاق فجری علی لسانه الطلاق
وفی الشامیہ: بان اراد ان يقول سبحان الله فجری علی لسانه
انت طالق تطلق، لانه صریح لا يحتاج الى النية لكن فی القضاء كطلاق الهازل
واللاعب. (الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۴۴۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تین طلاق اور بچوں کے نان نفقے کا حکم!

سوال: عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے آج سے ساڑھے تین سال پہلے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں دو طلاقیں دیں گھر میں صلح صفائی دونوں کی کرا دی گئی وہ دونوں پھر سے گھر میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے لگے پھر ساڑھے تین سال بعد اس شخص نے اپنی بیوی کو ایک اور طلاق دی صرف ایک بار کہا آیا بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں عدت کس طرح گزارے چھ بچے ہیں بڑا 16 سال کا سب سے چھوٹا ساڑھے 4 سال کا بیوی چاہتی ہے کہ عدت کس طرح گزارے اگر وہ عدت نہ گزارے تو کوئی اور صورت نکلتی ہو تو بتائیں بچوں کا کیا ہوگا شوہر بچے نہیں رکھنا چاہتا بیوی بچوں کو کیسے رکھے ان کا خرچہ وغیرہ شوہر اٹھانا نہیں چاہتا اب آپ قرآن و سنت کی روشنی میں کچھ بتائیں۔؟ (مستفتی)

جواب: مذکورہ صورت میں تین/۳ طلاقیں پڑ چکی ہیں، اس لئے مطلقہ خاتون خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی جب تک کہ حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ نکاح نہ کر لے۔ عدت پوری کر کے دوسری جگہ چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔

بقولہ تعالیٰ: فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره

مطلقہ عورت وہیں (جہاں اس کو طلاق ہوئی ہے) عدت گزارے گی۔ بچوں کی پرورش کا حق ان کی ماں کو ہی حاصل ہے۔ جب تک کہ بچے سات سال کے اور بچیاں بالغ نہ ہو جائیں۔ تاہم بچوں کا نان نفقہ باپ کے ذمہ ہی ہے۔ نہ دے تو عدالت کے ذریعے وصول کر سکتے ہیں۔

فی التویر و شرحہ:

(ولا تخرج معتدة رجعی وبائن) بای فرقة..... مکلفة من بیتها اصلاً..... وتعتدان فی بیت وجبت فیہ..... الا ان تخرج..... وتنتقل المعتدة..... أو تضررت بالمکث فی المكان. (شامی ج ۵/۲۲۹)

وفیہ فی باب النفقة:

وتجب النفقة بانواعها علی الحر (لطفله)..... الفقیر.

قال الشامی:

قوله لطفله هو الولد حين يسقط من بطن امه الى ان يحتلم..... قوله (الفقیر) ای ان لم يبلغ حد الکسب. فان بلغه کان للأب ان يؤجره او بدفعه فی حرفة لیکتب الخ. (۳۳۷/۵)

وفی باب الحضانة:

تربية الولد (ثبت للام) (بعد الفرقة الا ان تكون مرتدة)..... والحاضنة احق به الخ بالغلام حتی یستغنی عن النساء و قدر بسبع وبه یفتی.....

والام والجدہ احق بها بالصغيرة (حتى تحيض) ای تبلغ فی ظاهر الرواية.

الخ (۲۶۸/۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
محمد شریف حسینالجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

طلاق علی المال کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں اس مسئلے کے بارے میں علماء کرام و مفتیان عظام کہ مورخہ 26 مارچ 2006ء بروز اتوار رخصتی ہوئی اور ایک رات بھی ساتھ گزاری۔ لیکن لڑکی کے والد نے رخصتی کے غالباً تین چار دن کے بعد طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ بندھنے طلاق دینے سے انکار کیا۔ لڑکی کے والد نے جب بہت اصرار کیا تو بندہ اس شرط پر راضی ہوا کہ میں طلاق دیتا ہوں مگر مجھے مہر معاف کیا جائے۔ کیا اس صورت میں مہر معاف ہو جائے گا یا نہیں (مستفتی محمد عطا اللہ)

جواب : مذکورہ صورت میں اگر شوہر بیوی سے یہ کہے کہ میں تمہیں اس شرط پر طلاق دیتا ہوں کہ تم مہر چھوڑ دو اور عورت قبول کر لے تو ایسا کرنے سے مہر معاف ہو جائے گا اور طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور عورت پر عدت گزارنا بھی لازم ہوگا۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو خلع کہتے ہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں پارہ نمبر ۲ کے اندر آیا ہے۔

قال تعالى: ((فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به

(ط) (الاية نمبر ۲۲۹، البقرة، پ ۲)

خلع یا طلاق بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق حاصل نہیں ہوتا اور نہ خلع واپس لینے کا اختیار، ہاں دونوں کی رضا مندی سے بغیر حلالہ دوبارہ نکاح ہو سکے گا لیکن آئندہ کے لئے شوہر کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق رہے گا۔

فی الہندیہ: ان خالعا علی مہرہا فان كانت المرأة مدخولا بها وقد قبضت مہرہا یرجع الزوج علیہا بمہرہا وان لم یکن مقبوضا سقط عن الزوج جمیع المہر ولا یتبع احدہما صاحبه بشینی. ہندیہ ج ۱ ص ۵۲۰

وقال العلامة الحصکفی فی باب الخلع: (و) حکمہ أن (الواقع بہ) ولو بلا مال (وبالطلاق) الصریح (علی مال طلاق بائن) و فی صفحہ ۱۰۴ (و یسقط الخلع والمبارأة) (کل حق) (لکل منہما علی الآخر مما یتعلق بذلك النکاح) حتی لو أبانها ثم نکحها ثانیاً بمہر آخر فاختلفت منہ علی مہرہا برئ عن الثانی لا الأول.

وقال العلامة الشامی: وان کان بکل المہر: فان کان مقبوضا رجع بجمیعہ والا سقط عنہ کلہ مطلقاً: ائی قبل الدخول أو بعدہ. شامیہ ج ۵ ص ۱۰۳، ۱۰۴

وفی البحر الرائق: وقد قال فی الجوهرة وان وقع الخلع علی المہر صح فان لم تقبضہ

المرأة سقط عنه وان قبضته استرده منها. الجرائق ج ۴ ص ۷۹)
وفی الخاینة علی الهندیة: وان خالها علی مهرها فان كانت المرأة مدخولة وقد قبضت
مهرها رجع الزوج علیها بمهرها وان لم یکن المهر مقبوضا سقط عن الزوج جمیع
المهر ولا یتبع احدهما صاحبه بشیئی. خانیة ج ۱ ص ۵۲۹.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

الفاظ کنایہ سے طلاق کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے بیوی کو کہا کہ تو میری منکوحہ
نہیں کیا ایسی صورت میں زید کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ (مستفتی محمد اکرم)

جواب: مذکورہ صورت میں اگر زید نے یہ الفاظ طلاق کی نیت سے کہے ہوں تو ایک طلاق رجعی
واقع ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

فی الدر المختار:

لست لك بزواج اولست لي بامرأة أو قالت له لست لي بزواج فقال صدقت طلاق ان
نواه خلافا لهما.

وقال العلامة الشامي: قوله: (طلاق ان نواه) لان الجملة تصلح لانشاء الطلاق كما
تصلح لانكاره فيتعين الاول بالنية، وقيد بالنية لانه لا يقع بدونها اتفاقا لكونه من
الكنایات، وأشار الى انه لا يقوم مقامها دلالة الحال، لأن ذلك فيما يصلح جوابا فقط
وهو الفظ ليس هذا منها، وأشار بقوله طلاق الى ان الواقع بهذه الكناية رجعی،
كذافي البحر من باب الكنايات. (رد المحتار على الدر المختار ۵۰۷/۴)

فی الهدایة:

ولو قال لامرأته لست لي بامرأة أو قال لها ما أنا بزواجك أو سنل فقيل له هل لك
امرأة فقال لا فان قال أردت به الكذب يصدق في الرضا والغضب جميعا ولا يقع
الطلاق وان قال نويت الطلاق يقع الطلاق في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى..... ولو
قال ما أنت لي بامرأة اولست لك بزواج ونوى الطلاق يقع عند أبي حنيفة رحمه الله
تعالى وعندهما لا يقع..... ولو قال لها: لانكاح بيني وبينك أو قال لم يبق بيني
وبينك نكاح يقع الطلاق اذا نوى ولو قالت المرأة لزوجهالست لي بزواج فقال الزوج
صدقت ونوى به الطلاق يقع في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في فتاوى
قاضیخان.

(ہندیہ الفصل الخامس فی الکنايات ۴۱۱/۱)

(ومثله الجرائق ۳/۵۰۵ باب الكنايات فی الطلاق)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مسلم کا عیسائی عورت کو طلاق اور پھر عیسائی سے حلالہ نکاح کا حکم

سوال : ایک مسلمان آدمی نے اپنی صحیح العقیدہ عیسائی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں اب وہ پشیمان ہے اور چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کے چچا زاد بھائی سے حلالہ کرائے جبکہ وہ چچا زاد بھی صحیح العقیدہ عیسائی ہے کیا اس طریقہ سے حلالہ ہو جائیگا؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

جواب : سوال میں درج حلالہ کے جس طریقہ کا ذکر ہے اس طریقہ سے حلالہ کرنے اور کرانے والے پر حضور اقدس ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔ ایک مسلمان شخص کو طلاق دینے سے پہلے ہی اس کے انجام پر نظر رکھنی چاہیے تاکہ نہ طلاق کی نوبت آئے اور نہ حلالہ کی ضرورت پڑے۔

تاہم سوال میں ذکر کردہ طریقہ سے اگر حلالہ کر دیا گیا تو یہ عمل اگرچہ شرعاً ناپسندیدہ ہے لیکن حلالہ درست ہو جائیگا اور بیوی پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائیگی۔

وفی البزازیة علی هامش الهندیة : مطلقۃ المسلم اذا كانت کتابیة

فنزوجت بکتابی ودخل بها حلت للاول . (ص ۲۶۳ ج ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

طلاق ثلاثہ کو کسی چیز پر معلق کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے دوران جھگڑا اپنی بیوی سے کہا کہ تو اگر گھر سے باہر نکلی تو تجھے تین طلاق اور اگر تمہاری فلان رشتہ دار آئے تو تجھے تین طلاق پھر اسی مجلس میں اس کی بیوی جانے لگی تو زید نے پیچھے سے آواز دی ”کہ چل ٹھیک ہے تمہاری مرضی“ یعنی جانے اور نہ جانے کا اختیار ہے پھر فلان رشتہ دار جس کے بارے میں زید نے کہا تھا بھی نمودار ہو گیا کیا شریعت کی رو سے زید کی بیوی پر طلاقیں واقع ہوئیں؟ اگر ہوئیں تو کتنی؟ (مستفتی عبدالرحیم، کورنگی)

جواب : صورت مذکورہ میں جن دو شرطوں کے ساتھ طلاق کو معلق کیا گیا تھا چونکہ وہ پائی گئیں لہذا اس سے طلاق مغلطہ بائنہ واقع ہو گئی ہے اور بیوی زید پر حرام ہو چکی ہے عدت گزرنے کے بعد عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔

وفی الاصل

رجل حلف وقال لامرأته ان خرجت من بيتي فانت طالق فخرجت من البيت الى الدار
يحنث ولو حلف لا يخرج لا يحنث الا بالخروج الى السكك قال الامام النسفي في

شرح الشافى هذا فى عرفهم اما فى الفارسية لا يحنث ما لم يخرج الى السكة فى الوجهين و عليه الفتوى. (خلاصة الفتاوى جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)
وفى التنوير و شرحه: تنحل اى تبطل اليمين ببطلان التعليق اذا وجد الشرط مرة الا فى كلما فانه ينحل بعد الثلاث.

قال العلامة ابن عابدين تحت هذا القول (اى تبطل اليمين) اى تنتهى و تتم، و اذا تمت حنث فلا يتصور الحنث ثانياً الا بيمين اخرى لانها غير مقتضية للعموم و التكرار.
(در المختار مع رد المختار جلد ۴ صفحہ ۶۰۵)

(ب) زید کا اپنی بیوی کو پیچھے سے آواز دینا ”کہ ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے“ اس سے زید کی نیت اگر اطلاق کو ختم کرنے کی بھی ہو یعنی ”رجوع عن التعليق“ کی بھی ہو تب بھی اس کا اعتبار نہیں کیونکہ تعلیق رجوع سے ختم نہیں ہوا کرتی، اس طرح اس کے نکلنے سے تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور مذکورہ میاں بیوی کا باہمی تعلق ختم ہو چکا۔

وفى در المختار: (دبر عبده ثمه ذهب عقله فالتدبير على حاله)
لما مرأته تعليق، وهو لا يبطل بجنون ولا رجوع. (ج ۳/۶۸۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزيز جتري

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

دوران نکاح طلاق معلق کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ غلام نامی شخص نے نکاح کے وقت یہ کہا تھا کہ اگر میں اپنی بیوی کو ماروں یا برا بھلا کہوں یا نفقہ میں تنگی کروں تو اس کو طلاق ہے اور اس نے اس بات کی اضافت نکاح کی طرف نہیں کی مطلق کہہ دیا۔ بعد میں ان امور میں سے کوئی امر اس سے سرزد ہوا تو کیا اس کی زوجہ کو طلاق ہوگی؟ (مستفتی اکرام الدین)

جواب: صورت مذکورہ میں اگر اس شخص نے نکاح سے پہلے شرط لگائی ہو اور اس کی اضافت بھی نکاح کی طرف نہ کی ہو تو اس صورت میں وہ شرط لغو ہیں بعد نکاح ان کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ بعد نکاح کے اگر شرط لگائی ہو یا اس کی اضافت نکاح کی طرف کی ہو تو اس صورت میں یہ شرط معتبر ہوں گیں۔

وفى التنوير و شرحه:

و شرط الملك حقيقة أو حكماً أو الاضافة اليه. (الدر المختار ج ۴/۵۹۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزيز جتري

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

طلاق پر شہادت کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص نے شراب کے نشے کی حالت میں اپنے گھر میں داخل ہو کر بچوں اور بیوی کو مارنا شروع کر دیا اور اول فول بکنے لگا شور کی آواز سن کر پڑوس کے کچھ لوگ جمع ہوئے اور معاملے کو رفع کیا نشہ اترنے کے بعد لوگوں نے بتایا کہ تم نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے۔ مذکورہ شخص منکر ہے اور بیوی کچھ بھی کہتے ہیں آپ نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ شریعت کی رو سے بتائیں کہ اس شخص کی بیوی ان لوگوں کے کہنے سے اس پر حرام ہوگی؟ یا زوجیت کا تعلق برقرار رہے گا۔ بیوا تو جروا؟ (مستفتی عزیز احمد مختار)

جواب : مذکورہ صورت میں جو لوگ طلاق کے دعویدار ہیں وہ قاضی کے پاس یا پنچائیت کے روبرو اگر یہ گواہی دیں کہ اس شخص نے ہماری موجودگی میں اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور لفظ ”طلاق“ سننا بیان کریں تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

فی الہندیۃ

ومنہا الشہادۃ بغير الحدود والقصاص وما یطلع علیہ الرجال و شرط فیہا شہادۃ رجلین أو رجل وامرأتین سواہ کان الحق مالاً أو غیر مال کالنکاح والطلاق والعقاق والوکالۃ والوصایۃ ونحو ذالک مما لیس بمال کذا فی البین. (ج ۳/ ۴۵۱)

تاہم قاضی اگر ان شہود میں عدالت کے اوصاف کو مفقود پائے یا مشہود علیہ کے ساتھ ان کی عداوت ثابت ہو جائے تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور میاں بیوی کے درمیان رشتہ زوجیت برقرار رہے گا۔

فی الہندیۃ

ومن الشرائط أن لا یكون بینہ و بین المشہود لہ قرابۃ الولاد ولا زوجیۃ وأن لا یدفع عن نفسہ مغرمًا وان لا یجلب لنفسہ معنماً وأن لا یكون بنیہ و بین المشہود علیہ عداوۃ دنیویۃ. (ج ۷/ ۵۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

باب العدة

عورت عدت کہاں گزارے؟

سوال : ایک شخص نے کسی کو اپنا مکان رہنے کیلئے دیا اس آدمی نے اس شخص کے مکان پر قبضہ کر لیا

پھر صاحب مکان نے عدالت سے رجوع کیا تو عدالت نے صاحب مکان کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے اس آدمی کو ۳۱ دسمبر تک مکان خالی کر نیکا الٹی میٹم دیا اس آدمی نے اسکو مان لیا لیکن ۳۱ دسمبر کے بعد بھی اس نے مکان کو خالی نہیں کیا پھر صاحب مکان نے دوبارہ عدالت سے رجوع کر لیا تو اس آدمی نے عدالت سے مزید مہلت مانگی تو عدالت نے ۳۰ اپریل تک کی مزید مہلت دیتے ہوئے یہ آرڈر جاری کیا کہ اگر ۳۰ اپریل کے بعد یہ آدمی مکان خالی نہ کرے تو انتظامیہ زبردستی اس سے یہ مکان خالی کروائے، مذکورہ تاریخ (۳۰ اپریل) آنے سے پہلے وہ آدمی فوت ہو گیا مکان خالی کرانے کی صورت میں بیوہ کیلئے کیا گنجائش ہے کہ وہ اپنے بیٹے یا کسی اپنے محرم کے گھر میں عدت گزارے؟ یا اسی مکان میں اس پر عدت گزارنا ضروری ہے؟

جواب : مذکورہ صورت میں مکان پر ناجائز غاصبانہ قبضہ تھا، مرحوم پر لازم تھا کہ مکان خوشی سے خالی کرتا، خصوصاً جب عدالت نے بھی مکان خالی کرنے کا حکم دیا تو مرحوم کیلئے مزید مکان میں رہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی، اور اب مرحوم کے بعد پسماندگان پر لازم ہے کہ بلا تاخیر مکان خالی کر دیں۔ مرحوم کا دوسرا ذاتی مکان اگر نہیں ہے تو بیوہ عدت اپنے بیٹے یا دوسرے کسی محرم کے گھر میں گزار دے جو زیادہ قریب ہو۔

(و تعتد ان) أي معتدة طلاق وموت (فی بیت وجبت فیہ) ولا یخرجان منه (الا ان تخرج
أو ینھدم المنزل أو تخاف) انھدامه أو (تلف مالھا أو لاتجد کراء البیت) ونحو ذالک
من الضرورات فتخرج لأقرب موضع الیہ. (قوله الا ان تخرج) الا ولی الاتیان بضمیر
التشبیہ فیہ و فیما بعده، وشمل اخراج الزوج ظلماً أو صاحب المنزل لعدم قدرتها علی
الکراء أو الوارث اذا کان نصیبھا من البیت لا یکفیھا بحر. (رد المحتار ج ۳ ص ۵۳۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عورت کی عدت کب سے شروع ہوگی؟

سوال : ایک شخص بیرون ملک نوکری کر رہا تھا اور فوت ہو گیا اسکے بیوی بچوں کو اس کی موت کی خبر نہ ہوئی جبکہ اسکے تمام رشتہ داروں اور پڑوس والوں کو اس کی خبر پہنچ چکی ہے لیکن وہ اس کی نعش آنے تک اسکے بیوی بچوں کو بتانا نہیں چاہتے۔ اس عرصہ میں عورت اپنے رشتہ داروں کے گھر بھی جاتی ہے اور زینت وغیرہ بھی اختیار کرتی ہے جب اس آدمی کی نعش پہنچتی ہے یا اسکے بیوی بچوں کو اطلاع ہوتی ہے اس

وقت تک اس عورت کی آدھی عدت یا پوری عدت گزر چکی ہوتی ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کی عدت کب سے شمار ہوگی؟ کیا موت کے وقت سے شمار کریں گے جو گذر چکی ہے یا جس وقت اسکو اطلاع ہوئی اس وقت سے شمار کریں گے؟ نیز یہ کہ جب رشتہ داروں اور پڑوس والوں کو موت کی خبر تھی اور اسکی عورت باہر جاتی تھی اور زینت اختیار کرتی تھی تو ان لوگوں کو اس عورت کو خبر نہ دینے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟

جواب : عورت کی عدت شوہر کی وفات یا طلاق کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے چاہے عورت کو اسکا علم ہو یا نہ ہو۔ مذکورہ صورت میں بھی عورت کی عدت اسکے شوہر کی وفات کے دن سے شمار ہوگی۔ اور عدت وفات چار ماہ اور دس دن ہوتی ہے اگر عورت حاملہ نہ ہو۔ حمل کی صورت میں وضع حمل سے عدت پوری ہو جاتی ہے۔ مذکورہ عورت کو اگر چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اطلاع ہوئی تو اس صورت میں اسکی عدت گزر چکی ہے اور اگر اس سے کم عرصہ میں اطلاع ہوئی تو موت کے وقت سے لیکر چار ماہ دس دن تک جو دن باقی ہیں وہ پورے کر کے عدت سے فارغ ہو جائے گی حمل کی صورت میں وضع حمل سے عدت پوری ہوگی۔

(ومبدأ العدة بعد الطلاق و) بعد (الموت) على الفور (وتنقضى العدة وان جهلت)
المرأة (بهما) اى بالطلاق والموت لأنها اجل فلا يشترط العلم بمضيه سواء اعترف
بالطلاق أو أنكر. (الدر المختار ج ۵ ص ۲۰۲)

رشتہ داروں اور پڑوس والوں کو موت کی اطلاع ہوتے ہی اسکی بیوی کو خبر دے دینی چاہیے تاکہ وہ گھر میں رہ کر عدت گزارے۔ اطلاع نہ کرنے کی وجہ سے یہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

دوران عدت طلاق عورت کا ٹیلی فون پر شادی کے بارے میں گفتگو کرنے کا حکم

سوال : کیا دوران عدت طلاق عورت ٹیلی فون پر کسی اجنبی شخص کے ساتھ شادی کے بارے میں بات کر سکتی ہے؟

یعنی یہ معاہدہ کر سکتی ہے؟ کہ ہم بعد از ختم عدت شادی کر لیں گے۔ (مستفتی: عبدالرحیم)

جواب : چونکہ نکاح اللہ تعالیٰ کے عمدہ ترین انعامات میں سے ہے، جس کے ذائل ہو جانے پر

(خواہ طلاق کی وجہ سے ہو یا وفاتِ خاوند کے سبب سے) بہر صورت عورت کے ذمہ عدت گزارنے کے ساتھ ساتھ افسردگی کا اظہار بھی لازم ہے۔ چنانچہ خوشبو لگانا، سرمہ وغیرہ کا استعمال کرنا اور بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنا سب عورت کے لیے ایک معین مدت تک کیلئے ممنوع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح دورانِ عدت دیگر لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی منع فرما دیا ہے کہ وہ معتدہ کو پیغامِ نکاح دے دیں۔ جب دیگر لوگوں کو منع کیا گیا ہے تو عورت کا (دورانِ عدت) اس قسم کا معاملہ یعنی ٹیلیفون وغیرہ پر کسی کے ساتھ اس موضوع پر گفت و شنید) اور بھی زیادہ ممنوع ہے۔ نیز فقہاء کرام نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ عورت کی دورانِ عدت اس قسم کی حرکات شوہر (اول) کی ناراضگی اور دل شکنی کا سبب بن سکتی ہے، جو ایک ناجائز عمل ہے۔ نیز اسمیں خاوند اول کی حق تلفی بھی ہے، لہذا دورانِ عدت معتدہ کو ان امور سے حد الامکان گریز کرنا چاہیے۔

فی روح المعانی

ولا جناح علیکم فیما عرَضتم بہ من خطبة النساء او اکنتم فی انفسکم علم اللہ (الایۃ)
قال المفسر تحته: ولا یمکن حملها علی الاستغراق لان من النساء من یحرم التعریض بخطبتھن فی العدة کالرجعیات والبائناات . وفیہ: تحت قوله: "ولا تعزموا عقدہ النکاح حتی یبلغ الكتاب اجلہ" ای ینتہی ما کتب وفرض من العدة
(جلد ۲ ص ۱۵۲)

وفی الشامی: (لا المطلقة اجماعاً) وشمل المطلقة البائنة وبہ صرح الزیلعی وفی
الفتح ان التعریض لایجوز فی المطلقة بالاجماع فانه لایجوز لها الخروج من منزلها
اصلاً فلا یتممکن من التعریض علی وجه لایخفی علی الناس ولافضائه الی عداوة
المطلق (جلد ۵ صفحہ ۲۲۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خلع کے بعد عدت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری لڑکی سدرہ کا تین سال پہلے کامران ولد اعجاز سے نکاح ہوا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی اور نہ کبھی ملاقات ہوئی تھی بعد میں ناچاقی پیدا ہو گئی اور کامران نے رخصتی لینے سے انکار کیا اور آخر کار زبانی کہا کہ مجھے خلع منظور ہے اور کورٹ کے ذریعے ہم نے خلع لے لیا۔ اب معلوم کرنا ہے کہ سدرہ پر عدت گزارنا لازم ہے یا بغیر عدت کے بھی کسی دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں؟ (مستفتی شیخ محمد اسلم)

جواب : واضح رہے کہ طلاق کے بعد عدت کی ضرورت تب ہی پیش آتی ہے اگر منکوحہ کے ساتھ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آئی ہو۔ بصورت دیگر عدت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

کما قال تعالى:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا ط (پارہ نمبر ۲۲ الاحزاب آیت نمبر ۴۹)

مذکورہ صورت میں سدرہ کے ساتھ نہ تو شوہر کی صحبت ہوئی ہے اور نہ خلوت صحیحہ۔ لہذا سدرہ دوسری جگہ عدت گزارے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ خلع صحیح ہوا ہو۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صغیرہ مطلقہ کا عدت گزارنے کے درمیان حیض آنے سے عدت کا حکم

سوال : مسمّاء ہندہ نابالغہ ہے اس کو شوہر نے طلاق دیدی، تو اس نے مہینوں کے ذریعے عدت گزارنی شروع کی، ابھی تین ماہ مکمل نہیں ہوئے تھے کہ اسے حیض آنا شروع ہو گیا۔ اب یہ مہینوں کے ذریعے عدت مکمل کرے یا نئے سرے سے تین حیض پورے ہونے تک عدت میں رہے گی؟
(مستفتی عبدالرشید کورنگی)

جواب : چونکہ مذکورہ صورت میں ہندہ کو تیسرا مہینہ مکمل ہونے سے تھوڑی دیر پہلے حیض آ گیا ہے اس لئے نئے سرے سے حیض کے حساب سے عدت شمار کرے گی اور تین حیض پورے کرنا اس پر لازم ہے۔

فی الہندیہ :

صغیرة طَلَّقَهَا زَوْجُهَا فَمَضَتْ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ لَا يَوْمَئِثِمُ حَاضَتْ فَمَالِمُ تَحْضُ ثَلَاثَ حَيْضٍ لَا تَنْقُضِي عَدَّتَهَا ، (جلد ۱ ص ۵۵۶)

فی التّویر و شرحہ :

والصغیرة لو حاضت بعد تمام الأشهر (لا) تستأنف (الا اذا حاضت في أثنائها فتستأنف بالحیض قال الشامي: في أثنائها أي قبل تمامها ولو بساعة . (جلد ۵ ص ۱۹۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رخصتی سے پہلے منکوحہ مطلقہ پر عدت کا حکم

سوال : نکاح ہو جانے کے بعد رخصتی سے پہلے اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو طلاق دیدی تو کیا اس عورت

(مستفتی شیخ محمد اسلم)

پر عدت گزارنا لازم ہے یا نہیں۔؟

جواب: واضح رہے کہ طلاق کے بعد عدت کی ضرورت تب پیش آتی ہے اگر منکوحہ کے ساتھ صحبت یا خلوت صحیحہ کی نوبت آئی ہو۔ بصورت دیگر عدت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

كما قال تعالى: ((يا ايها الذين امنوا اذا نكحتم المؤمنات ثم طلقتموهن من قبل ان
تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها. پارہ ۲۲ الاحزاب ۴۹

مذکورہ صورت میں سدرہ کے ساتھ نہ تو شوہر کی صحبت ہوئی اور نہ ہی خلوت صحیحہ۔ لہذا سدرہ دوسری جگہ عدت گزارے بغیر نکاح کر سکتی ہے بشرطیکہ خلع صحیح ہوا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی عفی اللہ عنہ

فصل فی نفقة الزوجة و السكنی

بیوی کے لئے الگ مکان دلوانے کا حکم

سوال: میری چھ بہنیں ہیں میں سب سے بڑا ہوں بھائی کوئی نہیں۔ تین بہنوں کی شادی ہو گئی ہے۔ تین غیر شادی شدہ ہیں میری اپنے والد اور بہنوں سے کبھی نہیں بنی یہاں تک کہ میری بہنیں مجھے مارتی بھی تھیں تنگ آ کر میں نے اپنی ماں کے ساتھ مل کر اپنی شادی کی۔ شادی سے پہلے ہی اپنا گھر کرائے پر لے لیا اب کبھی میری ماں بھی میرے ساتھ رہنے آ جاتی ہیں اب میں چاہتا ہوں بیوی کو لیکر باپ کے گھر رہنے جاؤں مگر میری بیوی راضی نہیں ہے میری بیوی کہتی ہے کہ تمہارے امی ابو کے ساتھ رہ لوں گی مگر تمہاری بہنوں کے ساتھ نہیں رہوں گی میری بہنیں سروس کرتی ہیں اور ان کی زبان بہت خراب ہے مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں جبکہ میری بیوی میرے اور میرے ماں باپ کے ساتھ بہت اچھی ہے؟ (مستفتی علی احمد)

وفی الأنبياء: كل قرض جرّ نفعاً حرام. وقال العلامة ابن عابدين: قوله (كل قرض
جرّ نفعاً حرام) أي اذا كان مشروطاً كما علم مما نقله عن البحر، وعن الخلاصة وفي
الذخيرة: وان لم يكن النفع مشروطاً في القرض فعلى قول الكرخي لا باس به (رد
المحتار على الدر ص ۳۹۵)

جواب: مذکورہ صورت میں بہنوں کی شادیاں با آسانی جلدی سے ہو سکتی ہیں تو بہت اچھا شادی کے بعد اپنی بیوی کو اپنے والدین کے گھر لے جا کر رہائش اختیار کر لیں۔ اور اگر بہنوں کی شادیوں میں

دیر ہے اور بیوی اصرار کر رہی ہے الگ مکان میں رہنے کا۔ بہنوں کے ہوتے ہوئے والدین کے ساتھ رہنا آپ کی بیوی کے لئے مشکل ہو رہا ہے تو بیوی کو الگ مکان دلوانا شرعاً اس کا حق ہے۔

فی العلانیۃ:

و کذا تجب لها السكنی فی بیت خال عن اہلہ
وقال العلامة الشامی: قوله: (خال عن اہلہ الخ) لانہا تتصدر ربمشارکۃ غیر ہافیہ،
لانہا لاتأمن علی متاعہا و یمنعہا ذلک من المعاشرة مع زوجها و من الاستمتاع الآن
تختار ذلک، لانہا رضیت بانتقاص حقہا مداۃ (رد المحتار ۲/۵۹۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کے نان و نفقہ کا مسئلہ

سوال: ایک آدمی کا نکاح ہوا کچھ عرصہ میاں بیوی ایک ساتھ رہے پھر عورت اپنے والدین کے گھر گئی اور چند دن وہاں رہی پھر شوہر نے اسکو کبھی نہیں بلایا۔ زوجہ اور اسکے والدین کے تقاضا کے باوجود شوہر اسکو لینے نہیں آیا اور نہ اسکو اپنے گھر آنے کی اجازت دی، اب اسکے والدین یہ چاہتے ہیں کہ یہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلا لے یا یہیں رہتے ہوئے اسکا نان نفقہ دے، مگر شوہر کسی امر پر بھی راضی نہیں ہوتا، کیا اس صورت میں عورت نفقہ کا مطالبہ کر سکتی ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں شوہر کے ذمہ عورت کا نفقہ لازم ہے کیونکہ عورت کی طرف سے کوئی نافرمانی نہیں پائی گئی، لہذا عورت بذریعہ دعویٰ وغیرہ اپنا نفقہ لے سکتی ہے۔ اور بصورت دیگر عدالت کے ذریعہ خلع بھی لے سکتی ہے۔

قال فی شرح التنویر: (فتجب للزوجة)..... (علی زوجها)..... (ولو ہی فی بیت أبیہا) اذالم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی، و کذا اذا طالبہا ولم تمتنع الخ.....
(الدر المختار ج ۳ ص ۵۷۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کے سکنی اور نفقہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے سر صاحب میری اہلیہ کو اپنے گھر لے گئے، کافی عرصہ گزر چکا ہے، لیکن وہ انھیں دوبارہ ہمارے گھر نہیں بھیج رہے ہیں۔ صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ

وہ اپنی صاحبزادی کے واسطے الگ رہائش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ نیز چند روز قبل میرے سر صاحب نے یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ: میں اس دورانیے کا خرچہ بھی تم سے وصول کروں گا، جس دوران تیری اہلیہ ہمارے گھر رہ چکی ہیں۔ براہ کرم شرع شریف کی روشنی میں ارشاد فرمائیں کہ کیا بیوی کیلئے الگ رہائش کا انتظام کرنا شوہر پر ضروری ہے؟

نیز یہ بھی وضاحت ہو کہ اس دورانیے کا نفقہ بھی میرے اوپر لازم ہے؟

جواب: بیوی اگر شوہر کے اہل خانہ کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو تو شوہر پر بیوی کو علیحدہ گھر مہیا کرنا لازم ہے۔ ایسی صورت میں دیکھیں اگر بیوی کا تعلق مالدار گھرانے سے ہو تو اسکے لیے باقاعدہ الگ گھر کا انتظام کرے۔ اور اگر بیوی کا تعلق امیر گھرانے سے نہ ہو تو شوہر پر بیوی کو علیحدہ گھر میسر کرنا ضروری نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اسی گھر کے اندر بیوی کیلئے کم از کم اک ایسا کمرہ مہیا کرے جس کا کنٹرول مکمل طور پر بیوی کے ہاتھ میں ہو۔

رہا نفقہ کا مسئلہ سو اگر بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر بلا کسی عذر شرعی کے میکے چلی جائے تو وہ ناشزہ (نافرمان) قرار پائے گی، اس کا نفقہ خاوند پر لازم نہیں ہوگا جب تک کہ وہ نافرمانی چھوڑ کر شوہر کی اطاعت نہ کر لے۔

لہذا مذکورہ دورانیے میں اپنی اہلیہ کا نفقہ بھی آپ پر لازم نہیں ہے۔

(وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزلها) لان فوت الاحتباس منها اذا عادت جاء الاحتباس فتجب النفقة الخ (فتح القدير جلد ۳ صفحہ ۱۹۶) قال الله تعالى: اسكنوهن من حيث سکنتم من وجدکم (سورة الطلاق) وفي الشامي: والحاصل ان المشهور وهو المتبادر من اطلاق المتون انه يكفيها بيت له غلق من دار..... وذلك يختلف باختلاف الناس، ففي الشريفة ذات اليسار لابد من افرادها في دار ومتوسط الحال يكفيها بيت واحد من دار..... وهذا التفصيل هو الموافق لما مر من ان المسكن يعتبر بقدر حالهما..... اذ لا شك ان المعروف ان يختلف باختلاف الزمان والمكان فعلى المفتي ان ينظر الى حال اهل زمانه، اذ بدون ذلك لا تحصل المعاشرة بالمعروف (شامي جلد ۵ صفحہ ۳۲۲)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد شریف حسین جتوئی عفا الله عنه

الجواب صحیح
عبد الرحمن عفا الله عنه

عدت طلاق میں عورت کے نان نفقہ کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ طلاق پا جانے کے بعد عورت کے کھانے پینے اور کپڑے

وغیرہ کا انتظام کس کے ذمے ہوتا ہے، شوہر پر یا عورت کے دیگر اولیاء پر؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب : عورت کے طلاق پا جانے کے بعد اسکے کھانے، پینے اور کپڑے وغیرہ کا انتظام اس کے شوہر پر لازم ہوتا ہے، جب تک کہ اسکی عدت ختم نہ ہو جائے۔ اور جب اس کی عدت گزر جائے تو شوہر پر مذکورہ چیزیں لازم نہیں ہوں گی۔

فی الدر المختار: وتجب لمطلقة الرجعی والبانن وللفرقة بلا معصية كخيار عتق وبلوغ وتفريق بعدم كفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة. (شامی جلد ۵ ص ۳۳۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

متوفیٰ عنہا زوجہا کے نفقہ کا شرعی حکم

سوال : فاطمہ کے شوہر زید کا انتقال ہو گیا اب عدت کے دوران فاطمہ کا نان و نفقہ کس کے ذمہ ہے؟ (مفتی عبدالرحیم)

جواب : جب تک شوہر حیات ہو تو بیوی کے اخراجات شوہر ہی کے ذمہ ہوتے ہیں لیکن جب شوہر کا انتقال ہو جاتا ہے تو باہمی تعلق منقطع ہونے کی وجہ سے شوہر سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے، اب یہ عورت وراثت سے بھی نان و نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی، اس عورت کو اپنے اخراجات خود برداشت کرنے ہوں گے، البتہ جہاں کہیں عورت اپنے اخراجات خود برداشت کرنے سے عاجز ہو تو اس صورت میں عورت کے ذی رحم محرم (رشتہ داروں) پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس عورت کے نان و نفقہ کا خیال رکھیں۔

فی الہندیۃ :

ولانفقة للمتوفیٰ عنہا زوجها لأن احتباسها ليس لحق الزوج بل لحق الشرع فان التبر بعبادة منها ألا ترى ان معنى التعرف عن برائة الرحم ليس بمراعى فيه حتى لا وتفريق بعدم كفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة. (شامی جلد ۵ ص ۳۳۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زوجہ کی تجہیز و تکفین کا خرچہ شوہر پر ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کیا کہ زوجہ کی وفات پر کفن و دفن کا خرچہ شوہر

پر واجب ہے؟ کیا زوجہ کے وفات پانے پر میاں بیوی کا تعلق ختم نہیں ہوا؟ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں؟ (مستفتی حبیب اللہ بگرامی)

جواب: زوجہ کی تجہیز و تکفین کی ذمہ داری شرعاً شوہر پر واجب ہے بشرطیکہ تجہیز و تکفین سنت طریقے پر ہو۔ سنت طریقے سے ہٹ کر جو اسراف اور تعدی کی جاتی ہے وہ شوہر کے ذمہ میں شرعاً واجب نہیں۔

وفی التنبیہ:

(واختلف فی الزوج، والفتویٰ علی وجوب کفنها علیہ) عند الثانی (وان ترکت مالا)
خانیۃ، ورجحہ فی البحر بأنه الظاهر لانه ککسوتها. (الدر المختار ج ۳/۱۰۱)
وفی الشامیہ:

أعلم أنه اختلفت العبارات فی تحریر قول أبی یوسف: ففی الخانیۃ و الخلاصۃ
والظہیریۃ: أنه یلزمه کفنها وان ترکت مالا وعلیہ الفتویٰ. وفی المحيط والتجنیس
وشرح المجمع لمضفه: اذا ماتت ولا مال لها فکفنها علی الزوج وعلیہ الفتویٰ.
(رد المختار ج ۳/۱۰۱)

الحيض فلا تجب نفقتها علیہ ولأن النّفقة شینا قشینا ولا ملک له بعد الموت فلا یمكن
ایجابها فی ملک الورثة (جلد ۲ ص ۲۲۰) ومثله فی الهدایۃ والبحر.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بغیر اذن زوج عورت میکے چلی جائے تو اس کے نفقے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت اپنے شوہر کے گھر سے بغیر اس کی اجازت کے اپنے میکے چلی گئی۔ شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے اس عورت اور اس کے ساس سر اور اس کے شوہر کے درمیان کئی مرتبہ جھگڑا ہوا علاقے کے معزز حضرات اس عورت کو قصور وار ٹھہراتے ہیں اور یہ عورت کئی بار بغیر شوہر کی اجازت کے میکے جا چکی ہے۔ آخری بار جانے کے بعد واپس آنے کو تیار نہیں اور اپنے شوہر سے نان نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہے۔ کیا اس کا مطالبہ درست ہے کیا اس صورت میں شوہر کے ذمہ نان نفقہ واجب ہے اور اگر شوہر بغیر مطالبہ نفقہ کے خود اپنی مرضی سے بیوی کے لئے نفقہ بھیج دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی عطاء الرحمن)

جواب: بیوی کا نان نفقہ شوہر پر تب لازم ہے کہ اگر وہ اپنے شوہر کے گھر رہتے ہوئے حقوق زوجیت ادا کر رہی ہو۔ شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی اگر میکے چلی گئی ہے تو شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ

واجب نہیں۔ جب تک وہ واپس نہ آئے اور اس کو مطالبہ کا بھی حق حاصل نہیں البتہ اگر شوہر بیوی کی زیادتی کے باوجود نفقہ اس کے گھر پر بھیج رہا ہے تو یہ اس کا احسان اور تبرع ہے۔

وفی الہندیۃ

وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزلہ - (صفحہ ۵۴۵ جلد ۱)

وفی در المختار

لانفقة لاحد عشر الى أن قال و (خارجة من بيته بغير حق) وهي الناشئة حتى تعود -

(صفحہ ۲۸۶ جلد ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الایمان والندور

قرآن مجید کی قسم کھانا

سوال: زید نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ آئندہ خالد کو قرض نہیں دوں گا لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب خالد زید کے پاس قرض مانگنے آیا تو زید نے پھر خالد کو قرض دے دیا۔ مذکورہ صورت میں کفارہ کن چیزوں کا اداء کریگا؟ - (مستفتی محمد اسلم)

جواب: مذکورہ صورت میں زید حائث ہو گیا اور زید کے ذمہ کفارہ لازم ہے۔ کفارہ کی تفصیل یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلایا جائے، اگر چاہے تو ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار غلہ یعنی پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت بھی دے سکتے ہیں، یا دس مسکینوں کو لباس مہیا کرنا۔ اگر کھانا کھلانے یا اس کی قیمت دینے وغیرہ کی گنجائش نہ ہو تو تین دن مسلسل روزے رکھے۔

قال شیخ الاسلام المرغینانی:

ولو قال اقسام او اقسام بالله او احلف او احلف بالله او اشهد بالله فهو حالف لأن هذه الألفاظ مستعملة في الحلف وبعد ان طر - قال كفارة اليمين عتق رقبة يجزى فيها ما يجزى في الظهار وان شاء كساعشرة مساكين كل واحد ثوباً فمأزاد وأدناه ما يجوز فيه الصلوة وان شاء أطعم عشرة مساكين كالإطعام في كفارة الظهار والأصل فيه قوله تعالى "فكفارتها إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون الآية وكلمة او للتخيير فكان الواجب احداً الأشياء الثلاثة قال فان لم يقدر على احداً الأشياء الثلاثة صام ثلاثة أيام متتابعات (جلد ۲ ص ۷۸) كذا في الدر والهندي، والبحر.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قرآن کریم کی قسم منعقد ہو جاتی ہے

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ قسم منعقد ہونے کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا یا نہیں، اگر کفارہ لازم ہے تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

جواب : قرآن پاک کی قسم کھانے سے قسم منعقد ہو جاتی ہے اور کفارہ بھی لازم ہو جاتا ہے اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ اس کو اختیار ہے چاہے وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو پیٹ بھر کر دو وقت کھانا کھلاے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر مالی کفارہ ادا کرنے کی قدرت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزے رکھے۔

فی الہندیۃ : اما فی زماننا فیکون یمیناً وبہ ناخذ ونامر و نعتقد و نعتمد و قال محمد بن مقاتل الرازی لو حلف بالقرآن قال : یکون یمیناً وبہ اخذ جمہور مشایخنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المضمورات (جلد ۲ صفحہ ۵۳)
وفی فتح القدیر : ثم لا یخفی ان الحلف بالقرآن الان متعارف فیکون یمیناً کما ہو قول الائمة الثلاثة (جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)
وفی الہدایۃ : کفارة الیمین عتق رقبة یجزی فیہا ما یجزی فی الظہار و ان شاء کساعشرۃ مساکین کل واحد ثوباً فما زاد وادناہ ما یجوز فیہ الصلاۃ و ان شاء اطعم عشرۃ مساکین کالاطعام فی کفارة الظہار قال : و ان لم یقدر علی احد الاشیاء الثلاثة صام ثلاثۃ ايام متتابعات . (جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین حقیر الی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بھائی سے بات نہ کرنے کی قسم کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے حقیقی بھائی سے بات نہیں کروں گا اب چونکہ اس سے زید کی والدہ ناراض ہوتی ہے اس لئے زید دوبارہ اپنے حقیقی بھائی سے تعلقات بحال کرنا چاہتا ہے۔ اگر زید قسم توڑ دے تو شرعاً اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا؟ (مستفتی محمد اسلم)

جواب : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ”جب تم کسی بات کی قسم کھا لو پھر دیکھو کہ دوسری صورت بہتر ہے (یعنی اس کام کا کرنا بہتر ہے) تو جو کام بہتر ہو کر لو اور اپنی قسم (کے توڑنے) کا

کفارہ ادا کر دو۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۹۶)

یہ حدیث شریف اس سوال کا جواب ہے۔

لہذا صورت مسئلہ میں زید اپنی قسم توڑ دے اور قسم کا کفارہ ادا کرے۔ قسم کا کفارہ ہے دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا یا ان کو لباس دینا اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے مسلسل رکھیں۔

فی الہدایۃ:

قال ومن حلف علی معصیۃ مثل ان لا یصلیٰ او لا یکلم اباه او لیقتلن فلانا ینبغی ان یحنت نفسه ویکفر عن یمینہ لقولہ علیہ السلام من حلف علی یمین وراۃ غیر ہا خیرا منها فلیات بالذی ہو خیر ثم لیکفر عن یمینہ ولان فیما قلناہ تفویت البر الی جابر وهو الکفارة جابر للمعصیۃ فی ضده.

وقال ایضاً کفارة الیمین عتق رقبة یجزی فیہا ما یجزی فی الظہار وان شاء کساعشرة مساکین کل واحد ثوباً فما زاد وادناہ ما یجزی فیہ الصلوة وان شاء اطعم عشرة مساکین کما لا طعام فی کفارة الظہار والا صل فیہ قولہ تعالیٰ فکفارتہ اطعام عشرة مساکین الایۃ وکلمۃ اول للتخیر فکان الواجب احد الاشیاء الثلاثة قال فان لم یقدر علی احد الاشیاء الثلاثة صام ثلاثة ايام متتابعات. (ہدایہ ج ۲ ص ۴۵۶)

(او کذا فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۹، ۲۹۱)

(او کذا فی الدر المختار ج ۵ ص ۵۰۳، ۵۰۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قسم کے ٹوٹنے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام؟ کہ بندہ نے کچھ عرصہ قبل یہ قسم کھائی تھی کہ میں مدرسے سے وظیفہ نہیں لوں گا، پھر بعد میں نادم ہوا۔ اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، کیا بندہ کے لیے مدرسہ سے وظیفہ وصول کرنا جائز ہے؟ نیز کیا کوئی دوسرا فرد میری اجازت سے (یعنی وکیل بن کر) مذکورہ وظیفہ وصول کر سکتا ہے؟۔

جواب: مذکورہ صورت میں وظیفہ خواہ آپ خود وصول کر لیں یا کوئی اور آپ کا وکیل بن کر حاصل کر لے، بہر صورت آپ حانث ہو جاؤ گے، یعنی آپ کی قسم ٹوٹ جائیگی۔ اور کفارہ ادا کرنا آپ کے ذمے واجب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ویحنت بفعله وفعل مأموره فی النکاح والطلاق..... النی ان قال والصدقة والقرض

قال الشامی تحتہ: (والصدقة) ہی کالہبہ فیما مر . قال ابن وہبان : وکذا ینبغی ان یحث فی حلفہ ان لا یقبل صدقۃ فوکل بقبضہا . (جلد ۵ صفحہ ۶۲۹)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین جتہرالی عفا اللہ عنہ

نذر کا مسئلہ

سوال : ایک عورت نے نذر مانی کہ فلاں دن مثلاً ہفتے کے دن میں سورکعت نفل نماز پڑھوں گی پھر جب وہ دن آیا تو عورت حائضہ ہو گئی تو کیا یہ نذر اب اس سے ساقط ہو جائے گی یا قضاء کرنی ہوگی؟

الجواب : مذکورہ صورت میں اس عورت پر نذر کی قضاء لازم ہے کیونکہ حیض کا آنا نماز کے اداء کرنے سے مانع ہے نذر کے وجوب سے مانع نہیں لہذا جب پاک ہو جائے تو قضاء کرے
قال فی شرح التنویر :

(ولو نذرت عبادة) كصوم وصلاة (في غد فحاضت فيه يلزمها قضاؤها) لأنه يمنع الأداء لا الوجوب . (الدر المختار ج ۲ ص ۴۳)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

وجود شرط سے پہلے نذر ادا کرنا

سوال : زید نے کہا کہ اگر میرا بیٹا سفر سے بخیریت واپس آ گیا تو میں اتنی رقم اللہ کے نام پر دوں گا، اب اگر وہ بیٹے کے آنے سے پہلے ہی نذر دیدے تو کیا اس سے نذر اداء ہو جائے گی یا نہیں؟ یا بیٹے کے آنے کے بعد نذر پوری کرنی ضروری ہے؟ (مستفتی محمد اسلم)

جواب : نذر کو جب کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے تو شرط پائے جانے سے پہلے نذر واجب نہیں ہوگی، ادائیگی کی صورت میں نفل شمار ہوگی۔ لہذا مذکورہ صورت میں زید بیٹے کے آنے سے پہلے نذر دینے سے فارغ الذمہ نہیں ہو سکتا بلکہ بیٹے کے آنے کے بعد زید کو دوبارہ نذر پوری کرنی ہوگی۔

فی بدائع الصنائع :

وان كان معلقاً بشرط نحو ان يقول ان شفى الله مريضى أو ان قدم فلان الغائب فله على أن أصوم شهراً أو أصلى ركعتين أو أتصدق بدرهم ونحو ذلك فوقته وقت الشرط فمالم يوجد الشرط لا يجب بالاجتماع ولو فعل ذلك قبل وجود الشرط يكون نفلاً لأن المعلق بالشرط عدم قبل وجود الشرط وهذا لان تعليق النذر بالشرط هو اثبات النذر بعد وجود الشرط كتعليق الحرية بالشرط اثبات الحرية بعد وجود الشرط

فلا يجب قبل وجود الشرط لانعدام السبب قبله وهو النذر فلا يجوز تقديمه على الشرط لأنه يكون اداء قبل الوجوب وقبل وجود سبب الوجوب فلا يجوز كما لا يجوز التكفير قبل الحنث لأنه شرط ان يوديه بعد وجود الشرط فيلزمه مراعاة شرطه . لقوله عليه الصلوة والسلام : المسلمون عند شروطهم (جلد ۵ ص ۹۳)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

نذر ماننے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ منت ماننا کیسا ہے جائز یا ناجائز؟ اس کے صحیح ہونے کے لئے کوئی شرط ہو تو تحریر کریں اگر قرآن خوانی کی نذر مانی ہو تو اس کو پورا کرنا لازم ہو گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی خلیل الرحمن کورنگی)

جواب : اللہ تعالیٰ کے نام کی منت ماننا جائز ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ بغیر منت کے صدقہ و خیرات کی جائے۔ منت صحیح ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ منت اللہ تعالیٰ کے نام کی مانی جائے غیر اللہ کے نام کی منت جائز نہیں، بلکہ گناہ ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ منت صرف عبادت کے کام کی صحیح ہے جو کام عبادت نہیں اس کی منت بھی صحیح نہیں ہے۔

تیسری یہ کہ عبادت بھی ایسی ہو کہ اس طرح کی عبادت کبھی فرض یا واجب ہوتی ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ، اور عبادت مقصودہ ہو۔ لہذا ایسی عبادت کہ اس کی جنس کبھی فرض یا واجب نہیں جیسے مریض کی عبادت اور تکفین میت وغیرہ تو اس کی منت بھی صحیح نہیں۔ قرآن خوانی کی نذر مانی ہو تو وہ لازم نہیں ہوتی اور نہ اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

عن ابی ہریرۃ وابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ((لا تنذروا فان النذر لا یغنی من القدر شیئاً وانما یتخرج بہ من البخیل)) متفق علیہ وعن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ((من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصیہ)) روا البخاری۔ (مشکوٰۃ باب فی النذور ۲۹۷)

فی تنویر الابصار مع الدر المختار :

(ومن نذر امطلقاً أو معلقاً بشرط وکان من جنسہ واجب وحر عبادۃ مقصودۃ) خرج

الوضوء وتكفين الميت (ووجد الشرط.....لزم الناذر كصوم وصلاة وصدقة واعتكاف.... (ولم يلزم) الناذر مالم يس من جنسه فرض كعبادة مريض وتشيع جنازة ودخول مسجد) ولو مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم أو الأقصى لأنه ليس من جنسها فرض مقصود، وهذا هو الضابط كما في الدرر. وفي البحر شرائطه خمس فزاد: ان لا يكون معصية لذاته. (الدر المختار ۵/۵۱۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الشریکة والمضاربة

مضاربت میں مالک کا اپنے لئے کچھ نفع خاص کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ خالد نے بکر کو دس لاکھ روپے تجارت کے لئے دیئے اور یہ شرط لگا دی کہ آپ مجھے منافع میں سے ماہانہ ایک ہزار روپے دیتے رہنا سال کے بعد باقی منافع ہم دونوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ خالد کا اپنے لئے ماہانہ منافع خاص کر لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا؟ (مستفتی فیض الرحمن)

جواب: یہ معاملہ مضاربت کا ہے لیکن خالد کا اپنے لئے ایک ہزار روپے منافع میں سے خاص کرنا شرط فاسد ہے۔ لہذا یہ عقد شرعاً ناجائز ہے۔

وفی الهدایة

ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما دراهم مسماة من الربح لأن شرط ذلك يقطع الشركة بينهما قال العلامة الشيخ..... عبدالحق اللكهنوی فی حاشيته تحت هذه المسئلة زیادة عشرة یعنی اذا قال ان مارزق الله فی ذالك من شیء فللمضارب منه عشرة والباقي من الربح بیننا نصفان فهذه المضاربة فاسدة لأن هذا الشرط یوجب قطع الشركة بينهما فی الربح مع حصوله و ربما لا یربح الا مقدار العشرة - (صفحة ۲۶۳ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین جتروالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مرتد کے ساتھ شراکت کا حکم

سوال: دو آدمی کاروبار میں شریک تھے ان میں سے ایک (نعوذ باللہ) مرتد ہو گیا تو کیا انکی شرکت باقی رہے گی یا باطل ہو جائے گی؟

جواب : مذکورہ صورت میں اگر قاضی نے اس شخص کے مرتد ہونے کا فیصلہ سنا دیا تو شرکت باطل ہو جائے گی۔ اور اس شخص کے مرتد ہونے کے بعد قاضی کے فیصلہ سنانے سے قبل شرکت موقوف ہوگی اگر دوبارہ اسلام لے آئے تو باقی رہے گی اور اگر مرگیا یا قتل کر دیا گیا تو شرکت منقطع ہو جائے گی۔

وفی الہندیۃ : وبطل شرکتہ بموت أحدهما علم به الشریک أو لا ولو کان الموت حکمیاً بان قضی بلحاقہ مرتداً فان لم یقض به توقف انقطاعها اجماعاً فان عاد قبل الحکم بقیۃ وان مات أو قتل انقطعت کذا فی النہر الفائق . (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۳۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قرضہ سے مضاربہ کا حکم

سوال : زید کا بکر کے اوپر بیس ہزار روپے قرض تھا، زید نے بکر سے کہا کہ ان بیس ہزار روپے سے آپ تجارت کریں، جو میرے آپ کے ذمہ قرض ہیں اور اس راس المال (سرمایے) سے جو منافع آئے گا وہ ہم دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ کیا مضاربہ کی یہ صورت شرعاً درست ہے؟ (مستفتی محمد سلیم)

جواب : مضاربہ کی یہ صورت شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ عقد مضاربہ میں مال کا نقد دینا ضروری ہے نہ کہ قرض کا مال۔ البتہ اس طرح عقد کرنا کہ رب المال کا کسی آدمی کے ذمے قرض ہو اور مضارب کو اجازت دیدے کہ آپ اُس قرض کو وصول کر کے اس سے تجارت کریں، تو یہ صورت درست ہے، تاہم اس سے بچنا بہتر اور اولیٰ ہے۔

فی البحر الرائق :

وأما المضاربة بدين فان كان على المضارب فلا يصح وما اشتراه له والدين في ذمته وان كان على غيره بأن قال اقبض مالي على فلان ثم اعمل به مضاربة فهو جائز وان كان مكروهاً لانه شرط لنفسه منفعة قبل العقد كما في المبسوط . (جلد ۷ ص ۲۶۳)

قال الملك العلماء الكاساني :

ومنها ان يكون راس المال عيناً لا ديناً، فان كان ديناً فالمضاربة فاسدة، وعلى هذا يخرج ما اذا كان لرب المال على رجل دين فقال له اعمل بديني الذي في ذمتك مضاربة بالنصف ان المضاربة فاسدة بلا خلاف فان اشترى هذا المضارب وباع له ربحه وعليه وضيعته والدين في ذمته عند أبي حنيفة . (بدائع الصنائع جلد ۵ ص ۱۱۴)

فی الہندیۃ :

ومنها ان يكون راس المال عيناً لا ديناً فالمضاربة بالديون لا تجوز حتى ان من كان له

على اخر الف درهم فامرہ صاحب الدين ان يعمل بها مضاربة لا تجوز المضاربة كذا
في النهاية (ہندیہ ج ۴، ص ۳۱۲)
فكذا في شرح المجلة ص ۳۳۰، و كذا في الهدایہ ج ۳، ص ۲۶۳، و كذا في
الدر المختار ج ۸، ص ۴۳۳

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مشترک کاروبار کے منافع میں باپ کا تصرف

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی اور اس کے چار بیٹوں نے ملکر کاروبار شروع کیا چونکہ کاروبار سے پہلے سب نے ملکر مزدوری کر کے پیسے کماتے تھے اس لئے کاروبار میں سب کا پیسہ شامل ہے اس کاروبار سے کافی نفع ہوا اس آدمی کا ایک نابالغ بیٹا تھا جو کاروبار میں شامل نہیں تھا۔ اب یہ آدمی منافع میں سے اس چھوٹے بیٹے کو حصہ دینا چاہتا ہے جبکہ یہ بیٹا کاروبار میں شامل نہیں تھا کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ واضح رہے سب بیٹے باپ کے ساتھ رہتے ہیں؟ (مستفتی سیدالابرار)

جواب : باب اور بیٹوں کی مشترک کمائی باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے اور باپ اس میں تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔ لہذا باپ اگر نابالغ بیٹے کو منافع میں سے حصہ دینا چاہے تو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں کاروبار شروع کرتے ہوئے ہر ایک کی کمائی الگ الگ معلوم تھی جس سے کاروبار شروع کیا تو ایسی صورت میں حکم تبدیل ہوگا۔

وفی الشامیہ

الأب وابنه یکتسبان فی صنعة واحدة ولم یکن لهما شیء فالكسب كله للاب ان كان الابن فی عیالہ لكونہ معیناً لہ الا ترى لو غرس شجرة تكون للأب - (صفحہ ۵۰۲ جلد ۶)

وفی الہندیہ

أب وابن یکتسبان فی صنعة واحدة لم یکن لهما مال فالكسب كله للأب اذا كان الابن فی عیالہ لكونہ معیناً لہ الا ترى انه لو غرس شجرة تكون للأب - (صفحہ ۳۲۹ جلد ۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین حجتی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جب مضارب رب المال کے مال میں طے شدہ عقد

کے خلاف تصرف کرے تو کیا حکم ہوگا

سوال : زید نے عمر کو کچھ رقم دیکر کہا کہ اس سے تجارت کر کے منافع آپس میں آدھا آدھا تقسیم

کریں گے، اور عمر نے زید کو بتائے بغیر یہ رقم آگے تیسرے شخص (بکر) کو دیکر اس کیساتھ آدھے منافع پر بات کر لی اب جو آدھا نفع عمر کو ملتا ہے اسی سے وہ آدھا زید کو دیتا ہے کیا یہ معاملہ درست ہے؟ اور اگر عمر زید (رب المال) کو بتائے اور زید اس پر راضی ہو جائے تو پھر کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

جواب : صورت مسئلہ میں عمر کا زید (رب المال) کی اجازت کے بغیر کسی کو مضارب بنانا درست نہیں ہے اور نہ ہی مذکورہ طریقہ سے منافع حاصل کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ رب المال (زید) نے مضارب (عمر) کیساتھ جس منافع کے نصف پر عقد کر لیا تھا اسی نصف پر عمر نے آگے بکر (مضارب ثانی) کیساتھ عقد کر لیا اور خود اس کے لئے کچھ نہیں بچا کیونکہ منافع کے باقی نصف کا وہ نہ مالک ہے اور نہ مستحق، لہذا وہ منافع اب رب المال اور مضارب ثانی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہونگے بلکہ اجازت ملنے کی صورت میں بھی عمر کے لئے مذکورہ طریقہ سے منافع لینا جائز نہیں ہے، تاہم اگر رب المال (زید) نے منافع کی نسبت مضارب کی طرف کرتے ہوئے اس طرح کہا ہو کہ ”جو کچھ آپکو منافع حاصل ہو یا جو منافع آپ حاصل کریں وہ میرے اور آپ کے درمیان نصف نصف ہوگا تو ایسی صورت میں عمر کا مذکورہ منافع اپنے لئے لینا جائز ہوگا بشرطیکہ زید کی طرف سے کسی اور کو مضارب بنانے کی اجازت ہو۔ رہی یہ بات کہ زید (رب المال) کو آگاہ کرنے کے بعد اس معاملہ کا کیا حکم ہے سو اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

”ونوع لا يملكه بمطلق العقد ويملكه اذا قيل له اعمل برأىك وهو ما يتحمل ان يلحق به فيلحق عند وجود الدلالة وذلك مثل دفع المال مضاربة او شركة و خلط مال المضاربة بماله او بمال غيره“ (هداية : ص ۲۷۱ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ) وفيه ايضاً ”ولو قيل مارزق الله فلي نصفه او ما كان من فضل الله فبيننا نصفان فدفع بالنصف فللمالك النصف وللثاني كذا ولا شيء للاول لجعله ماله للثاني“ (ايضاً ص ۲۵۳ ج ۶)

وقال العلامة علاء الدين الكاساني : ولو دفع الى الثاني مضاربة بالنصف فنصف الربح للثاني ونصفه لرب المال ولا شيء للمضارب الاول لأنه جعل جميع ما يستحقه وهو نصف الربح للثاني وصح جعله لانه مالك للنصف . وقال ايضاً : ولو اضاف الى المضارب فدفعه الاول مضاربة الى غيره بالثلث او بالنصف أو بالثلثين فجميع ما شرط للثاني من الربح يسلم له وما شرط للمضارب الاول من الربح يكون بينه وبين رب المال نصفين بخلاف فصل الاول . (بدائع الصنائع ص ۹۷ ج ۶)

مضارب اگر معاہدہ کے خلاف کرے

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے خالد کو پچاس ہزار روپے عقد مضاربہ پر حیدر آبادی چپلوں کی تجارت کے لئے دیئے، خالد نے خلاف معاہدہ کپڑوں کی تجارت شروع کر دی اور اس میں خسارہ اٹھانا پڑا۔ از روئے شریعت نقصان کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ (مستفتی محمد سلیم)

جواب : مذکورہ صورت میں خالد (مضارب) نے چونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے نقصان کی تمام ذمہ داری خالد پر آئے گی، اور خالد زید کو تمام رأس المال یعنی پچاس ہزار روپے ادا کرے گا۔

فی الہدایۃ:

قال وان خص له رب المال التصرف فی بلد بعینه او فی سلعة بعینہا لم یجز له ان یتجاوزہا لانہ توکیل و فی التخصیص فاندۃ فیتخصص..... (الہدایہ ج ۳ ص ۲۶۴) فی بدائع الصنائع:

ولو قال: خذ هذا المال مضاربة بالنصف علی أن تشتري به الطعام، أو قال: فاشترى به الطعام، أو قال: تشتري به الطعام، أو قال خذ هذا المال مضاربة بالنصف فی الطعام فذلک کلہ سواء و لیس له أن يشتري سوى الطعام بالاجماع لما ذکرنا، (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۱۳۹)

فی الہندیۃ:

ان خص له رب المال التصرف فی بلد بعینه أو فی سلعة بعینہا تنقید بہ ولم یجز له أن یتجاوز ذلک..... (عالمگیریہ ج ۴ ص ۳۲۴) فی شرح المجلة:

((إذا خرج المضارب عن مأذونیه و خالف الشرط یكون غاصباً و فی هذه الحالة یعود الربح والخسار فی اخذہ و اعطائه علیہ و اذا تلف مال المضاربة یكون ضامناً)) المادة ۱۴۲۱.

یعنی لو تجاوز بلد اعینہا رب المال او شری سلعة غیر التی عینہا او فی وقت او مع شخص کذلک، کان غاصباً لانہ تصرف فی مال ولہ ربحہ و علیہ خسارہ. غیر انہ یتصدق بالربح عندہما لانہ نماء مال الغیر و عند ابی یوسف یتطیب لہ الربح..... شرح المجلة للأناسی ج ۴ ص ۳۵۶ (و کذا فی الدر المختار ج ۸ ص ۴۳۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب البیوع

منقولہ چیز قبضے سے قبل فروخت کرنے کا حکم

سوال : خالد ایک گاڑی بیس ہزار روپے میں بک کراتا ہے اور وہ گاڑی اس کو چھ مہینے پہلے بک کرانی ہے، خالد نے گاڑی ابھی نکالی نہیں ہے۔ کیا خالد مذکورہ گاڑی کو نکالے بغیر منافع پر رسید فروخت کر سکتا ہے؟، یا پورے پیسے جمع کر کے پھر گاڑی کو فروخت کر سکتا ہے؟ (مستفتی محمد جمیل)

جواب : جو چیز خریدی جائے جب تک اس کو وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔

لہذا مذکورہ صورت میں خالد جب تک گاڑی پر قبضہ نہ کر لے اس سے پہلے رسید فروخت نہیں کر سکتا چاہے اس نے پورے پیسے جمع کئے ہوں یا نہیں۔

فی الہدایۃ :

فصل ومن اشترى شینا مما ينقل ويحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه لأنه عليه السلام نهى عن بيع مالم يقبض ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك . (جلد ۳ ص ۷۹) كذا في البحر .

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیع کا مقدار سے زائد ہونے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دو کنال زمین فروخت کی اور ہر کنال کی قیمت بھی متعین کر لی کہ فی کنال پچاس ہزار روپے کا ہے بیع کے بعد مذکورہ زمین کی پیمائش کی گئی تو وہ متعین مقدار سے دو مرلے زیادہ نکلی، اس صورت میں زائد زمین مشتری کا حق ہے یا بائع کا؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی جمال الدین)

جواب : مذکورہ صورت میں متعین مقدار سے زائد زمین بائع کا حق ہے، البتہ مشتری کو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو وہ اس زمین کو چھوڑ دے یا پھر مزید رقم ادا کر کے کل زمین لے لے۔ لیکن بائع کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ مشتری سے متعین مقدار کی رقم لے لے اور زائد زمین اپنے پاس رکھ لے۔

فی البحر الرائق :

(قوله ولو قال كل ذراع بكذا ونقص. اخذ بحصتها أو ترك وان زاد اخذ كله كل

ذراع بكذا أو فسخ) لما قد مناه و ان كان وصفا اذا أفرد بضمن صار أصلا وارتفع عن التبعية فنزل كل ذراع منزلة ثوب فاذا وجدناها قصة خير لانه لو أخذها بكل الثمن لم يكن أخذها كل ذراع بدرهم و لو وجدها زائدة لم تسلم له لصير ورتها أصلا فخير بين أن يأخذ الزائد بحصته و بين أن يفسخ لرفع الضرر عن التزام الزائد. (الجر الرائق ۲۹۱/۵)

فی الهدایة:

ولو قال بعتهكها على أنها مائة ذراع بمائة درهم كل ذراع بدرهم فوجدتها ناقصة فالمشتري بالخيار ان شاء اخذها بحصتها من الثمن وان شاء ترك..... وان وجدها زائدة فهو بالخيار ان شاء اخذ الجميع كل ذراع بدرهم وان شاء فسخ البيع لانه ان حصل له الزيادة في الذرع تلزم زيادة الثمن فكان نفعائشوبه ضرر فيتخير وانما يلزم الزيادة لما بينا انه صار أصلا ولو اخذه بالاقل لم يكن اخذ اباالمشروط. (هدايه ۲۴/۳) (ومثله في النهر الفائق ۳/۳۵۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

ٹیکس کی وجہ سے قیمت میں زیادتی

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہم کمپنی سے بیس لاکھ میں مثلاً گاڑی لیتے ہیں قسط پر پھر دوسرے کے ہاتھ پچیس لاکھ میں فروخت کرتے ہیں قسطوں پر مہینے کے بعد کمپنی کہتی ہے کہ ہمارے اوپر ٹیکس مزید گیا یہ گاڑی اکیس لاکھ کی ہوگئی تو جس کو ہم نے پچیس لاکھ میں گاڑی دی ہے قسطوں پر آیا ہم اس کے لئے قیمت بڑھا سکتے ہیں؟ (مستفتی امان اللہ کنڈی)

جواب : سودے کے موقع پر بائع اور خریدار کے درمیان جو قیمت طے ہو جاتی ہے بس وہی واجب الادا ہے اس میں کمی بیشی دوسرے فریق کی مرضی کے بغیر جائز نہیں ہے۔

لہذا مذکورہ صورت میں کمپنی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ گاڑی کی قیمت میں اضافہ کر دے اسی طرح یہ خریدار اگر آگے کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دیتا ہے تو وہ بھی از خود اس کی طے شدہ قیمت پر اضافہ نہیں کر سکتا۔

قال العلامة برهان الدين المرغيناني: واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لو احد منهما الامن عيب او عدم رؤية. (هدايه ج ۳ ص ۲۰)

وقال العلامة ابن نجيم من كتاب البيع: وأما شرط العقد فموافقة القبول للايجاب بان يقبل المشتري ما أوجبه البائع بما أوجبه فان خالفه بان قبل غير ما أوجبه أو بعض

ما وجهه أو بغير ما وجهه أو ببعض ما وجهه لم ينعقد لتفرق الصفقة وأنه لا يجوز الألفي
الشفقة بأن باع عبداً وعقاراً فطلب الشفيع أخذ العقار وحده فله ذلك وإن تفرقت
الصفقة على البائع..... الألفيما إذا كان الإيجاب من المشتري فقبل البائع بانقص من
الثلث أو كان من البائع فقبل المشتري بازید انعقد فإن قبل البائع الزيادة في المجلس
جازت كما في التاتار خانيه. (الجرالرائق ج ۵ ص ۲۵۸)

في الهنديه: أما شرائط الانعقاد فانواع: منها في العاقد..... ومنها في العقد وهو موافقة
القبول للإيجاب بأن يقبل المشتري ما وجهه البائع بما وجهه فان خالفه بأن قبل غير ما
وجهه أو بعض ما وجهه أو بغير ما وجهه أو ببعض ما وجهه لم ينعقد الألفيما إذا كان
الإيجاب من المشتري فقبل البائع بانقص من الثلث أو كان من البائع فقبل المشتري
بازید انعقد فإن قبل البائع الزيادة في المجلس جازت.
(هنديہ ج ۳ ص ۳ مطبوعہ قديمی کتب خانہ کراچی) (و کذا فی رد المحتار علی الدر
المختار ج ۷ ص ۱۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیع کے اندر عیب نکلنے کی صورت میں حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ! کبھی ہم کسی دوست پر
اعتماد کر کے اس سے گاڑی خرید لیتے ہیں پھر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کاغذات میں فرق ہے
آیا ہم اس کو گاڑی واپسی لینے پر مجبور کر سکتے ہیں اور اپنی رقم واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟
اس دوران گاڑی استعمال بھی ہوئی ہے اور پندرہ، بیس ہزار روپے بھی ہم نے اس پر خرچ
کئے ہیں اس کا کیا ہوگا؟ کاغذات میں کبھی فرق اس کو معلوم ہوتا ہے اور کبھی اس کو بھی معلوم نہیں
ہوتا (سائل: امان اللہ کنڈی)

جواب: صورت مسئلہ میں خرید و فروخت کے وقت اگر گاڑی بیچنے والے نے ہر قسم کے عیوب
سے برأت کا اظہار کیا ہو کہ یہ گاڑی ہے اور یہ اس کے کاغذات ہیں اچھی طرح دیکھ لو بعد میں اگر کوئی
عیب نکل آیا تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے اس طرح اگر اس نے کہا ہو پھر تو خریدار کو یہ حق حاصل نہیں کہ
وہ بائع کو گاڑی کے واپس لینے پر مجبور کر دے۔ ہاں اگر بائع مشتری (خریدار) پر احسان کر کے اپنی
خوشی سے گاڑی واپس لینا چاہے تو واپس لے سکتا ہے۔ اور اگر خرید و فروخت کے وقت عیوب سے
برأت کا اظہار نہ کیا ہو اور پھر خریدار کے پاس کاغذات کے اندر یا گاڑی کے اندر کوئی پرانا عیب نکل آئے

تو اس صورت میں خریدار کو یہ اختیار ہوگا چاہے تو پوری قیمت میں گاڑی اپنے پاس رکھے یا اس عیب کی وجہ سے یہ گاڑی بائع کو واپس کر دے اور اپنی پوری رقم بائع سے وصول کرے اور اس بارے میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے ”کہ ہر وہ چیز جو تاجروں کی عادت میں نقصان ثمن کا باعث ہو وہ عیب ہے۔“

رہی یہ بات کہ گاڑی خریدنے کے بعد استعمال ہوئی ہے اور خریدار نے اس پر پندرہ، بیس ہزار روپے خرچ کئے ہیں اس سے مراد اگر ایسے خرچے ہیں جو کہ گاڑی کے استعمال کے سلسلہ میں کرنے پڑتے ہیں مثلاً پٹرول، آئل، ڈیزل وغیرہ تو ایسے خرچے خریدار وصول نہیں کر سکتا۔ اور اگر رنگ یا انجن میں کام کیا ہے تو ایسی صورت میں گاڑی بائع کو واپس نہیں کی جائے گی البتہ عیب کی بقدر رقم خریدار بائع سے وصول کرے گا جس کی قیمت ٹرانسپورٹ والے لگائیں گے۔

فی شرح المجلة للأنا سی المادة ۳۳۶. (البيع المطلق يقتضي سلامة المبيع من العيوب. یعنی ان بیع المال بدون البراءة من العيوب بلا ذکر انه معيب أو سالم يقتضي ان يكون المبيع سالماً خالياً من العيب)

لأن الشراء انما شرع لدفع الحاجة، ودفع الحاجة على التمام انما يكون بالسالم من العيب غالباً، فكان قصد المشتري الى السالم هو الغالب، فكان وصف السلامة كالمشروط فيتخير عند فقده كيلا يتضرر رب الزام مالم يرض به ولان السلامة من العيب لما كانت الاصل في المخلوق انصرف مطلق العقد اليها (افاده في الفتح)

المادة ۳۳۷. مابيع مطلقاً اذا ظهر فيه عيب قديم يكون المشتري مخيراً ان شاء قبله بثمانه المسمى وان شاء رده) شرح المجلة ج ۲ ص ۲۹. في الهداية: واذا (اطلع المشتري على عيب في المبيع فهو بالخيار ان شاء اخذه بجميع الثمن وان شاء رده لان مطلق العقد يقتضي وصف السلامة فعند فواته يتخير كيلا يتضرر رب لزوم مالا يرضى به.

وليس له ان يمسكه وياخذ النقصان لان الاوصاف لايقابلها شي من الثمن في مجرد العقد ولانه لم يرض بزواله عن ملكه باقل من المسمى فيتضرره ودفع الضرر عن المشتري ممكن بالرد بدون تضرره والمراد به عيب كان عند البائع ولم يره المشتري عند البيع ولا عند القبض لان ذلك رضاء به.

قال وكل ما اوجب نقصان الثمن في عادة التجار فهو عيب. ثم قال بعد اسطر قال. ومن اشترى ثوباً فقطعه فوجد به عيباً رجع بالعيب لانه امتنع الرد بالقطع فانه عيب حادث..... فان قطع الثوب وخاطه او صبغه احمر اولت السوق بسمن ثم ادع على عيب رجع بنقصانه لامتناع الرد بسبب الزيادة لانه لاوجه الى الفسخ في الاصل بدونها لانها لا تنفك عنه ولا وجه اليه معها لان الزيادة ليست يميعة فامتنع اصلاً، وليس للبائع ان ياخذ لانه الامتناع لحق الشرع لا لحقه.

(ہدایہ ج ۳ ص ۴۲، ۴۴ باب خیار العیب)

فی فتح القدیر: (فامتنع اصلاً وليس للبائع ان ياخذہ) وان رضى المشتري بترك الزيادة
(لان الامتناع) لم يتمحض لحقه بل لحقه وحق الشرع بسبب ما ذكرنا من لزوم
الربا ورضاه باسقاط حقه لا يتعدى الى حق الشرع بالاسقاط. (فتح القدیر ج ۶ ص ۱۳)

(وکذا فی الدر المختار ج ۷ ص ۱۶۸، ۱۸۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

(وہکذا فی الہندیۃ ج ۳ ص ۶۷، ۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کسی مکان میں جنات ہونا عیب ہے

سوال: ایک آدمی نے مکان اجرت پر لیا لیکن ساتھ خیار عیب کی شرط بھی لگا دی، پھر وہ آدمی دودن تک اس مکان میں رہا، مکان میں بظاہر تو کوئی عیب نہ تھا لیکن وہاں جنات تھے جو مختلف طریقوں سے پریشان کرتے تھے تو کیا یہ جنات کا ہونا عیب شمار کیا جائے گا؟ اور کیا اسکی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جائے گا؟

جواب: جنات اگر کسی مخصوص آدمی کیساتھ ہیں کہ اسکے داخل ہونے کی وجہ سے پریشان کرتے ہیں تو یہ عیب شمار نہ ہوگا اور اسکی وجہ سے اجارہ فسخ نہ ہوگا۔ اور اگر جنات کسی آدمی کیساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ مکان میں ہیں اور خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں تو یہ عیب شمار ہوگا اور اسکی وجہ سے اجارہ فسخ ہو جائے گا۔

کما فی ردالمحتار: قال البیری: يؤخذ منه ان الرجم الذي يقع كثيرا في البيوت ويقال
انه من الجن عذر في فسخ الاجارة لما يحصل من الضرر الخ ماذكره اه اقول: يظهر هذا
لو كان الرجم لذات الدار املو كان لشخص مخصوص فلا، وقد اخبرني بعض الرفقاء
ان اهل زوجته سحروا امه فكلما دخلت داره يحصل الرجم واذا خرجت ينقطع، والله
تعالی اعلم تأمل. (ردالمحتار ج ۶ ص ۸۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زمین کے بغیر زمین پر موجود چشمے کی خرید و فروخت

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی زمین میں پانی کا بیٹھا چشمہ ہے علاقے کے لوگ اس پانی کو پائپ لائن کے ذریعے اپنے گھروں تک لانا چاہتے ہیں۔ اب زید نے زمین کے بغیر صاف پانی کو ان لوگوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا اب سوال یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی نظام الدین)

جواب : زمین کا حق شرب زمین کے توابع میں شامل ہے اس لئے بغیر زمین کے صرف پانی فروخت کرنے کو فقہائے کرام نے ناجائز قرار دیا ہے لہذا زید کا اس طرح معاملہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

فی التنویر و شرحہ :

و کذا بیع الشرب و ظاہر الروایۃ فسادہ الا تبعاً قال العلامة ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ تحت هذه المسئلة (و کذا بیع الشرب) أى فانه يجوز تبعاً للارض بالاجماع. وبعد أسطر قال ولا یباع الشرب ولا یوهب..... ولا یؤجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاہر الروایۃ علیہ الفتویٰ - (ص ۲۸۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اعضاء انسانی کو قیمتاً فروخت کرنا یا بلا قیمت کسی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال : بعض لوگ اپنے گردے یا دوسرے اعضاء جسمانی مثلاً آنکھ وغیرہ قیمتاً فروخت کرتے ہیں اور بعض لوگ بلا قیمت بھی دیدیتے ہیں اور بعض لوگ وصیت کر جاتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد ہمارے اعضاء مثلاً آنکھیں، گردے وغیرہ کسی کو دیدیئے جائیں۔ کیا ان لوگوں کا یہ فعل درست ہے؟ اور جو لوگ خرید کر جسم میں لگاتے ہیں کیا انکے لیئے یہ لگانا جائز ہے؟

جواب : انسان اپنے بدن یا کسی عضو کا مالک نہیں ہے کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے اسی بنا پر اس کے لیئے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دیدے اسکی بہت سی نظائر کتب فقہ میں ہیں۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مضطّر لم یجد میتة و خاف الهلاک فقال له رجل اقطع یدی و کلها أو قال اقطع منی قطعة فکلها لا یسعه أن یفعل ذلک ولا یصح أمره به کما لا یسع للمضطّر أن یقطع قطعة من لحم نفسه فیأکل. (فتاویٰ قاضی خان ج ۳ ص ۴۰۴)

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے اسلئے کہ کوئی شخص اپنی روح کا مالک نہیں ہے کہ اسے ضائع کر دے، لہذا کسی زندہ یا مردہ انسان کے گردے یا دوسرے اعضاء بذریعہ اپریشن وغیرہ نکال کر فروخت کرنا یا خرید کر اپنے جسم میں لگوانا جائز نہیں۔ الاشباہ والنظائر میں ہے ”الضرر لا یزال بالضرر“ (ص ۸۸) ضرر کو ضرر سے دفع نہ کیا جائے۔

ولما فی الہندیۃ

الانتفاع باجزاء الآدمی لم یجز قیل للنجاسة وقیل للکرامة هو الصحيح کذا فی جواهر
الاخلاطی. (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۴)

یہ سابقہ فتویٰ ہے اور اسی میں احتیاط ہے۔ تاہم آجکل بعض علماء کرام نے گردہ وغیرہ ہبہ کرنے کو چند شرائط کیساتھ جائز قرار دیا ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مشتری اور بائع آپس میں کمی زیادتی کر سکتے ہیں؟

سوال: بعض دفعہ خرید و فروخت میں بائع اور مشتری کے درمیان ایک معاملہ طے پاتا ہے اسکے بعد مشتری اپنی طرف سے ثمن میں زیادتی کر کے دیتا ہے یا بائع جو طے ہوا تھا اس سے کم ثمن لیتا ہے یا بیع میں زیادتی کر کے دے دیتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: خرید و فروخت میں آدمی اتنے ہی مال کے مطالبے کا حق رکھتا ہے جو باہم طے پایا ہے۔ ہاں اگر معاملہ طے پانے کے بعد مشتری تبرعاً اپنی طرف سے قیمت میں کچھ اضافہ کر دے یا بائع اپنی طرف سے سودے میں کچھ اضافہ کر دے یا قیمت میں کچھ کمی کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ویجوز للمشتري ان یزید للبائع فی الثمن ویجوز للبائع ان یزید للمشتري فی المبیع
ویجوز ان یحط عن الثمن و یتعلق الاستحقاق بجمیع ذلک. فالزیادة والحط یتحققان
باصل العقد عندنا. (ہدایہ: ج ۳ ص ۷۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قبل القبض بیع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہم مختلف اشیاء کی خرید و فروخت کرتے ہیں خرید و فروخت کے وقت مال سامنے نہیں ہوتا بلکہ نام یا مارکہ ذکر کر کے مال بکتا ہے اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا مال کا سامنے ہونا ضروری ہے؟ خریدار مال خرید لیتا ہے اس کے بعد قبضہ میں آنے سے پہلے ہی اس کو آگے بیچنا شروع کر دیتا ہے اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا۔ (مستفتی محمد انور کورنگی)

جواب: بغیر دیکھے مال خریدنا جائز ہے۔ لیکن دیکھنے کے بعد اگر مال مطلوبہ معیار کا نہ نکلا تو خریدار کو

معاملہ ختم کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور بائع کو بخوشی قبول کرنا ہوگا۔

البتہ جس چیز پر قبضہ نہیں ہوا اس کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ قبضہ کے بعد فروخت کرنے

کی اجازت ہے۔

فی الجرائد:

(قوله شراء مالهم يره جائز) أي صحيح لما رواه ابن أبي شيبة..... من اشترى شيئا لم يره
فله الخيار اذ ارآه ان شاء اخذه وان شاء تركه وجهالته بعدم الرؤية لا تفضي الى
المنازعة لانه لو لم يوافق يره فصار كجهالة الوصف في المعائن المشار اليه و اطلاق
الكتاب يقتضي جواز البيع سواء سمي جنس المبيع أولا وسواء أشار الى مكانه أو اليه
وهو حاضر مستور أو لا الخ.

فی الهدایہ:

ومن اشترى شيئا مما ينقل ويحول لم يجز له بيعه حتى يقبضه لانه نهى عن بيع مالهم
يقبض ولان فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك. ۷۸/۳.
وقال ايضا و من اشترى شيئا لم يره فالباع جائز وله الخيار اذ ارآه ان شاء اخذه بجميع
الثلث وان شاء رده..... هدايه ۳۷/۳

(و كذا في النهر الفائق ۳۸۰/۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صفقہ واحدہ میں بیع کے بعد بیع پر قبضے کا حکم

سوال: ایک آدمی نے اڑھائی، اڑھائی لاکھ میں دو گاڑیاں ایک مالک سے ایک ہی سودے
میں خریدیں پھر چار لاکھ ادا کر کے ایک گاڑی قبضہ میں لینے کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن مالک اس پر
راضی نہیں وہ کہتا ہے کہ پورے پانچ لاکھ روپے لیکر دونوں گاڑیاں ایک ساتھ حوالہ کرونگا، کیا مالک
کا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: جب ایک ہی سودے میں دونوں گاڑیوں کی خرید و فروخت ہوئی ہے تو مالک کیلئے اسکی
اجازت ہے کہ وہ کل قیمت وصول کرنے تک دونوں گاڑیوں کو اپنے پاس روکے رکھے۔

وفی رد المحتار: (تنبيه) للبائع حبس المبيع الى قبض الثمن، ولو بقى منه درهم ولو
المبيع شيئين بصفقة واحدة، وسمى لكل ثمنافله حبسها الى استيفاء الكل،
ولا يسقط حق الحبس بالرهن ولا بالكفيل، ولا بابرائه عن بعض الثمن حتى يستوفي
الباقى. (شامی ج ۴ ص ۵۶۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حلال جانوروں کے خون کا بیع

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ حلال جانوروں کا خون جو ذبح کے وقت نکلتا ہے اس کی بیع و شراء جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی محمد خان)

جواب: جانور حلال ہو یا حرام، ذبح کے وقت جو خون اس سے نکلتا ہے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

فی الہدایۃ:

واذا کان احد العوضین او کلاهما محرماً فالبیع فاسد کالبیع بالمیتۃ والدم والخمر
خنزیر و کذا اذا کان غیر مملوک کالحر قال العبد الضعیف ہذہ فصول جمعہا فیہا
تفصیل نبینہ ان شاء اللہ تعالیٰ فنقول البیع بالمیتۃ والدم باطل و کذا بالحر لانعدام رکن
البیع وهو مبادلة المال بالمال فان ہذہ الاشیاء لاتعد مالا عند احد۔ (ج ۳/ص ۵۰)
فی التویر و شرحہ:

(بطل بیع مالیس بمال) والمال ما یمیل الیہ الطبع ویجرى فیہ البذل والمنع، درر فخرج
التراب ونحوہ (کالدم المسفوح فجاء بیع کبد وطحال.....) (۲۳۵/۷)
فی البحر الرائق:

قولہ: (لم یجز بیع المیتۃ والدم) لانعدام المالۃ الّتی ہی رکن البیع فانہما لا یعدان مالا
عند احد وهو من قسم الباطل، والمؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ لما استعمل الفاسد فی الباب
للأعم عبر بعدم الجواز الشامل للباطل والفاسد..... (ج ۶/ص ۱۱۵)

فی بدائع الصنائع:

واما البیع الباطل فهو کل بیع فاته شرط من شرائط الانعقاد من الاہلیۃ و المحلیۃ و غیر
ہما، وقد ذکرنا جملة ذلك فی صدر الكتاب ولاحقاً لهذا البیع اصلاً لان الحکم
للموجود ولا وجود لهذا البیع الا من حیث الصورة، لان التصرف الشرعی لا وجود له
بدون الاہلیۃ و المحلیۃ شرعاً، کما لا وجود للتصرف الحقیقی الا من الاہل فی المحل
حقیقۃ، وذلك نحو بیع المیتۃ والدم والعذرة والبول و بیع الملاقیح والمضامین و کل
مالیس بمال..... (ج ۳/ص ۵۹۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

تقسیم سے پہلے اپنے حصے کی زمین کو بیچنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانچ آدمیوں کے درمیان ایک
مشترکہ زمین ہے ہر ایک کا حصہ تقریباً ایک سو بیس گز بنتا ہے ان میں سے ایک حصہ دار اپنا حصہ فروخت
کرنا چاہتا ہے تو کیا مشترکہ زمین میں سے وہ اپنا حصہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے؟

بینواتو جروا۔ (مستفتی محمد ارشد)

جواب : مذکورہ صورت میں مشترکہ زمین میں سے اپنا معلوم حصہ کسی دوسرے کو فروخت کرنا جائز ہے اگرچہ تقسیم نہ ہوئی ہو، لیکن اگر فروخت کرتے وقت یہ معلوم نہ ہو کہ میرا کتنا حصہ بنتا ہے مثلاً اسی گز، یا سو گز وغیرہ، تو ایسی صورت میں یہ بیع جہالت کی وجہ سے ناجائز ہوگی۔

فی الهدایة:

ویجوز بیع احدھما نصیبہ من شریکہ فی جمیع الصور ومن غیر شریکہ بغیر اذنہ الا فی صورة الخلط والاختلاط فانہ لایجوز الا باذنه (۵۸۸/۲)

فی تنویر الابصار:

(فصح له بیع حصته ولو من غیر شریکہ بلا اذن الا فی صورة الخلط..... ۳۰۰/۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جس دودھ میں چھپکلی گری ہو، اس کا بیچنا

سوال : افرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ (۱) کہ میں ایک دودھ فروش آدمی ہوں اگر ایک من دودھ میں چھپکلی زندہ یا مردہ نکلے تو ایسا دودھ پاک ہوگا یا ناپاک؟ اور ایسا دودھ ہم کسی اور کو فروخت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) چوہا اگر ایک من دودھ میں زندہ یا مردہ نکلے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ بینواتو جروا۔ (مستفتی

حاجی دوست محمد کورنگی نمبر ۱)

جواب : (۱) مذکورہ صورت میں اگر دودھ میں سے ایسی چھپکلی نکل آئے جس میں بہنے والا خون نہیں ہے خواہ زندہ نکل آئے یا مردہ، اس سے دودھ ناپاک نہیں ہوتا اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔

ہاں اگر طبی لحاظ سے ایسا دودھ مضر اور نقصان دہ سمجھا جائے تو ایسا دودھ نہ خود استعمال کر سکتے ہیں نہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں۔ اور اگر چھپکلی ایسی ہے جس میں بہنے والا خون ہے تو وہ اگر زندہ نکلے تب بھی دودھ پاک ہی ہوگا، اور اگر مردہ نکل آئی تو دودھ ناپاک ہے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

فی شرح العنایة حاشیة فتح القدیر:

(وموت مالیس له نفس سائلة) اذ مات مالیس له دم سائل کالبق والذباب

والزنا بیر والعقرب ونحوہا فی الماء لاینجسہ..... عن سلمان أنه صلی اللہ قال فیہ ای

فی مثل هذه الحادثة فانه عليه السلام ((سئل عن اناء فيه طعام او شراب يموت فيه ما ليس له دم سائل فقال هو الحلال أكله وشربه والوضوء منه)) ولان المنجس هو اختلاط الدم المسفوح باجزائه عند الموت الخ (ص ۷۲، ج ۱)
وقال أيضاً وان ماتت فيها فأرة او عصفورة او صعوة او سودانية او سام (ابرض) حاصل هذه المسائل ان الحيوان الواقع في البئر لا يخلو من اوجه سبعة اما ان يكون فأرة او نحوها او دجاجة او نحوها او شاة او نحوها وكل منها اما ان يخرج حيا او ميتا والميت اما ان يكون منتفخا او لا فما اخرج حيا لا يخس في الفصول كلها الا الخنزير اكونه نجس العين..... وما اخرج ميتا ففي الوجه الاول وهو ما اذا كان الميت فيها فأرة او عصفورة..... وسام ابرص الكبير من الوزغ ولم ينتفخ (فزع) منها مابين عشرين دلوا الى ثلاثين بحسب كبر الدلو وصغرها (فتح القدير ص ۸۹ ج ۱)

(۲) اگر چوہا ایک من دودھ کے اندر سے زندہ نکل آئے تو ایسا دودھ مکروہ تنزیہی ہے احتیاط اس میں ہے کہ دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے اور اگر مردہ چوہا پایا گیا تو دودھ ناپاک ہے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

فی الهدایة علی صدر فتح القدير:

(وان ماتت فيها فأرة او عصفورة الى ان قال فزع منها مابين عشی بن دلوا الى ثلاثين بحسب كبر الدلو وصغرها فی القديس (قوله فزع جميع ما فيها) هذا اذامات والحاصل ان المخرج حيا ان كان نجس العين او فی بدنه نجاسة معلومة نزعحت كلها..... وان كان نجس السئور فقط او مشكوكه فان لم يدخل فاه الماء فلا بأس وان أدخله نزع الكل فی النجس..... بخلاف المكروه فانه غير مسلوب الطهوية الخ (ص ۹۲ ج ۱)
فی تنوير الابصار مع الدر:

(وسواكن بيوت) طاهر للضرورة (مكروه) تنزيها في الاصح ان وجد غيره وقال العلامة الشامي: قوله: (وسواكن بيوت) أي مماله دم سائل كالفأرة والحية والوزغة، بخلاف مالا دم له كالخنفس والصرصر والعقرب فانه لا يكره كما مر، وتماه في الامداد، قوله: (طاهر للضرورة)، بيان ذلك ان القياس في الهرة نجاسة مؤرها لانه مختلط بلعالبها المتولد من لحمها النجس، لكن سقط حكم النجاسة اتفاقا بعللة الطواف المنصورة بقوله صلى الله عليه وسلم ((انها ليست بنجاسة، انها من الطوافين عليكم والطوافات))..... يعني انها تدخل المضائق، ولازمه شدة المخالطة بحيث يتعذر صون الأواني منها، وفي معناها سواكن البيوت للعللة المذكورة، فسقط حكم النجاسة للضرورة وبقيت الكراهة لعدم تحاميتها للنجاسة.

والله اعلم و علمه اتم واحكم

بنده صلاح الدين ڈیروی

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

معیوب بیع کو واپس کرنا کیسا ہے

سوال: کیا شیشے کے ایسے پیالے بیچنا جن میں چائے ڈالنے سے وہ ٹوٹ جاتے ہیں، جائز ہے؟۔

اُن کے عیب کے بارے خریدتے وقت ہمیں بالکل ہی پتہ نہیں ہوتا، تاہم جب ہمارے گاہکوں کی طرف سے شکایت آتی ہے تب ہمیں پتہ چلتا ہے، اور پھر ہم واپس کریں تو بائع واپس لیتا بھی نہیں۔ کیا ہمارے لیے مذکورہ پیالیوں کا بیچنا جائز ہے؟ نیز کیا ہم انہیں بطور زکوٰۃ مدرسہ وغیرہ کو دے سکتے ہیں؟ (مستفتی امجد)

جواب : شیشے کے مذکورہ پیالے اگر اکثر معیوب (یعنی چائے وغیرہ ڈالنے سے ٹوٹ جاتے) ہوں تو انہیں مشتری کو اطلاع کیے بغیر آگے بیچنا آپ کے واسطے ناجائز ہے۔ کیونکہ اسمیں دھوکہ ہے۔ ایسی صورت میں گاہک کو وہ پیالے واپس کرنے کا حق حاصل ہے، تاہم اگر آپ کے اطلاع کرنے کے باوجود وہ خرید لے تو اُسے واپس کرنے کا حق حاصل نہیں۔ نیز اس صورت میں مذکورہ پیالیوں (وغیرہ) کو زکوٰۃ کے طور پر دینا بھی جائز ہے۔ دوسری صورت یہ کہ اکثر پیالے معیوب نہ ہوں بلکہ ایک آدھ ایسے (ٹوٹنے والے) نکل آئے تو کوئی حرج نہیں البتہ اس صورت میں بھی گاہک نقصان کے لئے رجوع کر سکے گا۔

اس صورت میں مذکورہ پیالوں کو زکوٰۃ کے طور پر دینا بھی درست ہے۔ واللہ اعلم۔

عن ابی ہریرۃ :

ان رسول اللہ ﷺ مر علی صبرۃ طعام فادخل یدہ فیہا، فنالت

اصابعہ بللا..... فقال من غش فلیس منا (اعلاء السنن جلد ۱۴)

لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام (شامی ج ۵ ص ۷۷)

فی التویر و شرحہ :

باع ما اشتراہ فرد المشتري الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لورد علیہ بقضاء

فی الہندیۃ :

ومن اشتری بیضا او بطیخا..... فکسرہ فوجدہ فاسدا فان لم

بالثمن کلہ..... وان کان یتنفع بہ..... یرجع بنقصان العیب . (ہدایۃ

ج ۳ ص ۷۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد شریف حسین جتوالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

پھل آنے سے پہلے باغات کی بیج کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں۔

کہ ہمارے علاقے (سوات) میں باغات پھل آنے سے پہلے بیج دیے جاتے ہیں، زیادہ تر

سیب اور آڑو کے باغات ہیں جو کہ ناجائز ہے۔ تاہم بعض مقامی علماء کرام نے اس سلسلے میں ایک جائز صورت یہ تجویز کی ہے کہ ”بیع کے وقت بائع خریدار سے یہ کہدے کہ میں یہ باغ آپ پر بیچتا ہوں زمین کے مکمل تصرف کیساتھ حالانکہ پہلے بھی زمین کا تصرف ہوتا تھا“۔ کیا مذکورہ صورت میں بیع درست ہو جائیگی؟

دوسرا یہ کہ بیع کے وقت پیشگی کے طور پر کچھ رقم خریدار بائع کو مثلاً بیس لاکھ کا باغ ہے تو پانچ لاکھ روپے پہلے دیدیے اب اگر کسی سماوی آفت کی وجہ سے پھل کم آئے یا بہت کم آئے تو مشتری اگر بائع کو باغ واپس دینا چاہے تو وہ پانچ لاکھ روپے اس کو واپس نہیں دیئے جائیں گے۔ بیع کے وقت یہ شرط لگادی جاتی ہے کہ ندامت کی صورت میں وہ واپس نہیں کی جائیگی۔ کیا ایسا کرنا درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی: محمد رفیق)

جواب : مسئلہ صورت میں چونکہ پھل آنے سے پہلے انہیں بیچا جا رہا ہے اس لئے یہ معاملہ ناجائز ہے۔

فی الدر المختار: اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقاً.

باقی رہا وہ طریقہ جو آپ کے مقامی علماء کرام نے تجویز فرمایا ہے، وہ مذکورہ معاملے کے جائز ہونے کے لئے کافی نہیں ہے، کتب فقہ میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ملا۔ اور یہ شرط لگانا کہ بائع پیشگی وصول کردہ رقم واپس نہیں کریگا، غیر معتبر ہے۔ لہذا بائع پر لازم ہے کہ وہ پیشگی وصول کردہ رقم مشتری کو واپس کر دے، معاملہ فاسد ہونے کی صورت میں۔ واللہ اعلم

فی الشامیہ:

لان استیجار الارض لا یتاتی هنا لان الاشجار باقیة علی ملک البائع و قیامها فی الارض مانع عن صحة استیجار الارض الا ان یأخذها اولا معاملة کما مر، لانها تصیر فی تصرفه او تكون الاشجار علی المسنأة فانها

حینئذ لاتمنع صحة اجارة الارض . (شامی جلد ۷ صفحہ ۸۹)

الجواب صحیح
واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

آٹے کے بدلے آٹا اُدھار لینا

سوال : ہمارے علاقے میں یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ پڑوسی ایک دوسرے کو گھریلو اشیاء، مثلاً آٹا، چینی، پتی اور گھی وغیرہ قرض دیا کرتے ہیں، جبکہ وزن وغیرہ کچھ نہیں کیا کرتے، البتہ برتن کا حساب

ضرور ہوتا ہے، تاہم برتنوں کی بھرائی میں فرق (یعنی کمی، زیادتی) کا احتمال ہوا کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار برتن کی مقدار کے حساب سے ہٹ کر محض تخمیناً مذکورہ لین دین ہوتا ہے۔ کیا شرعی اعتبار سے مذکورہ دونوں صورتیں درست ہیں؟ (مستفتی: عبدالحمید)

جواب : پڑوسیوں کا مندرجہ بالا معاملہ اگر باقاعدہ ناپ، تول کے ساتھ ہو تو درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی برتن کے ذریعے ناپ کر (اندازہ کر کے) مذکورہ اشیاء کا تبادلہ کیا جائے جس کا مقررہ وقت تک ضائع ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔ مثلاً گھر کے کسی برتن سے ناپ کر کے دیدیا اور پھر اسی برتن سے ناپ کر واپس وصول کر لیا۔ گندم، آٹا وغیرہ کا تھوڑی مقدار میں تبادلہ کرنا اگرچہ اندازے سے ہی ہو، ناپ تول اور وزن کر کے نہ ہو، جیسے اگر ایک کلو سے کم گندم، غلہ وغیرہ اٹکل سے ایک دوسرے کو دیا جائے تو بھی جائز ہے۔

فی الدر: کل قرض جر نفعاً حرام..... وفيها استقرار العين وزنا يجوز وينبغي جوازه في الخميرة بلا وزن سئل رسول الله ﷺ عن الخميرة يتعاطاها الجيران ا يكون ربا؟ فقال ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وماراه المسلمون قبيح فهو عند الله قبيح قال الشامي تحته: واحترز بالوزن عن المجازفة فلا يجوز (جلد ۷ ص ۳۹۶) وفيه: وحل بيع ذلك متماثلا لا متفاضلا وبلا معيار شرعي فان الشرع لم يقدر المعيار بالذرة وبما دون نصف صاع كحفنة بحفنتين وثلاث وخمس مالم يبلغ نصف صاع (ج ۷ ص ۴۰۷) وفي الهداية: ويجوز ببناء بعينه لا يعرف مقداره وبوزن حجر بعينه لا يعرف مقداره لان الجهالة لا تفضي الى المنازعة لمانه يتعجل فيه التسليم فيندر هلا كه قبله (ج ۳، ص ۲۲)

الجواب صحيح
والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبدالرحمن عفا الله عنه
محمد شريف حسين جتر الى عفا الله عنه

ادھار کا ایک مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کو زید نے خالد کہ حیدر آبادی چپلیں بیس ہزار روپے میں فروخت کیں اور کہا کہ ایک ماہ کے اندر رقم ادا کر دینا لیکن دس دن کے بعد زید خالد کے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھے ابھی رقم دیدیں اور میں اس رقم میں سے پانچ سو روپے آپ کے لئے چھوڑ رہا ہوں، کیا اس طرح کرنا جائز ہے؟ (مستفتی: افضال احمد، کورنگی)

جواب : دین میں بشرط تعجیل (یعنی یہ شرط لگانا کہ مجھے ابھی ادا کر دو) کمی کرنا جائز نہیں کیونکہ دائن پیشگی لینے کے واسطے رقم چھوڑ رہا ہے اور مدیون بھی اس وجہ سے رقم کم ادا کر رہا ہے کہ اس سے وقت سے

پہلے مطالبہ کیا جا رہا ہے، تو رقم اجل کا عوض ہوئی اور اجل کا معاوضہ لینا حرام ہے۔ لہذا مذکورہ صورت میں خالد کیلئے زید جو پانچ سو روپے چھوڑ رہا ہے حلال نہیں۔

فی الهدایة علی صدر فتح القدير: ولو كانت له الف مؤجلة فصالحه علی خمس مائة حالة لم یجز لان المعجل خیر من المؤجل وهو غیر مستحق بالعقد فيكون بازاء حظه عنه وذلك اعتیاض عن الاجل وهو حرام.
فی العناية الهامش علی فتح القدير:

(قوله: اعتیاض عن الاجل وهو حرام) وهذا لان الاجل صفة كالجودة والاعتیاض عن الجودة لا یجوز فكذا عن الاجل الا ترى أن الشرع حرم ربا النیة وليس فيه الا مقابلة المال بالاجل شبهة فلان يكون مقابلة المال بالاجل حقيقة حراماً أولى والاصل فيه ان الاحسان متى وجد من الطرفين يكون محمولاً علی المعاوضة كهذه المسئلة فان الدائن اسقط من حقه خمس مائة والمديون اسقط حقه فی الاجل فی الخمس المائة الباقية فيكون معاوضة بخلاف ما اذا صالح من ألف علی خمس مائة فانه يكون محمولاً علی اسقاط بعض الحق دون المعاوضة لان الاحسان لم یوجد الا من طرف رب الدين.
(فتح القدير ج ۴/ ۳۹۶)

وفی التنویر و شرحه: (أو عن ألف مؤجل علی نصفه حالا)..... والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منهما فمعاوضة،
وقال العلامة الشافعی: (قوله (حالا) لانه اعتیاض عن الاجل وهو حرام وقال ایضا (قوله) فمعاوضة) أى ویجرى فیها حکمها فان تحقق الربا أو شبهة فسدت، والاصح قال ط: بان صالح علی شئنی هو أدون من حقه قدرأ أو وصفاً أو وقتاً وان منهما: أى من الدائن والمديون بان دخل فی الصلح مالا یستحقه الدائن من وصف كالبيض بدل السود أو ماهو فی معنى الوصف كتعجيل المؤجل أو عن جنس بخلاف جنسه (ج ۵/ ۶۳۰) (وكذا فی البحر الرائق ج ۴/ ۱۵۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اناج کو اناج کے بدلے ادھار لینا؟

سوال: ہمارے علاقے میں یہ معاملہ بہت عام ہے کہ کسی کی فصل جلدی پک جاتی ہے اور کسی کی بعد میں۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جس کی فصل پہلے تیار ہوئی تو ضرورت مند لوگ اس سے اناج لیتے ہیں اس شرط کے ساتھ کہ جب ہماری فصل تیار ہوگی تو آپ کو اتنا ہی واپس کر دیں گے۔ براہ کرم مسئلے کی وضاحت فرمائیں کہ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ کہیں اس میں ربا تو نہیں؟ (مستفتی: شیر نواز چترالی)

جواب: مذکورہ معاملہ شریعت کی رو سے درست ہے، بشرطیکہ باقاعدہ وزن کر کے دیا اور لیا جائے، یعنی اُنکل سے ایسا معاملہ نہ کیا جائے، جس میں کمی بیشی کا بھی احتمال ہوتا ہے۔

اگر وزن کر کے برابر، برابر لین دین کیا جائے تو کوئی سود بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔
 وفيها استقراض العجين وزنا يجوز، وينبغي جوازه في الخميرة بلا وزن. سئل رسول
 الله ﷺ عن خميرة يتعاطاها الجيران ا يكون ربا؟ فقال "مارآه المسلمون حسنا فهو
 عند الله حسن" اه

قال الشامي تحته :

(استقراض العجين وزنا يجوز) وهو المختار مختار الفتاوى، واحترز بالوزن عن
 المجاوزة فلا يجوز بحرط (جلد ۷ ص ۳۹۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
 محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح
 عبدالرحمن عفا الله عنه

شیرز کی بیع کا حکم

سوال: ۱۔ اشاک ایکسچینج میں جو شیرز بکتے ہیں انہیں زائد قیمت پر بیچ کر منافع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر کمپنی کو فائدہ ہوگا تو وہ ہر حال میں منافع دے گی، اگر نقصان ہوگا تو منافع نہیں دے گی۔ (ولید کورنگی)

جواب: مذکورہ شیرز کو زائد قیمت پر بیچنا اور نفع حاصل کرنا جائز ہے بشرطیکہ اُس کمپنی کے اثاثے سیال (Liquid assets)، یعنی نقد رقم نہ ہوں، بلکہ فکسڈ (Fixed assets) اثاثے ہوں، یعنی کمپنی نے کوئی بلڈنگ وغیرہ بنالی ہو، یا زمین وغیرہ خریدی ہو، غرض کوئی بھی (جائز) کاروبار کھول لیا ہو۔

نیز اشاک ایکسچینج (Stock exchange) سے شیرز کی خرید و فروخت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ کمپنی کی بنیاد حلال کاروبار پر رکھی گئی ہو، یعنی سود، قمار وغیرہ کے لئے نہ بنائی گئی ہو۔ لیکن بعد میں اگر کسی درجہ میں وہ کمپنی حرام کام جیسے سود وغیرہ میں ملوث ہو (تاہم پھر بھی اُس کا اکثر لین دین حلال امور ہی پر مشتمل ہو) تو شرط یہ ہے کہ شیرز ہولڈر کمپنی کے سالانہ میٹنگ (General Meeting) میں آواز اٹھائے ”کہ ہم سود وغیرہ کے (حرام) کاروبار کو جائز نہیں سمجھتے“۔

چوتھی شرط جو دراصل تیسری شرط ہی کا ایک حصہ ہے یہ کہ ”منافع کی تقسیم کے موقع پر شیرز ہولڈر پر لازم ہے کہ وہ انکم اسٹیٹ (income state) سے معلوم کر لے کہ آمدنی کا کتنا فیصد حصہ ناجائز طور پر حاصل ہوا ہے مثلاً سودی ڈپازٹ سے حاصل ہوا ہے، تو اسی نسبت اپنے پاس حاصل

شدہ نفع سے صدقہ کر دے۔

قال الله تعالى:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ الْآيَةُ (سورة البقرة)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

محمد شريف حسين عفا الله عنه

عبد الرحمن عفا الله عنه

بیع سلم کے لئے شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ (۱) کہ زید نے خالد سے چالیس بوری چنائی بوری (۱۰۰ اکلوالی) بارہ سو روپے کے حساب سے خرید اور آپس میں یہ طے کیا کہ فصل کے موقع پر جب چنا آئے گا تو وصول کر لے گا ابھی فصل آنے میں تین ماہ باقی ہیں، فی بوری بارہ سو روپے کے حساب سے چالیس بوریوں کی قیمت زید نے خالد کو ادا کر دی، کیا اس طرح بیع سلم جائز ہے؟

(۲) اگر جائز ہے تو کیا زید بھی چنا حامد کو فی بوری پندرہ سو روپے کے حساب سے فروخت کر سکتا ہے۔ بینوا تو جروا؟ (مستفتی نعمت اللہ)

جواب: (۱) عقد سلم کے جواز کیلئے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسلم فیہ عقد کے وقت سے لیکر ادا یگی کے وقت تک بازار میں موجود رہے حتیٰ کہ اگر مسلم فیہ عقد کے وقت موجود اور ادا یگی کے وقت منقطع ہو یا اس کا برعکس ہو یا اس کے درمیان میں منقطع ہو تو بیع سلم جائز نہیں ہے۔

لہذا مذکورہ صورت اگر چنا (مسلم فیہ) تین ماہ تک بازار میں دستیاب ہو تو یہ بیع جائز ہے

ورنہ ناجائز۔

فی الہدایۃ

قال ولا يجوز السلم حتى يكون المسلم فيه موجودا من حين العقد الى حين المحل حتى لو كان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل او على العكس او منقطعا فيما بين ذلك لا يجوز

فی البحر الرائق:

قوله: (والمنقطع) أي لا يجوز السلم في الشيء المنقطع لفوت شرطه وهو ان يكون موجودا من حين العقد الى حين المحل. بكسر الحاء. مصدر رمي من الحلول حتى لو كان منقطعا عند العقد موجودا عند المحل او بالعكس او منقطعا فيما بين ذلك لم يجوز لانه غير مقدور التسليم لتوهم موت المسلم اليه فيحل الاجل وهو منقطع فيتضرر رب السلم وخذ الانقطاع ان لا يوجد في الاسواق التي تباع فيها وان كان في البيوت ولو انقطع عن ايدي الناس بعد المحل قبل ان يوفى المسلم فيه فرب السلم بالخيار ان شاء

فسخ العقد وأخذ رأس ماله و ان شاء انتظر وجودة الخ - (بحر ج ۶/۲۶۳)

(و كذا في بدائع الصنائع ج ۴/۴۲۶)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار ج ۷/۴۵۸)

(۲) عقد سلم میں قبضہ سے پہلے اس المال یا مسلم فیہ میں کوئی تصرف جائز نہیں، لہذا زید کا آگے حامد کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں قبضہ کر کے آگے فروخت کر سکتا ہے۔

فی التنبیہ و شرحہ: (ولا يجوز التصرف للمسلم اليه (في رأس المال و) لالرب السلم في (المسلم فيه قبل قبضه بنحو بيع و شركة) - (۴/۴۶۷)

فی لبحر الرائق:

(ولا يصح التصرف في رأس المال والمسلم فيه قبل القبض بشركة او تولية) لان المسلم فيه مبيع والتصرف في المبيع المنقول قبل القبض لا يجوز ورأس المال مستحق القبض في المجلس والتصرف فيه مغوت له فلم يجز في التولية تملكه بعوض، وفي الشركة تملك بعوض فلم يجز الخ - (ج ۶/۲۷۷)

(ومثله في الهداية ج ۳/۱۰۲)

(و كذا في بدائع الصنائع ج ۴/۴۵۱)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفی اللہ

قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر پر جرمانہ لینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں مسمی امان اللہ کنڈی پرانی اور نئی گاڑیوں کا کاروبار کرتا ہوں اور قسطوں پر گاڑی دیتا ہوں کچھ نقد اور کچھ قسط مقررہ تاریخ پر اگر مقررہ تاریخ سے آؤٹ ہو جائے تو پانچ سو روپے جرمانہ ہوتا ہے جس کو ہم لیٹ فیس کہتے ہیں کیا یہ فیس لینا جائز ہے؟ (مستفتی امان اللہ کنڈی)

جواب: صورت مسئلہ میں گاڑی بیچنے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر خریدار نے مقررہ وقت پر قسطیں ادا نہ کی تو اپنی قسطیں قانونی ذرائع سے وصول کر لے یا سودا کرتے وقت قسطوں کی وصولی کے لئے ضمانت طلب کرنے کی شرط لگا لے یا خریدار کی کوئی چیز اپنے پاس بطور رہن رکھوائے تاکہ خریدار اس رہن کے دباؤ کی وجہ سے وقت مقررہ پر قسط ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ لیکن بائع کو یہ حق ہرگز حاصل نہیں ہے کہ مقررہ وقت پر قسط ادا نہ کرنے کی صورت میں پانچ سو روپے جرمانہ وصول کر لے۔ اس طرح کرنا حرام و ناجائز ہے اور سود میں داخل ہے۔

فی البحر الرائق:

لان للأجل شبهة بالمبيع الاترى انه يزداد فى الثمن لأجل الأجل ، ثم قال بعد سطور : ان الاجل فى نفسه ليس بمال فلا يقابله شئى حقيقة اذا لم يشترط زيادة الثمن بمقابلته قصدا ويزاد فى الثمن لاجله اذا ذكر الاجل بمقابلة زيادة الثمن قصدا فاعتبر مالا فى المربحة احتراز عن شبهة الخيانة ولم يعتبر مالا فى حق الرجوع عملا بالحقيقة. (البحر الرائق ج ۶/۱۱۴)

فى الهداية:

باب الصلح فى الدين: ذلك اعتياض "عن الاجل وهو حرام. ۲۵۲

الايرى انه يزداد فى الثمن لاجل الاجل. (باب المربحة والتولية هدايه ج ۳/۷۸)
وقال العلامة الشافى: لان الاجل فى نفسه ليس بمال، فلا يقابله شئى حقيقة اذا لم يشترط زيادة الثمن بمقابلته قصدا، ويزاد فى الثمن لاجله اذا ذكر الاجل بمقابلة زيادة الثمن قصدا، فاعتبر مالا فى المربحة احتراز عن شبهة الخيانة: ولم يعتبر مالا فى حق الرجوع عملاً بالحقيقة. (شاميه ج ۷/۳۶۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

بنده صلاح الدين ذيروى

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

حرام اور ناجائز چیز کے بیچنے کا حکم

سوال: دوکان میں ایسی چیز بیچی جائے جس کے بیچنے کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے، یا وہ چیز حرام ہو وغیرہ، تو آدمی جب زکوٰۃ دیتا ہے کیا اس سے وہ مال بھی صاف ہو جاتا ہے؟ (محمد دین وزیر ستانی)

جواب: خدا نخواستہ کوئی ایسی چیز بیچدے جس کا بیچنا از روئے شرع ممنوع ہو تو باوجود زکوٰۃ اداء کرنے کے بھی اُس سے حاصل شدہ منافع حلال نہیں ہونگے۔ البتہ حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ تاجر حضرات سے دوران تجارت بعض جو فضول باتیں وغیرہ صادر ہوتی رہتی ہیں اُن کا کفارہ صدقہ و خیرات سے ہو جائے گا۔

وعن قيس بن أبى غرزبة قال كنا نسمى فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم السماسرة فمر بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمّانا باسم هو أحسن منه فقال "يا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة رواه أبو داود والترمذى والنسائى. مشکوة ص ۲۴۳ جلد ۱

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

ادائیگی ثمن سے پہلے مشتری کے قبضے میں بیع کا ہلاک ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زید نے خالد سے ایک گھوڑا خریدا اور کہا

میں اس کی قیمت ایک ماہ میں ادا کروں گا خالد نے بھی مان لیا اور زید گھوڑا لے گئے دس/ بارہ دن کے بعد گھوڑا کسی مرض کی وجہ سے مر گیا اب پوچھنا یہ ہے کہ مہینہ پورا ہونے کے بعد زید کو پوری قیمت ادا کرے گا یا کمی کی گنجائش ہے؟ (مستفتی سیف الرحمن)

جواب : جب زید نے گھوڑے پر قبضہ کر لیا تو بیع تام ہو گئی اب گھوڑا ہلاک ہونے کی صورت میں قیمت میں کمی نہیں ہو سکتی مہینہ پورا ہونے کے بعد زید کو پوری قیمت ادا کرنی ہوگی۔

وفی الهدایة

واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الا من عيب أو عدم رؤية وفيها ايضاً فان هلك في يده هلك بالثمن وكذا اذا دخله عيب بخلاف اذا كان الخيار للبائع - (صفحة ۳۲۰ جلد ۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الاجارات

غیر حاضری کے دنوں کی تنخواہ کا حکم

سوال : مدارس کے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ حضرات جن دنوں میں غیر حاضر ہوتے ہیں کیا ان دنوں کی اجرت کے بھی مستحق ہوتے ہیں یا نہیں؟ نیز کتنے دنوں کی غیر حاضری کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے؟

جواب : اس مسئلہ میں مدارس اور مساجد وغیرہ کے عرف پر عمل ہوگا کہ عرف میں جتنی غیر حاضریاں معاف سمجھی جاتی ہیں ان کی اجرت کا تو مستحق ہوگا زیادہ کا نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : وفي القنية من باب الامامة امام يترك الامامة لزيارة اقربائه في الرساتيق أسبوعاً ونحوه أو لمصيبة أو لاستراحة لباس به ومثله عفو في العادة والشرع . وهذا مبني على القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر يوماً بلا عذر شرعي ، لا يسقط معلومه ، وقد ذكر في الأشباه في قاعدة العادة محكمة عبارة القنية هذه وحملها على أنه يسامح اسبوعاً في كل شهر ، واعترضه بعض محشيه بان قوله في كل شهر ، ليس في عبارة القنية ما يدل عليه قلت : والأظهر ما في آخر شرح منية المصلي للحلي أن الظاهر أن المراد في كل سنة . (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۹) (مطبوعه ايج ايم سعيد)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جانوروں کی جفتی کرانے پر اجرت لینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق بعض دیہاتوں میں کچھ لوگ بیل پالتے ہیں دوسرے لوگ مادہ جفتی کے واسطے ان کے پاس لے جاتے ہیں تو وہ اس پر اجرت سو روپے لیتے ہیں اگر ان سے اس بارے میں کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کی اجرت نہیں لیتے ہیں بلکہ بیل کے لئے چارہ وغیرہ کا خرچہ لیتے ہیں کیا ان کا یہ قول درست ہے اور اس طرح کے حیلے سے یہ معاملہ درست ہوگا؟ (مستفتی ولایت خان)

جواب : اجارے کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ جس چیز سے نفع حاصل کیا جا رہا ہے وہ شخص کی ملکیت ہو اور حمل ٹھہرانا کسی کے بس اور قدرت میں نہیں ہوتا ہے اس لئے یہ اجارہ درست نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اجرت لینے کو منع فرمایا ہے۔ قول علیہ الصلوٰۃ والسلام ان من السحت عسب القیس ومهر البغی

وفی العلانیۃ لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وهو نزوہ علی الاناث لانه عمل لا یقدر علیہ وهو الاحبال۔ (در المختار ج ۹/۷۵)

وفی الہدایۃ

ولا یجوز أخذ أجرۃ عسب التیس وهو أن یواجر فحلاً لیزو علی الاناث لقوله علیہ السلام ان من السحت عسب التیس والمراد منه أخذ أجرۃ علیہ (۳۰۵/۳)

تاہم بغیر اجرت مقرر کئے ہوئے معاملہ کیا جائے تو درست ہے اسی طرح اگر پیسے بطور اجرت کے نہ ہوں بلکہ بیل کے لئے چارہ مہیا کرنے کے لئے کچھ دیا جائے تو گنجائش ہے۔

الجواب صحیح
عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

قفیز طحان کا مسئلہ

سوال : افرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے گاؤں میں ابتلاء عام ہے کہ جب پن چکی والا گندم وغیرہ پیس لیتا ہے تو اسی میں سے اپنی اجرت (ایک کلو یا دو کلو) لے لیتا ہے کبھی کلو وغیرہ کی کوئی قید نہیں لگائی جاتی بلکہ ایک مخصوص برتن ایک بار یا دو بار بھر کر لے لیتا ہے نیز غلہ پیسنے کی مشینیں بھی ہوتی ہیں جس میں پیسے کی اجرت بھی پس ہوئی چیز (گندم یا مکئی وغیرہ) ہی میں سے دی جاتی ہے البتہ بعض مشین والے نقد اجرت بھی لیتے ہیں، کیا مذکورہ معاملات شرع کی رو سے درست ہیں؟ (مستفتی محمد شفیع)

جواب : گندم کی پسائی کی اجرت آٹے سے لینا درست نہیں یہ ”قفیز الطحان“ کے قبیل میں سے

ہے یعنی جو چیز اجیر کے کسی عمل کے نتیجے میں وجود میں آئے اسی میں سے اجرت مقرر کرنا ”قفیز الطحان“ کہلاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا اس کے درست ہونے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مشین والے یا پن چکی والے کی اجرت پینے سے پہلے الگ کر دی جائے یا بلا تعین کے اس کی اجرت مقرر کر دی جائے چاہے مستأجر دوسرے گندم سے اس کو اجرت دے یا اسی میں سے دے۔ ان صورتوں میں یہ معاملہ درست رہے گا اور ”قفیز الطحان“ کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

قال فی التنبیہ و شرحہ:

(أو استأجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن به بعض دقيقه) فسدت في الكل لانت استأجره بجزء من عمله و الاصل في ذلك نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان في بيع الوفاء و لحيله أن يفرز الأجر أولاً أو يسمى قفيزاً بلا تعين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز. (رد المختار على الدر المختار ج ۹/۷)

قال العلامة زين الدين ابن نجيم: (ولو دفع عزلاً لينسجه بنصفه أو استأجره ليحمل طعامه بقفيز منه..... لم يجر) لانه في المسئلة الاولى والثانية جعل الاجرة بعض ما يخرج من عمله قيصر في معنى قفيز الطحان لان المستأجر عاجز عن تسليم الاجرة لانه بعض ما يخرج والقدرة على التسليم شرط لصحة العقد وهو لا يقدر على ذلك بنفسه وانما بقدر بغيره فلا يعد قادراً. (بحر الرائق ج ۸/۲۳)

وفي الهندية:

صورة قفيز الطحان أن يستأجر الرجل من آخر ثوراً ليطحن به الحنطة على أن يكون لصاحبها قفيز من دقيقيتها أو يسأجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقيتها وما أشبه ذلك فذلك فاسد. (ج ۴/۴۴۴)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزيز جتوئی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اپنی مزدوری کو دوسرے شخص پر بیجنا شرعاً کیسا ہے

سوال: ایک شخص کے ماتحت دس آدمی مزدوری کرتے ہیں ان میں سے ایک اپنی ملازمت (مزدوری) دوسرے شخص پر بیچ دیتا ہے اور اس سے اس کے بدلے قیمت وصول کرتا ہے اور مالک کو بتاتا ہے کہ میں نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے میری جگہ پر یہ میرا ساتھی کام کریگا۔ حالانکہ وہ اس کا بھائی نہیں ہوتا بلکہ اس پر پہلے والے شخص نے اپنی ملازمت بیچ دی ہوئی ہوتی ہے اور اس سے پیسے وصول کر چکا ہوتا ہے کیا شریعت کی روشنی میں ایسا معاملہ جائز ہے؟ (محمد ایوب جان)

جواب: مذکور معاملہ شریعت مطہرہ کی رو سے جائز ہے یعنی کسی معلوم عوض کے بدلے اپنے حق کو

کسی دوسرے کے لئے فارغ کر دینا درست ہے۔

فی شرح المجلة :

وان كان ذلك الحق قد ثبت لصاحب الحق اصاله لاعلى وجه رفع الضرر كما
لوظيفة فى وقف من امامة وخطابة و فراشة وبوابة فان صاحبها قد ثبت له ذلك
بتقرير القاضى على وجه الاصاله لاجل رفع ضرر عن صاحبه فينبغى أن يصح
الاعتياض عن تلك الوظيفة بمال ياخذ الفارغ، وهو صاحب الوظيفة بمال من
المفروغ له لأنه صلح عن حق الحاقاله بالاعتياض عن القصاص بمال..... أقول
وعلى ما ذكره من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمال ينبغى أن يجوز
الاعتياض عن حق التعلی وعن حق الشرب وعن حق المسيل بمال، لأن هذه الحقوق
لم تثبت لأصحابه لأجل دفع الضرر عنهم، بل تثبت لهم ابتداءً بحق شرعي
قال العلامة الحصكفى :

ولا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة، وعلى هذا لا يجوز
الاعتياض عن الوظائف بالأوقاف وفيها فى آخر بحث تعارض العرف مع اللغة
، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لكن افتى كثير باعتباره، وعليه فيفتى بجواز
النزول عن الوظائف بمال (جلد ۷ ص ۳۴)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

ریڈیو کی مرمت پر اجرت لینا

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو خراب ہونے کی صورت
میں اس کی مرمت کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی مراد خان ریڈیو ساز)

جواب : اگرچہ ریڈیو میں ہر قسم کے پروگرام ہوتے ہیں جس میں جائز و ناجائز پروگرام شامل ہیں
تاہم اس کو اصلاحی، معلوماتی اور تربیتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اس لئے اس کی مرمت
کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر کسی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ اس کو صرف لہو لعب کے
لئے استعمال کرے گا تو اس وقت اس کو بنانا اور اس پر اجرت لینا ناجائز ہوگا۔

فی التنبیہ و شرحہ

(لا تصحہ الاجارة لعسب التيس) (و) لا (لاجل للعاصی مثل الغناء والنوح والملاهی
ولو أخذ بلا شرط یباح) (ص ۷۵ ج ۹)

ہکذا فی فتاویٰ حقانیہ - (ص ۲۵۶ ج ۶)

وکذا فی فتاویٰ محمودیہ - (ص ۳۲۳ ج ۱۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

ریڈیو کی مرمت پر اجرت لینا

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو خراب ہونے کی صورت میں اس کی مرمت کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی مراد خان ریڈیو ساز)

جواب : اگرچہ ریڈیو میں ہر قسم کے پروگرام ہوتے ہیں جس میں جائز و ناجائز پروگرام شامل ہیں تاہم اس کو اصلاحی، معلوماتی اور تربیتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اس لئے اس کی مرمت کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اگر کسی کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ اس کو صرف لہو لعب کے لئے استعمال کرے گا تو اس وقت اس کو بنانا اور اس پر اجرت لینا ناجائز ہوگا۔

فی التنبیر و شرحہ

(لا تصحہ الاجارة لعسب التیس) (و) لا (لاجل للعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی

ولو أخذ بلا شرط یباح - (ص ۷۵ ج ۹)

ہکذا فی فتاویٰ حقانیۃ - (ص ۲۵۶ ج ۶)

و کذا فی فتاویٰ محمودیۃ - (ص ۳۲۳ ج ۱۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

اجیر خاص کا اپنی جگہ مستاجر کو مقرر کرنا

سوال : زید سرکاری ملازم تھا اس نے حکومت کو بتائے بغیر عمر کو اپنی جگہ رکھ لیا ہے اب زید کی جگہ عمر ملازمت کر رہا ہے اور تنخواہ بھی عمر ہی کو ملتی ہے۔ ایسا کرنا کیسا ہے؟ جبکہ عمر میں اس ملازمت کی صلاحیت بنسبت زید کے زیادہ ہے اگر ایسا کرنا گناہ ہے تو عمر نے جواب تک ایسی ملازمت کی ہے اور تنخواہ لی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اجیر خاص اگر اپنی جگہ اپنے سے زیادہ باصلاحیت شخص سے کام کروائے تو یہ جائز ہے لیکن حکومت کو بتائے بغیر ایسا کرنا خلاف قانون ہونے کی وجہ سے اچھا نہیں ہے۔ تاہم اگر عمر میں سپردگی گئی ذمہ داری کی صلاحیت واقعی موجود ہے تو اس کے لئے تنخواہ جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر کوئی نقصان وغیرہ ہو گیا تو حکومت کی طرف سے پوچھ زید سے ہوگی۔

وفی فتح القدیر : واذا شرط علی الصانع أن يعمل بنفسه فلیس له أن يستعمل

غیره لان المعقود علیہ العمل فی محل بعینه فیستحق عینہ کالمنفعة فی محل بعینه

واعترض علی هذا فی العناية حیث قال : وفيه تأمل لأنه ان خالفه الى خير بان استعمل من هو أصنع منه فی ذالك الفن أو سَلَمَ دابة اقوى من ذالك كان ينبغي أن يجوز .
(فتح القدیر ص ۲۱ ج ۸)

وفی الهدایة : وان اطلق له العمل فله ان يستاجرہ من يعملہ لان المستحق عمل فی ذمتہ ويمكن ايفاءه بنفسه وبلاستعانة بغيره بمنزلة ايفاء الدين . (ص ۲۹۹ ج ۳)
وفی ردالمحتار : فان أمره بعمل فعمل غيره ضمن ما تولد منه تاثر خانيه (ص ۹۷ ج ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

گندم وغیرہ پسوانے کی اجرت

سوال : ہمارے علاقہ میں جب کوئی شخص گندم یا مکئی وغیرہ پسوانے کیلئے پن چکی پر لاتا ہے تو پن چکی کا مالک اس پسوانے والے سے کچھ غلہ اجرت کے طور پر پہلے ہی لے لیتا ہے یعنی اس غلہ کو پسنے سے پہلے اس سے کچھ لے لیتا ہے کیا یہ جائز ہے؟

جواب : جائز ہے۔

وفی الدر المختار : والحيلة أن يفرز الأجر أو لا أو يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزا منه فيجوز . (ص ۷۹ ج ۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جعلی سند لے کر ملازمت کرنے کا حکم

سوال : اگر کوئی سرکاری سروس کے حصول کیلئے کسی مدرسے کی جعلی سند حاصل کرے اور اسی سند سے اس کو سروس بھی مل جائے۔ سروس ملنے کے بعد وہ اپنی ڈیوٹی بخوبی سرانجام دیتا ہو تو اس ڈیوٹی پر جو تنخواہ اسکو ملتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اب تک جتنی تنخواہیں لی ہیں اسکا کیا کرے؟

جواب : سند کی حیثیت دراصل اس بات کی شہادت ہے کہ حامل سند میں فلاں کام کی صلاحیت و اہلیت موجود ہے اور اس کو غلط طریقہ سے حاصل کرنا کوئی اچھا عمل نہیں ہے لیکن اگر کسی میں سپرد کی گئی ذمہ داری کی صلاحیت و اہلیت واقعی بخوبی موجود ہے تو تنخواہ لینا جائز ہے۔

عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الصدق يهدي الى البر وان البر يهدي الى الجنة وان الرجل انصدق حتى يكتب عند الله صديقا وان الكذب يهدي الى الفجور وان الفجور يهدي الى النار وان الرجل ليكذب

حتیٰ یکتب عند اللہ کذاباً۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۲۵)
 قال العلامة ابن نجيم الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وأما كونها فهو الايجاب والقبول
 والارتباط بينهما أما شرط جوازها فتلاثة اشياء أجر معلوم وعین معلوم وبدل معلوم
 ومحاسنها رفع الحاجة بقليل المنفعة وأما حكمها فوقع الملك في البدلين ساعة
 فساعة۔ (البحر الرائق ص ۳ ج ۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 عبد الوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
 عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الوودیعة والعارية والغصب

امانت میں تصرف کرنے کا حکم

سوال : ایک شخص نے دینی مدرسے کی حیلہ شدہ رقم حفاظت کی غرض سے کسی آدمی کے پاس رکھوائی، اُس آدمی نے اُن پیسوں سے کاروبار کیا یعنی اُنہیں استعمال کر لیا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اس نے پوری رقم مدرسے کو واپس کر دی۔ اس رقم کا استعمال مذکورہ شخص کے لئے جائز تھا؟ اب وہ اس پر بہت شرمندہ ہے کہ میں نے مدرسے کی رقم کو استعمال میں لایا۔ ارب اُن کے حق میں کیا حکم ہے، کفارہ یا کچھ اور؟ (مستفتی ابو عمر)

جواب : مذکورہ شخص نے چونکہ امانت میں ناحق تصرف کیا، یعنی اُنہیں کاروبار میں لگایا جبکہ مودع کی اجازت کے بغیر اُن کا استعمال اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ اب اُس کو چاہیے کہ اُس کاروبار میں جو منافع اُنہیں حاصل ہوئے ہیں اُنہیں صدقہ کر دے، یہ بہتر ہے ضروری نہیں ہے۔

فی شرح المجلة :

اذا باع الوديعة وضمنه صاحبها وفي الثمن فضل على ما ضمنه، لا يطيب له بل يجب عليه
 التصديق..... وهذا اذا كانت الوديعة شيئاً باع، فان كانت دراهم فاشترى بها، ينظر؛ ان
 اشترى بها بعينها ونقدها لا يطيب له الفضل ايضاً، وان اشترى بها ونقد غيرها أو اشترى
 بدراهم مطلقة ثم نقدها يطيب له الربح، وكذا لك ان اشترى بها ما كولاً ونقدها، لم
 يحل أن يا كل ذلك قبل أداء الضمان. ولو اشترى بدراهم مطلقة ثم نقدتلك الدراهم،
 حل له أن ينتفع بها (كذا في الهندية والمبسوط). (جلد ۳ ص ۲۵۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
 محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
 عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

تصرف فی الودیعة کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس کسی چیز کی

امانت رکھی جائے تو کیا امین کو اس میں تصرف کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ ایک آدمی کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں وہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور حفاظت کرنے پر اجرت لیتا ہے تو اس کا یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالکبیر)

جواب: امین کے لئے امانت کی حفاظت ضروری ہے اس لئے امانت میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ اگر اس نے تصرف کر لیا تو اس پر ضمان آئے گا۔

فی الہندیۃ

والودیعة لا تودع ولا تعار ولا تاجر ولا ترهن وان فعل شیئاً منها ضمن کذا فی البحر

الرائق - (ص ۳۳۸ ج ۴)

وفی خلاصۃ الفتاویٰ

والودیعة لا تودع ولا تعار ولا تاجر ولا ترهن وان فعل شیئاً ضمن - (ص ۲۹۱ ج ۴)

اگر امانت کی حفاظت کی شرط لگا کر اجرت مقرر کر دی جائے تو جائز ہے لیکن امانت کسی ایسے سبب سے ضائع ہو جائے جس سے بچنا ممکن تھا تو اس صورت میں امین پر ضمان آئے گا ورنہ نہیں۔

وفی شرح المجلة

کذا لک اذا اودع رجل ماله عند آخر واعطاه اجرة علی حفظه فضا ع المال بسبب

يمكن التحرز عنه كا السرقة يلزم المستودع الضمان - (ص ۲۴۳ ج ۳)

وفی خلاصۃ الفتاویٰ

وفی آخر کتاب الغصب من شرح الطحاوی المودع اذا شرط الاجر للمودع علی

حفظ الودیعة صح - (ص ۲۸۹ ج ۴)

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صلاح الدین چترالی

مستعار چیز میں نقص آنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زید نے اپنا کلہاڑا لوہار سے تیز کر کے لایا اسی اثناء میں بکرنے عاریتاً کلہاڑا زید سے لے گیا اور جب واپس کر دیا تو اس میں دندانے رے تھے اب سوال یہ ہے کہ کیا بکر پر شریعت کی رو سے جرمانہ آئے گا یا نہیں؟ (مستفتی غلام قادر)

جواب: صورت مذکورہ میں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ کلہاڑے میں جو دندانے رے ہیں وہ لکڑی پر مارنے کی وجہ سے ہے یا پتھر پر اگر لکڑی پر استعمال کرنے کی صورت میں دندانے رے ہیں تو بکر پر تاوان نہیں آئے گا بصورت دیگر تاوان آئے گا۔ اسی طرح زید نے اگر کلہاڑا دیتے ہوئے یہ قید لگائی

ہو کہ فلاں لکڑی میں استعمال کریں اور فلاں میں نہیں اور اس نے اس کے قول کے خلاف دوسری سخت لکڑی میں استعمال کی تو بھی ضامن ہوگا۔

زید نے..... کلہاڑا استعمال کرنے کے لئے وقت کی..... تحدید کی ہو اور بکر ”کلہاڑے“ کو وقت معینہ سے زیادہ اپنے پاس روک کر استعمال کی ہو اور اس میں نقص آیا ہو تب بھی ضامن ہوگا۔

فی الہندیۃ

ولو استعار من رجل سلاحاً ليقاتل به فضر به بالسيف فانقطع نصفين أو طعن بالرمح فلامن عليه وإن ضرب به حجراً فهو ضامن كذا في المبسوط. (ج ۳۶۹/۴)
قال في التيسير وشرحه: (وأن قیده) بوقت أو نوع أو بهما (ضمن بالخلاف إلى شر فقط) لا إلى مثل أو خير. (ج ۴۷۹/۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتہ الی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مستعار چیز کے ہلاک ہونے کی صورت میں ضمان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زید نے بکر سے شادی کے موقع پر پلیٹیں ڈونگے وغیرہ عاریت پر لئے۔ تقریب کے اختتام پر زید نے بتایا کہ کچھ پلیٹیں اور ڈونگے گم ہو گئے ہیں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید پر ان چیزوں کا تاوان آئے گا یا نہیں جبکہ اس نے ہلاک نہیں کئے بلکہ خود ہلاک ہو گئے ہیں۔ بینوا تر جروا؟ (مستفتی شیر زمان خان)

جواب: عاریت میں دی ہوئی چیز ”امانت“ کے حکم میں ہوتی ہے۔ اگر مستعار کی ہلاکت میں ”مستعیر“ کے کسی عمل کا کوئی دخل نہ ہو اور اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی بھی نہ کی ہو تو وہ ضامن نہ ہوگا بصورت دیگر اس پر ”شئی مستعار“ کا ضمان آئے گا۔

قال العلامة الحصكفي:

ولا تضمن بالهلاك من غير تعد قال العلامة الشامي تحت قوله هذا اذا كانت مطلقة فلو مقيدة كأن يعير يوماً فلولم يردّها بعد مضيه ضمن اذا هلكت كما في شرح المجمع وهو المختار كما في العمادية اه. قال في الشرنبلالية: سواء استعملها بعد الوقت أولاً. وذكر صاحب المحيط وشيخ الاسلام: إنما يضمن اذا انتفع بعد مضي الوقت لانه حينئذ يصير غاصباً ابو السعود. (رد)

المختار على الدر المختار ج ۴۲۶/۶

مذکورہ حکم اس وقت ہے جب ”معیر“ نے ”شئی مستعار“ کے لئے کسی وقت کی تحدید نہ کی ہو لیکن جب اس نے وقت کی تحدید کر دی ہو مثلاً (تین دن کے لئے) اور ”مستعیر“ نے تحدید وقت کا

لحاظ کئے بغیر ”مستعار“ کو وقت معینہ سے زیادہ اپنے پاس روکے رکھا تو ضامن ہوگا چاہے استعمال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفی اللہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

غصب کے اقرار کے بعد انکار کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ باری داد نامی شخص کشمیر نامی شخص کے گودام میں کام کرتا تھا۔ باری داد کی تنخواہیں موخر ہوتے ہوتے 12 ہزار روپے کشمیر نامی شخص پر قرض بن گئے۔ اتفاق سے کشمیر نامی شخص کے حسابات کا رجسٹر گم ہو گیا تو اس نے باری داد کو اس کے غائب کرنے کا ملزم ٹھہرا دیا۔ باری داد نے کسی کے سامنے (لا اُبالی پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے) رجسٹر کی موجودگی کا اقرار کر لیا جو کشمیر کو بھی پتہ چل گیا جس پر اس نے باری داد کو کہلا بھیجا کہ جب تک آپ رجسٹر مجھے نہیں دو گے اس وقت تک تمہارے 12 ہزار روپے تجھے نہیں دوں گا۔

واضح رہے کہ جامعہ دارالعلوم کراچی والوں نے باری داد کے پہلے (جھوٹے) اقرار کی بنیاد پر باری داد کے ذمہ رجسٹر کی واپسی لازم ہونے کا فتویٰ ارشاد فرمایا تھا۔ تاہم باری داد کا کہنا ہے کہ میں اپنے (پہلے) اقرار میں جھوٹا تھا اور حسابات کا رجسٹر میرے پاس بالکل ہی موجود نہیں ہے۔

براہ کرم مذکورہ مسئلے کا جواب مرحمت فرمائیں نیز یہ بھی بتائیں کہ کیا کشمیر نامی شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ باری داد کے خطیر رقم کو رجسٹر بازیاں نہ ہونے کے بل بوتے پر ہڑپ کر جائے۔؟ (مستفتی)

جواب: مذکورہ صورت مسئلے میں اگر باری داد اپنے دعویٰ (یعنی میں نے لا اُبالی پن میں مزاحاً اقرار کیا تھا) کو دو گواہوں اور قرآن سے ثابت کر لے تو معتبر ہے اور اس کے اقرار کو جھوٹ سمجھا جائے گا اور اگر گواہ نہ پیش کر سکے تو ایسی صورت میں کشمیر پر قسم آتی ہے کشمیر اگر قسم کھالے کہ باری داد اپنے اقرار میں سنجیدہ تھا نہ کہ مذاق کیا تھا تو اس کا حق ثابت ہو جائے گا اور باری داد پر حسابات رجسٹر واپس کرنا لازم ہو جائے گا چونکہ کاپی واپس کرنا ممکن نہیں ہے لہذا یہ صورت اختیار کی جائے گی کہ دو صالح تجربہ کار آدمیوں کو حکم بنائیں جو اپنے صوابدید کے مطابق کاپی کا تاوان باری داد پر لازم کر دیں گے۔

فی الدر لمختار:

اقرئتم ادعی انه کاذب فی الاقرار یحلف المقر له ان المقر لم یکن کاذباً فی اقراره

(شامی جلد ۵/۲۰۴)

وفی شرح المجله:

إذا ادعى أحد كونه كاذباً في إقراره الذي وقع يحلف المقر له على عدم كون المقر كاذباً مثلاً إذا أعطى أحد سنداً لآخر محرراً فيه أنه قد استقرضت كذا درهماً من فلان ثم قال وإن كنت أعطيت هذا السند لكنني ما أخذت المبلغ المذكور منه يحلف المقر له على عدم كون المقر كاذباً في إقراره هذا. (شرح مجله جلد ۴/۲۳۹)

سُئل:

فيما إذا ادعى زيد على عمر و بان لي يذمتك كذا من الدراهم قرضاً فقال عمرو أنك ابرأتني من القرض الزبور فادعى زيد بان الإبراء المزبور صدر بهنما على سبيل التلجنة و فترها وأقام بينة عليها فهل تقبل بينة.

(الجواب:

نعم إذا ادعى أن ماصدر بهنما مما ذكر كان بطريق التلجنة والمواضعة و فترها وأقام بينة على طبق مدعاه الشرعي ثم كما لا يجوز بيع التلجنة لا يجوز الإقرار التلجنة بان يقول لآخر أني أقر لك في العلانية كمال وتواضعا على فساد الإقرار هزل و التلجنة و ادعى الآخر أنه جد فالقول لمدعى الجد وعلى الآخر البينة من الثامن لا يصح إقراره حتى لا يملك المقر له من البدائع وإن ادعى أحدهما أن هذا الإقرار من بيوع الستار اتارخانيه و مثله في فتاوى عطاء الله أفندي من الكفالة وإحالة إلى البدائع أيضاً قال في البزارية قال لي عليك كذا أفقال صدقت يلزمه إذا لم يقله على وجه الاستهزاء، والقول لمنكر الاستهزاء بيمينه والظاهر أنه على نفى العلم لأنه على فعل الغير من حاشية البحر للخير الرملي من باب دعوى الرجلين.

(الفتاوى تنقيح الحامدية جلد ۲/۴۸)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

محمد شريف حسين

عبدالرحمن عفا الله عنه

كتاب الشهادة والقضاء

گواہی کے شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟

کہ زید نے بکر پر کسی جرم کا الزام لگایا پھر جب انہیں عدالت میں جج کے سامنے پیش کیا گیا یعنی بحیثیت گواہ۔ تو اس نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا نہیں اس کو جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے۔

اب عرض ہے کہ کیا زید جبکہ باشرع آدمی ہے اور بکر کے بارے میں یہ الزام لگا رہا ہے کیا

اس طرح گواہی کافی سمجھی جائے گی؟ (غلام رسول)

جواب : زید کی بکر کے خلاف مذکورہ گواہی شرعاً قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ گواہی میں (چند مخصوص صورتوں کے علاوہ) مشاہدۃ المشہود بہ شرط ہے۔ جو مسئلہ صورت میں نہیں پائی گئی۔
فی التویر و شرحہ:

(ہی) لغة خبر قاطع و شرعا: (اخبار صدق لاثبات حق) فتح..... (شرطها العقل الكامل)
وقت التحمل، والبصر، ومعاينة المشهود به الا فيما يثبت بالتسامع (جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد شریف حسین

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

گواہی دینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں؟ کہ زید نے بکر پر کسی جرم کا الزام لگایا، پھر جب انہیں عدالت میں پیش کیا گیا یعنی بحیثیت گواہ کے۔ تو اس نے کہا کہ میں نے لوگوں کو ایسا کہتے ہوئے سنا ہے، بکر کو مذکورہ جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے خود میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اب عرض ہے کہ کیا زید جبکہ باشرع آدمی ہے بکر کے بارے میں یہ الزام لگا رہا ہے، اس طرح کی گواہی کافی سمجھی جائیگی؟

جواب : زید کی بکر کے خلاف مذکورہ گواہی شرعاً قبول نہیں کی جائیگی۔ اس لیے کہ گواہی میں (چند مخصوص صورتوں کے علاوہ) مشاہدۃ المشہود بہ شرط ہے۔ جو کہ مسئلہ صورت میں نہیں پائی گئی۔
فی التویر و شرحہ:

ہی لغة خبر قاطع و شرعا: اخبار صدق لاثبات حق. فتح.... شرطها العقل الكامل وقت التحمل، والبصر ومعاينة المشهود به الا فيما يثبت بالتسامع (جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

محمد شریف حسین جتہ الی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

راستے میں پان سگریٹ کھانے پینے سے مردود شہادت نہیں ہوتا

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ بعض لوگ راہ چلتے سگریٹ پان وغیرہ کھاتے پیتے رہتے ہیں شریعت کی رو سے اس طرح کھانے پینے سے آدمی مردود الشہادۃ تو نہیں ہوتا؟ وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی سلمان)

جواب : ایسی چیزیں جن کو راہ چلتے کھانے اور پینے میں اگر عرف میں معیوب نہ سمجھا جاتا ہو تو اس طرح کے کھانے پینے سے آدمی مردود الشہادت نہیں ہوتا۔

پان اور سگریٹ بھی ان چیزوں میں سے ہیں جن کا عام استعمال راہ چلتے کیا جاتا ہے اور عرف میں اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے۔ لہذا ان کے اس طرح استعمال سے آدمی مردود الشہادۃ نہیں ہوگا۔

وفی الشامیہ:

أما اذا شرب الماء أو اكل الفواكه على الطريق لا يقدح في عدالته لان الناس لا يستقبح ذلك. (رد المحتار ج ۸/۲۰۴ کتاب الشہادات)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز فیض بادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کیا غیر عالم با اثر شخص کو شرعاً ثالث مقرر کرنا جائز ہے؟

سوال : بعض لوگ آپس کے تنازعات کو ختم کرنے کے لئے ایسے شخص کو ثالث مقرر کرتے ہیں جو ایک عالم دین کی طرح دینی امور سے واقف نہیں ہوتا، اگرچہ صوم و صلوٰۃ کا پابند ہوتا ہے، لیکن با اثر شخصیت ہونے کی بناء پر اس کو ثالث مقرر کیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ (مستفتی عبدالرزاق)

جواب : مذکورہ شخص کو ثالث مقرر کرنا شرعاً جائز ہے۔

لیکن ثالث کو چاہئے کہ وہ اپنی رائے پر فیصلہ کرنے کے بجائے شرعی قوانین کو مد نظر رکھتے ہوئے علماء کرام سے مشورہ لیکر فیصلہ کرے۔

فی الہدایۃ:

وأذا حکم رجلان رجلاً فحکم بینہما ورضیا بحکمہ جاز لأن لہما ولایۃ علیٰ انفسہما فصح تحکیمہما وینفذ حکمہ علیہما الی ان قال والفاسق اذا حکم یجب أن یجوز عندنا کما مر فی المولیٰ ہکذا فی الحاشیۃ

قولہ کما مر فی اول ادب القاضی من ان ان الفاسق لا ینبغی أن یقلد القضاء ولو قلد

جاز (جلد ۳ ص ۱۵۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب القصاص والحدود والتعزیرات

آدمی کے اپنے اصول یا فروع کے قتل پر قصاص کا حکم

سوال : اگر کوئی شخص اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کر دے تو کیا اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا؟ اور اگر والدین میں سے کوئی اپنی اولاد کو قتل کر دے تو انکے بارے میں کیا حکم ہے کیا ان سے بھی قصاص لیا جائے گا؟

جواب : اولاد اگر والدین میں سے کسی کو قتل کر دے تو اسے قصاص قتل کیا جائے گا لیکن والدین میں سے کسی نے اگر اپنی اولاد کو قتل کر دیا تو اسکو قصاص قتل نہیں کیا جائے گا۔

(والفرع بأصله وان علا لابعكسه) خلافاً للمالك فيما اذا ذبح ابنه ذبحاً أي لا يقتص الأصول وان علوا مطلقاً ولو انا ثامن قبل الأم في نفس أو أطراف بفروعهم وان سفلوا لقوله عليه الصلوة والسلام 'لا يقاد الوالد بولده' (الدر المختار ج ۶ ص ۵۳۴) ويقتل الولد بالوالد والددة والجد وان علا والجددة وان علت من قبل الآباء أو الأمهات كذا في فتاوى قاضیخان . ولا يقتل الرجل بابنه والجد من قبل الرجال والنساء وان علا في هذا بمنزلة الأب وكذا الوالدة والجددة من قبل الأب والأم قربت أو بعدت ، كذا في الكافي ، (عالمگیری ج ۶ ص ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مرتدہ عورت کے قتل کا حکم

سوال : کیا کوئی عورت اگر (نعوذ باللہ) مرتدہ ہو جائے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟

جواب : عورت اگر (نعوذ باللہ) مرتدہ ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قید کیا جائے گا اور مارا جائے گا۔

قال في شرح التنوير : (و اعلم أن كل مسلم ارتد فانه يقتل ان لم يتب الا جماعة (المرأة والحنثي ، ومن اسلامه تبعا ، والصبي اذا اسلم ، والمكره على الاسلام ، ومن ثبت اسلامه بشهادة رجلين ثم رجعا) وفي الشامية : (قوله المرأة) يستثنى منها المرتدة بالسحر كما مر وهو الأصح كما في البحر . (شامی ج ۴ ص ۲۴۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کسی کے کہنے پر قتل کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے متعلق کہ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس بندوق سے مجھے مارو اس نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے گولی چلائی اور وہ مر گیا۔ کیا اب اس شخص کو شرعاً قصاصاً قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ (مستفتی سید احمد)

جواب : صورت مذکورہ میں قاتل شخص (جس نے دوسرے کے حکم سے گولی چلائی) ہے پر شرعاً قصاص نہیں البتہ اس پر دیت آئے گی جو اس کے مال سے ادا کی جائے گی اور قتل کرنے والا شخص سخت گناہ گار بھی ہوگا اس پر توبہ اور استغفار لازم ہے۔

فی التنویر و شرحہ :

ولو قال اقتلنی فقتله بسيف فلا قصاص و تجب الدية في ماله في الصحيح، لان الاباحة لانجرى في النفس وسقط القود لشبهة الاذن، وكذا لو قال اقتل اخي أو ابني أو أبي فتلزم الدية استحساناً كما في البرازية عن الكفاية. (الدر المختار جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتواری فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کو حالت زنا میں دیکھ کر قتل کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟
کہ اگر ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ عین حالت زنا میں کسی کو دیکھ لے تو شوہر کے لیے قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو دونوں کا یا کسی ایک کا؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔ محمد حلیم بٹگرامی

جواب : اگر بیوی زنا پر راضی تھی تو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے ورنہ صرف زانی کا قتل کرنا جائز ہے۔ اور اس کا خون معاف ہے قصاص لازم نہیں ہوگا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ عین حالت زنا میں دیکھ لے اگر ابھی زنا میں مبتلا نہیں ہوئے تو ان کو ڈرا کر روکا جائے اگر باز نہ آئے تو ان کا قتل جائز ہے عند اللہ مأخوذ نہیں ہوگا۔

وفي الدر المختار "دخل رجل بيته فرأى رجلاً مع امرأته او جاريتہ فقتله حل له ذالك ولا قصاص عليه" وفي الشامية "حل له قيده في الخانية بما اذا كان محصناً وبما اذا صاح فلم يمتنع عن الزنا وفي القيد الاول كلاء فقد رده ابن وهبان بأن ذالك ليس من الحد بل من الامر بالمعروف والنهي عن المنكر قال في النهر وهو حسن فان هذا

المنکر حیث تعین القتل طریقاً فی ازالته فلا معنی لاشتراط الا حصان فیہ ولذا اطلقہ
البنزازی ۵۱“ (ص/ ۵۶۰ ج ۶ ایچ. ایم سعید کمپنی) وفی موضع آخر لو رأی فی منزله
رجلاً معه اہله او جاره یفجر خاف ان اخذہ یقہرہ فهو فی سعة من قتله ولو كانت
مطاوعة له فقتلہما فهذا صریح فی ان الفرق من حیث رؤية الزنا وعدمہا تأمل
“ (ص/ ۶۳ ج ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حد کے نفاذ سے قبل توبہ

سوال : ایک آدمی پر قاضی نے حد نافذ کرنے کا فیصلہ سنایا ہے اب حد لگنے سے پہلے پہلے وہ آدمی
سچی توبہ کر دیتا ہے تو کیا اسکی حد ساقط ہو جائے گی؟
جواب : جب قاضی کے پاس حد ثابت ہوگئی اور قاضی نے حد نافذ کرنے کا فیصلہ سنایا تو اب
دنیا میں حد ساقط نہیں ہو سکتی اگر سچی توبہ کر لی ہے تو امید ہے کہ آخرت میں اس سے دوبارہ مواخذہ
نہیں ہوگا۔

قال فی شرح التنویر : وأجمعوا أنها لا تسقط الحد فی الدنيا . وفی الشامیة : (قوله
وأجمعوا النسخ) الظاهر ان المراد أنها لا تسقط الحد الثابت عند الحاكم بعد الرفع
الیہ ، اما قبله فیسقط الحد بالتوبة حتی فی قطاع الطريق سواء كان قبل جنایتهم علی
نفس أو عضو أو مال أو كان بعد شئ من ذلك کما سیأتی فی بابہ صرح فی البحر هنا
خلافاً لمافی النهر ، نعم یبقی علیهم حق العبدین القصاص ان قتلوا والضمان ان
أخذوا المال ، وقول البحر : والقطع ان اخذوا المال سبق قلم ، وصوابه والضمان .
والحاصل أن بقاء حق العبد لا ینافی سقوط الحد ، وكأنه فی النهر توهم أن الباقي
هو الحد و ليس كذلك فافهم ، وفی البحر عن الظہیریة : رجل أتى بفاحشة ثم تاب
وأناب الی اللہ تعالیٰ فانه لا یعلم القاضی بفاحشة لاقامة الحد علیہ لأن الستر مندوب
الیہ . هـ وفی شرح الاشباہ للبیری عن الجوهر : رجل شرب الخمر وزنی ثم تاب ولم
یحد فی الدنيا هل یحد له فی الآخرة ؟ قال الحدود حقوق اللہ تعالیٰ الا أنه تعلق بها حق
الناس وهو الانزجار ، فاذا تاب توبة نصوحاً أرجو أن لا یحد فی الآخرة فانه لا یكون
اکثر من الکفر والردة وانه یزول بالاسلام والتوبة . (شامی ج ۴ ص ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مالی جرمانے کا حکم

سوال : کیا مالی جرمانہ کرنا جائز ہے؟ مثلاً استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ اگر تم نے نماز نہ پڑھی یا سبق

نہ یاد کیا یا اور کوئی شرارت کی تو ۵۰ روپے جرمانہ اداء کرنا ہوگا۔ اگر جائز ہے تو اس رقم کا مصرف کیا ہوگا؟

جواب : جرمانہ مالی شرعاً درست نہیں۔ اگر زجر و تنبیہ کے واسطے جرمانہ لیا ہے تو بعد میں واپس کر دے کسی اور مصرف میں اس رقم کو خرچ کرنا جائز نہیں ہاں اگر مجرم اپنی خوشی سے بلا جبر و اکراہ اس رقم کو کسی مصرف میں صرف کر دے تو جائز ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اسے علم ہو کہ وہ اس رقم کا مالک ہے اور اسے اختیار ہے چاہے خود رکھے چاہے کسی مصرف میں صرف کر دے۔

قال فی شرح التنویر : (لا بأخذ مال فی المذهب) بحر : وفيه عن البزازية :
وقيل يجوز ، ومعناه أن يمسه مدة لينزجر ثم يعيده له ، فان أيس من توبته صرفه الى
ما يرى . وفي المجتبى أنه كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ . قال في الشامية : (قوله لا
بأخذ مال في المذهب) قال في الفتح : وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان
بأخذ المال وعندهما وباقي الاثمة لا يجوز . ومثله في المعراج ، وظاهره أن ذلك
رواية ضعيفة عن أبي يوسف ، قال في الشرنبلالية : ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط
الظلمة على أخذ مال الناس فياكلونه . ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان (قوله
وفيه الخ) أي في البحر ، حيث قال : وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على
القول به امسك شئ من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه ، لأن يأخذه
الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة ، اذ لا يجوز من المسلمين أخذ مال
أحد بغير سبب شرعي . وفي المجتبى لم يذكر كيفية الأخذ وأرى أن يأخذها فيممسكها
، فان أيس من توبته يصرفها الى ما يرى . وفي شرح الآثار التعزير بالمال كان في ابتداء
الاسلام ثم نسخ . هـ (رد المحتار ج ۴ ص ۶۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

كتاب الصيد والذبائح والاضحية والعقيقة

بارود کے ذریعہ شکار کردہ مچھلیوں کا حکم

سوال : ہمارے علاقے میں عموماً لوگ مچھلیوں کے شکار کیلئے دریا میں بارود استعمال کرتے ہیں جسکی وجہ سے کافی ساری مچھلیاں دھماکے کے سبب بے ہوش ہو کر دریا کے اوپر آ جاتی ہیں جو کہ الٹی ہوئی ہوتی ہیں پھر ایک شکاری کتا ان کو پکڑ کر نکالتا ہے یا آدمی خود جا کر نکالتا ہے۔ کیا شکار کا یہ طریقہ شرعاً درست ہے واضح رہے کہ دھماکے سے مچھلیاں چند لمحوں کے لئے بے ہوش ہوتی ہیں نیز بارود کے قریب مچھلیاں مر بھی جاتی ہیں۔

جواب : مذکورہ طریقے سے شکار کی ہوئی مچھلیاں حلال ہیں کیونکہ ایک آفت کے سبب ان کی موت

واقع ہوئی ہے۔

قال فی التنبیر و شرحہ: (ولا) يحل (حيوان مائي الا السمك) الذي مات بافة ولو متولداً في ماء نجس ولو طافية مجروحة وهبانية (غير الطافي) على وجه الماء الذي مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق، فلو ظهره من فوق فليس بطاف فيوكل كما يوكل ما في بطن الطافي، ومات بحر الماء او برده و بربطه فيه او القاء شيء فموته بافة وهبانية.

قال اعلامة ابن عابدين: تحت قوله (ومات بحر الماء او برده) وهو قول عامة المشايخ وهو اظهر و ارفق، تنجيس وبه يفتى. شرنبلالية عن منية المفتي. (رد المحتار على الدر المختار جلد ۹ صفحہ ۴۴۴)

و فی الہندیہ: ومات من حرارة الماء او برودته او كدورته ففيله روايتان روى عن ابي حنيفة و ابي يوسف رحمهما الله تعالى لا يوكل. لان السمك لا يموت ليب برودة الماء و حرارته غالباً فيكون ميتاً بغير آفة ظاهراً فلا يحل كالطافي و روى عن محمد رحمه الله تعالى يوكل لانه مات بافة لانه قديموت بسبب برودة الماء و كدورته فيحال بالموت عليه - و بهذا ارفق بالناس - كذا في محيط السرخسي و عليه الفتوى. كذا في جواهر الا خلاطى - هندیہ جلد ۵، ص ۳۴۹

الجواب صحيح
والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبدالرحمن عفى الله
محمد عزيز جتري فيض آبادی

غلیل یا بندوق سے شکار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلیل یا بندوق سے شکار کرتے ہوئے کبھی کبھار پرندے کا سر گردن سمیت اڑ جاتا ہے اس صورت میں جانور کے کسی دوسرے عضو کو ذبح کرنے سے حلال ہوگا یا نہیں؟ جبکہ ہمارے علاقے میں یہ بات مشہور ہے کہ پرندے کی دائیں ٹانگ یا پر میں ذبح کرنے سے وہ حلال ہو جائے گا یہ بات کہاں تک درست ہے؟ (مستفتی عزیز الرحمن)

جواب: چونکہ پرندے کا سر گردن سمیت اڑ جانے کی بناء پر محل ذبح باقی نہیں رہتا اس لئے کسی دوسرے عضو کو ذبح کرنے سے وہ حلال نہ ہوگا لہذا مذکورہ رواج (دائیں ٹانگ یا پر میں ذبح کرنے کا) درست نہیں ہے۔

فی الہندیہ

شاة قطع الذنب أو داجها وهي حية لا تذكى لفوات محل الذبح كذا في الوجيز
لکوردی - (ص ۲۹۱ جلد ۵)

وفیہا أيضاً

سنور قطع رأس دجاجة فانه لا يحل بالذبح وان كان يتحرك كذا في الملتقط -

(ص ۲۸۷ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالیالجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

پرنڈے اگر جال (دام) میں مرے ہوئے ملے تو حلال نہیں

سوال : ہمارے علاقے میں لوگ جال بچھاتے ہیں یعنی دام رکھتے ہیں پرندوں وغیرہ کو پکڑنے کے لئے بسا اوقات دام رکھ کر کافی دیر سے ہم جا کر دیکھتے ہیں تو پرندہ مرا ہوا ملتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں یہ حلال ہوگا؟ حالانکہ ہم دام رکھتے وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ حلال ہے۔ جواب حوالہ کیساتھ مطلوب ہے۔ اللہ آپکو جزائے خیر دے۔

جواب : ایسی صورت میں حلال نہیں ہے بلکہ مردار ہے تاہم اگر زندہ مل جائے تو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے اس سے حلال ہو جائے گا۔ بسم اللہ اسی وقت یعنی ذبح کے وقت کی معتبر ہے نہ کہ دام رکھنے کی وقت کی۔

وفی الدر المختار : وضع منجلا فی الصحراء لیصید به حمار وحشی وسمی علیہ فجاء فی اليوم الثانی ، قید اتفاقا اذ لو وجدہ میتا من ساعتہ لم یحل (ووجد الحمار مجروحاً میتاً لم یؤکل) لأن الشرط أن یذبحہ انسان او یجرحہ والا فہو کالطیحة . (شامی ص ۷۴۹ ج ۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہالجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غیر مملوکہ زمین کو محبوس کر کے شکار سے منع کرنا

سوال : ہمارے علاقے کے بعض لوگ دریاؤں کے کنارے جو غیر قابل انتفاع ریتلی زمیں ہوتی ہے اسمیں مرغابیوں اور بطخوں کے شکار کے لیے تالاب بناتے ہیں، جسمیں کافی حد تک خرچہ بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ پھر دوسروں کو اس میں شکار کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا دوسروں کو اسمیں شکار کرنے سے روکنا درست ہے؟ کیا مذکورہ شکار گاہ (تالاب) بنانے والوں کی ملکیت میں آجاتا ہے؟

جواب : مسئلہ صورت کے مطابق دریا کے کنارے پر واقع زمیں میں جو تالاب بنانے کا ذکر ہے، چونکہ وہ زمین غیر قابل انتفاع ہے اور علاقے کے لوگوں کے مفادات بھی اس سے وابستہ نہیں ہیں، تو ایسی زمیں پر تالاب بنانا ایسا ہے جیسا کہ کوئی پرندے وغیرہ شکار کرنے کے واسطے جال یا پھندا وغیرہ

بچھا دے، جسے اسکی ملکیت اور قبضہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی تالاب بنانے والے کی عرف و شرع کی رو سے ملکیت سمجھی جاتی ہے، قلیل مدت تک کیلئے۔

فی الدر المختار: واعلم ان اسباب الملك ثلاثة..... وهو الاستيلاء حقيقة
..... او حكماً بالتهينة كنصب شبكة لصيد (قال الشامي تحته) الاستيلاء الحكمي
بإستعمال ما هو موضع للاصطياد حتى ان من نصب شبكة فتعقل بها صيد ملكه قصد
بها الاصطياد او لا (شامي جلد ۱۰ ص ۴۷)

قال في الهندية: ارض غرقت وصارت بحراً ثم نصب الماء عنها او خربت لوجه آخر
ثم جاء انسان وعمرها قیل هی للمالك القديم وقيل لمن احياها كذا في القنية
(هندية ج ۵ ص ۳۸۷)

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين جترالى عفا الله عنه

احکام ذبیحہ

- سوال:** جناب مفتی صاحب: میں ایک قضائی آدمی ہوں براہ کرم مندرجہ ذیل مسائل کا صحیح جواب دیں!
- (۱) جانور ذبح کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟
 - (۲) حلال جانور کے اندر کتنی چیزیں حرام ہیں اور وہ کیا ہیں؟
 - (۳) ذبح کرتے وقت اگر گردن بھی کٹ جائے تو ایسے جانور کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی سائل محمد نعیم)

جواب: (۱) جانور ذبح کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹا کر تیز چھری دائیں ہاتھ میں لے کر قبلہ رخ ہو کر ”بسم اللہ اللہ اکبر“ کہہ کر گلے پر چلائی جائے یہاں تک کہ گلے کی چار رگیں کٹ جائیں، ایک نرخرہ جس سے جانور سانس لیتا ہے، دوسری نالی جس سے دانہ پانی جاتا ہے، اور دوشہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں، اگر ان چار رگوں میں سے تین کٹ جائیں تو بھی ذبح درست ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔

البتہ اگر دو ہی رگیں کٹیں تو جانور مردار ہوگا اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔

فی الهدایة:

والعروق التي تقطع في الذكاة اربعة الحلقوم المرئ والودجان لقوله عليه السلام ”افر
الاداج بما شئت“ وهي اسم جمع واقله الثلث فيتناول المرئ وهو حجة على

الشافعی فی الاکتفاء بالحلقوم المرئ الا انه لا يمكن قطع هذه الثلثة الا بقطع الحلقوم
فیثبت قطع الحلقوم باقتضائه. الى أن قال ويستحب ان يحد الذابح شفرته لقوله عليه
السلام ان الله كتب الاحسان على كل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذا ذبحتم
فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته. (هدایہ ج ۴ ص ۴۳۶)

وفی الدر المختار:

(و) ذکاة (الاختیار ذبح بین الحلق والنبه)..... (وعروقه الحلقوم) کله وسطه او اعلاه
او اسفله وهو مجرى النفس على الصحيح (والمري) هو مجرى الطعام والشراب
(والودجان) مجرى الدم (وحل) المذبح (بقطع ای ثلاث منها) اذ لاكثر حکم الكل.
وقال أيضا (ونذب احدا شفرته قبل الاضجاع) الى ان قال (و) کره کل تعذيب بلا
فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد) ای تسکن عن الاضطراب وهو تفسیر
باللازم (و) کره (ترك التوجه الى القبلة) لمخالفته السنة.

(در مختار ج ۹ ص ۴۴۴ مطبوعه امدادیہ ملتان)

و کذا فی الہندیہ ج ۵ ص ۲۸۷ مطبوعه رشیدیہ کوئٹہ

(وہکذا فی فتاویٰ الولوالجیہ ج ۳ ص ۷۰ مطبوعه فاروقیہ پشاور)

(۲) حلال جانور کے اندر سات چیزیں حرام ہیں:

- | | |
|-------------|-----------------------------|
| (۱) بہت خون | (۲) مذکر جانور کی پیشاب گاہ |
| (۳) کیورے | (۴) مونث جانور کی پیشاب گاہ |
| (۵) غدود | (۶) مثانہ |
| | (۷) پتہ۔ |

فی البدائع الضائع:

فصل: واما بیان ما یحرم اكله من اجزاء الحيوان المأكول فالذى یحرم منه سبعة: الدم
المسفوح والذكر والانثى والقبل والغدة والمثانة والمرارة..... (بدائع الصنائع ج ۴
ص ۱۹۰)

(۳) ذبح کرتے وقت جانور کا سر اگر تن سے جدا ہو جائے تو اس سے ذبح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس
کا گوشت حلال اور کھانے کے قابل ہے۔

تاہم جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر کا ثنا غیر ضروری عذاب دینے کی وجہ مکروہ ہے۔

فی الہدایہ:

ومن بلغ بالسکین التحاع او قطع الرأس کره له ذلك وتوکل ذبیحته. (هدایہ ج ۴ ص
۴۳۷)

وفی الدر المختار:

(و) کره کل تعذيب بلا فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل ان تبرد) ای تسکن عن
الاضطراب وهو تفسیر باللازم کما لا یخفی. (در مختار ج ۹ ص ۴۲۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عورت کے ذبیحہ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ اگر عورت کسی جانور کو ذبح کرے تو خود اس عورت کے لئے اس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے لیکن دوسرے لوگوں کو اس گوشت کا کھانا درست نہیں اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ رواج درست ہے یا نہیں؟ اور عورت کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا نہیں اگر حلال ہے تو کیا خود اس عورت کے لئے ہے یا سب لوگوں کے لئے بھی؟ اگر حلال نہیں تو کیوں؟ (مستفتی رحمت ولی)

جواب : علاقے کا یہ رواج درست نہیں ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور عورت کا ذبح کیا ہوا جانور خود اس عورت کے لئے بھی حلال ہے اور عام لوگوں (مردوں، عورتوں، بچوں) سب کے لئے حلال ہے البتہ اس عورت کو ذبح کرنے کے طریقے سے واقف ہونا چاہیے۔

وفی الہندیۃ

المرأة المسلمة والکتابیۃ فی الذبح کالرجل - (صفحہ ۲۸۶ جلد ۵)

وفی الہدایۃ

ویحل اذا کان یعقل التسمیۃ والذبحۃ یضبط وان کان صبیاً او مجنوناً او امراً - (صفحہ ۴۳۳ جلد ۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

رات کو جانور ذبح کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ رات کو جانور ذبح کرنا کیسا ہے ہمارے مسجد کے ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ”درست نہیں“ رات کے وقت ذبح کرنا ظلم ہے آپ وضاحت فرمائیں؟ (مستفتی ثار احمد)

جواب : جانور دن کو ذبح کیا جائے یا رات کو اس میں کوئی مضائقہ نہیں جائز ہے البتہ دن کو ذبح کرنا مستحب ہے اسی طرح تیز دھار والا آلہ استعمال کرنا بھی مستحب ہے جس میں جانور کو کم سے کم تکلیف ہو۔

فی الہندیۃ

المستحب أن یکون الذبح بالنهار ویستحب فی الذبح حالة الاختیار أن یکون ذالک بالۃ حادة من الحديد کالسکین والسیف ونحو ذالک. (ج ۱/ ۲۸۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قریب المرگ جانور میں زندگی کی علامات

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ایک بیمار گائے جب مرنے لگی تو اس کو ذبح کیا گیا، وقت ذبح اس نے کوئی حرکت نہ کی اور نہ ہی خون نکلا البتہ اس کے جسم کے بال کھڑے ہو گئے تھے۔ شریعت کی رو سے بتائیں کہ کیا ایسا ذبیحہ حلال تصور کیا جائے گا؟

جواب : اگر کوئی جانور وقت ذبح حرکت نہ کرے اور خون بھی نہ نکلے تو دیکھا جائے گا کہ منہ کھلا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر منہ کھلا ہوا ہو تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر بند ہو تو کھایا جائے گا، آنکھ اگر کھلی ہوئی ہو تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر بند ہو تو کھایا جائے گا، پاؤں اگر پھیلے ہوئے ہوں تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر سمیٹے ہوئے ہوں تو کھایا جائے گا، اسی طرح جسم کے بال اگر چپکے رہے تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر کھڑے رہے تو کھایا جائے گا، کیونکہ حیوان موت کے بعد ڈھیلا پڑ جاتا ہے تو آنکھ کا کھلنا، ٹانگوں کا پھیلنا اور بالوں کا بیٹھ جانا موت کی علامات ہیں اور اس کے مقابل جو علامات ہیں وہ زندہ کے ہیں اور اسکی حیات پر دال ہیں۔

فی الدر المختار: (ذبح شاة لم تد ر حياتها وقت الذبح) ولم تتحرك ولم يخرج الدم (وان فتحت فاهها لا توكل وان ضمته اكلت وان فتحت عينها لا توكل وان ضمتها اكلت وان مدت رجلها لا توكل وان قبضتها اكلت وان نام شعرها لا توكل وان قام اكلت) لان الحيوان يسترخي بالموت ففتح فم وعين ومد رجل ونوم شعر علامات الموت لانها استرخاء ومقابلها تختص بالحى فدل على حياته وهذا كله اذا لم تعلم الحياة (وان علمت حياتها) وان قلت (وقت الذبح اكلت مطلقاً) بكل حال زيلعى وان قلت (وقت الذبح اكلت مطلقاً) بكل حال.

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ذبح کرتے وقت جانور کا سر الگ کرنے کا حکم

سوال : بعض لوگ جانور کو ذبح کرنے کے فوراً بعد اس کا سر جدا کر دیتے ہیں ایسے ذبیحہ کے بارے میں کیا حکم ہے کیا یہ حلال ہوگا؟

جواب : ٹھنڈا ہونے سے قبل مذبوح جانور کا سر علیحدہ کرنا مکروہ ہے، مگر ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔

وفی الدر المختار: (و) کرہ کل تعذیب بلا فائدة مثل (قطع الرأس و السلخ قبل أن تبرد) أى تسکن عن الاضطراب وهو تفسیر باللازم کمالا یحفی..... الخ

وفی الشامیة : (قوله وكره الخ) هذا هو الاصل الجامع فی افادة معنى الكراهة عناية
(قوله أى تسكن عن الاضطراب) كذا فسرہ فی الهدایة (قوله وهو تفسیر باللازم) لأنه
يلزم من برودتها سكوتها بلا عكس الخ .. (الدر المختار ج ۶ ص ۲۹۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

جانوروں کو خصى کرنے کا حکم

سوال : کیا جانوروں کو خصى کرنا جائز ہے؟

جواب : جانوروں کو منفعت کی غرض سے خصى کرنا جائز ہے بلا غرض خصى کرنا جائز نہیں۔

قال فی شرح التنویر :

قال فی شرح التنویر (و) جاز (خصاء البهائم) حتى الهرة ، وأما خصاء الآدمی فحرام
قیل والفرس وقیده بالمنفعة والافحرام . و فی الشامیة : (قوله و جاز خصاء البهائم)
عبر فی الهدایة بالاختصاص ، والصواب ما هنا كما فی النهاية وهو نزع الخصیة ، ویقال :
خصی و مخصی (قوله قیل والفرس) ذکر شمس الأئمة الحلوانی أنه لا بأس به عند
أصحابنا ، و ذکر شیخ الاسلام أنه حرام . ط ، (قوله وقیده) أى جواز خصاء البهائم
بالمصلحة وهی ارادة سمنها أو منعها عن العض بخلاف بنی آدم فانه یراد به المعاصی
فیحرم أفاده الاتقانی عن الطحاوی . (رد المختار ج ۶ ص ۳۸۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قربانی کا مسئلہ

سوال : ایک آدمی قربانی سے چند روز قبل قربانی کیلئے کوئی جانور مثلاً گائے یا بکری وغیرہ خرید کر لایا
تو کیا یہ آدمی قربانی سے قبل اس جانور کا دودھ اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اگر نہیں لاسکتا تو اس دودھ
کا کیا کرے؟

جواب : اگر قربانی کیلئے گائے، بکری وغیرہ خریدی ہے تو قربانی سے قبل اس کا دودھ نکالنا اور اس
سے انتفاع کرنا مکروہ ہے۔ اگر جانور کے تھنوں میں دودھ اتر آیا ہے تو اس کو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے
مارے اگر خشک ہو جائے تو فبھا ورنہ نکال کر صدقہ کر دے خود استعمال نہ کرے۔ واضح رہے دودھ سے
جانور کو تکلیف ہو تو نکالا جائے ورنہ نہیں۔

ولو اشتري شاة للأضحية بكرة أن يحلبها أو يهز صوفها فينتفخ : لأنه عريها للقربة

فلایحل له الانتفاع بجزء من اجزائها قبل اقامة القرية بها كمالاته يحل له الانتفاع بلحمها اذا ذبحها قبل وقتها ومن المشايخ من قال هذا في الشاة المنذور بها بعينها من المعسر والموسر وفي الشاة المشتراة للأضحية من المعسر، فاما المشتراة من الموسر للأضحية فلا بأس ان يحلبها ويجز صوفها كذا في البدائع. والصحيح أن الموسر والمعسر في حلبها وجز صوفها سواء هكذا في الغياثية. ولو حلب اللبن من الأضحية قبل الذبح أو جز صوفها يتصدق به ولا ينتفع به كذا في الظهيرية. واذا ذبحها في وقتها جاز له أن يحلب لبنها ويجز صوفها وينتفع به لان القرية اقيمت بالذبح والانتفاع بعد اقامة القرية مطلق كالأكل كذا في المحيط. وان كان في ضرعها لبن ويخاف ينضح ضرعها بالماء البارد فان تقلص والا حلب وتصدق: (عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۰-۳۰۱)

(ويكره الانتفاع بلبنها قبله) كما في الصوف، ومنهم من اجازهما للغنى لوجوبهما في الذمة فلا تتعين زيلعى. (قوله لوجوبهما في الذمة فلا تتعين) والجواب أن المشتراة للأضحية متعينة للقرية الى أن يقام غيرها مقامها فلا يحل له الانتفاع بهامادامت متعينة ولهذا لا يحل لحلمها اذا ذبحها قبل وقتها بدائع، ويأتى قريبا أنه يكره أن يبدل بها غيرها فيفيد التعين أيضا، وبه اندفع مامر عن المنح فتدبر. (شامی ج ۶ ص ۳۲۹)

والله اعلم وعلمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

قربانی گائے کی افضل ہے یا بیل کی یا بکرے کی

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ قربانی میں گائے کی قربانی افضل ہے یا بیل کی؟ اس طرح بکرے کی الگ قربانی افضل ہے یا گائے میں حصہ رکھنا؟ (مستفتی محمد طاہر)

جواب: (۱) گائے اور بیل کی قیمت اگر برابر ہے تو پھر گائے کی قربانی افضل ہے۔

فی ردالمختار:

والأنثى من الابل والبقر أفضل. حاوی وفي الوهبانية. أن الأنثى أفضل من الذكر اذا استويا قيمة. والله اعلم

(۲) قیمت اور گوشت کے اعتبار سے ایک بکر اگر گائے کے ایک حصے کے برابر ہو تو بکرے کی قربانی افضل ہے۔

فی الدرالمختار

الشاة أفضل من سبع البقرة اذا استويا في القيمة واللحم قال العلامة ابن عابدين. وكذا من تمام البقرة قال في التاتر خانية، وفي العتابة: وكان الاستاذ يقول بأن الشاة العظيمة السمية تساوى البقرة قيمة ولحماً أفضل من البقرة لان جميع الشاة تقع فرضاً بلا خلاف فان كان سبع البقرة أكثر لحماً فهو أفضل، والاصل في هذا اذا

استویا فی اللحم والقيمة فاطيها لحماً أفضل و اذا اختلفا فيهما فالفاضل أولى.
(الدر المختار مع رد المختار ج ۹/۳۶۶)

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

عقیقہ میں مل کر ایک جانور ذبح کرنے کا حکم

سوال: اگر چند آدمی شریک ہو کر عقیقہ میں ایک گائے ذبح کریں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: قربانی کی طرح عقیقہ میں بھی چند آدمیوں کی شرکت گائے وغیرہ میں جائز ہے۔
عالمگیری کتاب الاضحية میں ہے۔

ولو أرادوا القربة الاضحية او غيرها من القرب اجزاءهم سواء كانت القربة واجبة او تطوعا او وجب على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت بأن أراد بعضهم الاضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الاحصار وبعضهم كفارة عن شيء اصابه في احرامه وبعضهم هدى التطوع بعضهم دم المتعة او القران وهذا قول اصحابنا الثلاثة رحمهم الله تعالى وكذلك ان أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل كذا ذكر محمد رحمه الله تعالى في نواذر الضحايا الخ... (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۰۴)

الجواب صحيح
عبد الرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحکم
شاہد اسحاق عفا الله عنه

کتاب الحظر والاباحة باب فی الاکل والشرب

حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا حرام چیز کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا جائز ہے؟

جواب: حرام چیز کھانے سے پہلے بسم اللہ کو اگر استخفاف کی نیت سے پڑھا تو یہ موجب کفر ہے اور اگر استخفاف کی نیت سے نہیں پڑھا بلکہ ایسے ہی پڑھ لیا تو اسکے بارے میں اختلاف ہے، صحیح اور رائج یہ ہے کہ کفر نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: نعم التسمية على الحرام والمكروه مما لا ينبغي بل هي حرام في الحرام لا كفر على الصحيح مكروهة في المكروه وقيل

مکروہۃ فیہما ان لم یقصد استخفافا وان قصدہ ”والعیاذ باللہ تعالیٰ“ کفر مطلقاً
الخ۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۶۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بھوک ہڑتال کا شرعی حکم

سوال : موجودہ زمانے میں احتجاج کا جو نیا طریقہ بھوک ہڑتال کی صورت میں رائج ہے کیا شرعاً اس طرح کے احتجاج سے اپنی بات منوانا درست ہے؟

جواب : شریعت مطہرہ نے انسان پر اس کے نفس کے کچھ حقوق مقرر کیے ہیں۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہے

”ولنفسک علیک حقاً“

انسان اپنے وجود کا خود مالک نہیں یہ سارا پروردگار کا عطیہ محض ہے ایک دن انسان کو ان سب کا حساب رب کے حضور دینا ہوگا یہی وجہ ہے کہ شریعت نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے اور اپنی جان بچانے کے واسطے بقدر ضرورت سو رکاوٹ بھی کھانے کی اجازت دی ہے۔

موجودہ زمانے میں جو بھوک ہڑتال احتجاج کے نام سے کرتے ہیں یہ ایک سیاسی حربہ ہے جسے بروئے کار لا کر اپنے مطالبات منواتے ہیں عموماً اسمیں ظاہراً بھوک دکھایا جاتا ہے جو حقیقتاً بھوک نہیں ہوتی۔ اپنے جائز مطالبات کو منوانے کا کوئی اور راستہ نہ ہو تو یہ صورت سیاستاً اختیار کی جاسکتی ہے، تاہم اگر کوئی شخص واقعۃً بھوکا رہے اور وہ اسقدر کہ اپنی زندگی کو ہلاکت میں ڈالے تو شرعاً یہ ناجائز اور حرام ہے۔

فی الہندیۃ: اما الاکل فعلی مراتب فرض وهو ما یندفع بہ الہلاک فان ترک الاکل ولشرب حتیٰ ہلک فقد عصی (جلد ۵ صفحہ ۳۳۶) (وفی صفحہ ۳۳۸: ولو جاع ولم یاکل مع قدرته حتیٰ مات یاثم۔)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کھانا تین انگلیوں سے کھانا چاہیے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ کھانا کھاتے وقت کتنی انگلیاں استعمال کرنا سنت ہے؟ (مستفتی ربیع الدین)

جواب : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تین انگلیوں سے کھانے کی تھی لہذا تین انگلیوں

سے کھانا مسنون طریقہ ہے البتہ فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ جہاں تین انگلیوں سے کھانے میں حرج ہو یا سالن ایسا ہو جس کو تین انگلیوں سے کھانا متعذر ہو تو پھر پانچ انگلیاں استعمال کرنا بھی مریض ہے۔
مسلم شریف کی روایت ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأكل بثلاث أصابع ويلق يده قبل أن يمسحها.
وفى رواية: كان يأكل بثلاث أصابع فإذا فرغ لعقها. الصحيح المسلم ٤٥٥ ص ج ٢
الجواب صحيح
والله اعلم وعلمه اتم واحكم
عبد الرحمن عفا الله عنه
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

ایسے ہوٹل میں سواریاں اتارنا جو ڈرائیور کو مفت اور مسافروں سے زیادہ پیسے لے

سوال: کسی لمبے سفر کے دوران ڈرائیور حضرات گاڑی ایسے ہوٹلوں کے پاس روکتے ہیں جو مسافروں سے کھانے اور دیگر مشروبات وغیرہ کی قیمت زیادہ وصول کرتے ہیں، جبکہ خود ڈرائیور حضرات یا ان کے خاص آدمیوں (مثلاً گاڑی کا عملہ یا مہمان وغیرہ) سے کوئی قیمت وصول نہیں کرتے، غالباً ڈرائیور حضرات سے قیمت اس لئے وصول نہیں کی جاتی کہ اُس کے بدلے سواریوں سے قیمت زیادہ لیتے ہیں۔

کیا ڈرائیور حضرات کا اس طرح مفت کھانا جائز ہے؟ نیز کیا کسی سواری کا اُن کے ساتھ مذکورہ صورت میں شریک ہونا جائز ہے؟ مکمل وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی: مولانا بخت نواز)

جواب: اگر ہوٹل والے واقعی ڈرائیور حضرات کو مفت کھانا اس لئے کھلاتے ہیں کہ اُسکی قیمت سواریوں سے وصول کرتے ہیں اور یہ بات اُن کے درمیان اسی طرح طے ہو چکی ہے (اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اُن کے درمیان پہلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا) تو اس صورت میں ڈرائیور حضرات کا مفت کھانا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کسی سواری کو (جس کو اُن کے اس کر توت کا علم ہو) اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا جائز ہے، کہ اس سے اُن کے اس فعل بد کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

اور اگر ہوٹل والے صرف اس احسان کے بدلے کہ (ڈرائیور نے ہوٹل کو گاہک فراہم کیا ہے) مفت کھانا کھلاتے ہیں اور اُس کی قیمت مسافروں سے وصول نہیں کرتے اور نہ ہی ڈرائیور حضرات کے دل میں مفت کھانے کا کوئی لالچ ہو تو اس صورت میں اُن کا مفت کھانا جائز ہے اور اُن

کے ساتھ کسی سواری وغیرہ کا شریک طعام ہونا بھی جائز ہے لیکن اس صورت کا پایا جانا بظاہر بعید ہے۔

قال رسول الله ﷺ: لا ضرر ولا ضرار وفتره في المغرب : بانه لا يضر

الرجل اخاه ابتداء ولا جزاء (الاشباه والنظائر ص ۸۶)

وفى رد المحتار : ولو قضى حاجته بلا شرط وطمع فاهدى اليه بعد ذلك فهو حلال

لابأس به وما نقل عن ابن مسعود من كراهته فورع. (جلد ۵ ص ۳۲۲)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوهاب عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

پولٹری فارمز کی فیڈ (خوراک) کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ آجکل اخباروں میں یہ خبر شائع ہوتی ہے یہ پاکستان کے پولٹری فارمز میں مرغیوں کو جو فیڈ (غذا) دی جاتی ہے اس میں سور کا گوشت اور چربی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اب ایسی صورت میں ایسی غذا کھانے والی مرغیاں اور ان کے انڈے حلال ہونگے؟ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: صورت مذکورہ میں جو نجس غذا مرغیوں کو دی جاتی ہے اگر اس نجاست کا اثر گوشت میں آتا اور گوشت میں بدبو پیدا ہوتی تو ایسے مرغیوں کا کھانا جائز نہ ہوتا لیکن چونکہ اس سے گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوتی اور یہ مشاہدہ ہے، لہذا فارمی مرغیاں اور ان کے انڈے حلال ہیں اور ان کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فی رد المحتار :

ولبن (الجلالہ) التي تاكل العذرة ولبن (الرمكة) اى الفرس وبول الابل واجازه ابو يو

سف لتداوى (و) كمره (لحمها) اى اللحم الجلالة والرمكة وتحبس الجلالة حتى

يذهب نتن لحمها وقدر بثلاثة ايام للدجاجة واربعة لشاة وعشرة لابل وبقر على

الاطهر . ولو اكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت كما حل اكل جدى

غذى بلبن خنزير لان لحمه لا يتغير. (جلد ۶ صفحہ ۳۴۱)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد عزيز چترالى عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

مہمان کا باوجود بھوک کہ کہہ دینا کہ میں نے کھانا کھایا ہوا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ ہمارے علاقے میں جب

کوئی مہمان رشتہ دار وغیرہ کے گھر میں جاتا ہے تو کھانے کو جی چاہنے کے باوجود کچھ تکلف کرتا ہے کہ ”میں نے کھایا ہے یا جی نہیں چاہتا وغیرہ ہم خود بھی رواج کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟ اور یہ جھوٹ میں داخل ہے یا نہیں؟“
مستفتی تاج محمد بنگرامی مقیم کراچی

جواب: عن اسماء بنت یزید قالت اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطعام فعرض علينا فقلنا لا نشتهيہ قال لا تجتمعن جوعا وکذبا رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ باب الضیافۃ ص ۳۷۰)

مذکورہ حدیث ہمیں بتلا رہی ہے کہ ایک مسلمان کے مزاج میں سادگی اور بے تکلفی ہونی چاہئے جب میزبان بطیب خاطر مہمان کو کھانے کی دعوت دیتا ہے تو کھانے کو جی چاہنے کے باوجود استغناء کا اظہار کرنا اپنے آپ کو دو پریشانیوں میں مبتلا کرنا ہے، ایک بھوک کی مشقت کی، اور دوسرا جھوٹ کے وبال کی جو بہت بڑی نادانی اور خسارے کی بات ہے۔

تاہم اگر مہمان کو یہ گمان ہو کہ میزبان مجھے دل سے کھانے کی دعوت نہیں دے رہا بلکہ صرف مروّثا کہہ دیا ہے تو اس کے لیے گنجائش ہے۔ کہ وہ کہہ دے کہ میں نے کھایا ہے دل میں یہ خیال لاتے ہوئے کہ میں نے کل کھایا تھا۔ اس طرح مہمان جھوٹ سے بھی بچ جائے گا اور مقصد بھی پورا ہو جائے گا البتہ صاف جھوٹ بولنا پھر بھی جائز نہیں ہے

”وفی الشامیۃ وذاک کقول من دعی لطعام اکلت یعن امس وکما فی قصۃ الخلیل علیہ السلام“ (ص ۴۲۸ ج ۶) واللہ اعلم بالصواب

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نامحرم کے بچے ہوئے کھانے کو کھانے کا حکم

سوال: مہمان وغیرہ کا بچا ہوا کھانا گھر کی عورتوں کیلئے استعمال کرنا کیسا ہے؟ ہمارے علاقے میں اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب: بچے ہوئے کھانے کا استعمال گھر کی عورتوں کے لئے جائز ہے، معیوب سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے البتہ فقہاء کرام نے اس وقت جو ٹھے کو مکروہ لکھا ہے کہ کوئی مرد نامحرم عورت کے جو ٹھے کو یا کوئی عورت نامحرم مرد کے جو ٹھے کو بطور تلذذ استعمال کرے۔

قال الشیخ عبدالقادر الرافعی ”قول الشارح (یکرہ للمرأة سور الرجل وسورہالہ) قال فی النہر لیس ہذا عدم الطہارۃ بل للاستلذاذا ما عند عدمہ فلا علی الظاہر وحررہ وینبغی ان

يقيد بما اذا علم المرأة التي شربت من الماء او علمت هي الرجل الشارب اما بدونه فلا كراهة لان الانسان لا يستهي من لا يعلمه اه سندی

(تقریرات الرافعی علی حاشیة ابن عابدین ص ۱۱۳ ج ۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کھانا کھاتے وقت بات چیت کرنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ جب دسترخوان پر روٹی رکھ دی جائے اور سالن ابھی تک حاضر نہ کیا ہو تو سالن کا انتظار کرنا چاہیے یا روٹی کھانا شروع کرنا چاہیے نیز یہ بھی بتائیں کہ کھانا خاموش ہو کر کھانا چاہیے یا گفتگو کرتے ہوئے جبکہ سنا گیا ہے کہ خاموش ہو کر کھانا درست نہیں؟ (مستفتی رحمت ولی)

جواب: روٹی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، اس کو ادب و احترام کے ساتھ کھانا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ لہذا اس کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب دسترخوان پر روٹی رکھ دی جائے اور سالن ابھی تک موجود نہ ہو تو سالن کا انتظار کئے بغیر روٹی کھانا شروع کرنا چاہیے۔

وفی البحر الرائق

وينبغي أن لا ينتظر الادم اذا حضر الخبز ويأخذ في الأكل قبل أن يأتي الادم - (صفحة ۱۸۳ جلد ۸)

وفی الهندیہ

ومن اکرام الخبز أن لا ينتظر الادم اذا حضر كذا في الاختيار شرح المختار - (صفحة ۳۳۷ ج ۸)

خاموش ہو کر کھانا اور اس کو اچھا سمجھنا درست نہیں یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے اسے ترک کرنا چاہیے فقہائے کرام نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔ لہذا کھانے کے دوران خاموشی کے بجائے کوئی دینی یا دنیوی اچھی بات کرنی چاہیے۔

وفی الهندیہ

يكره السكوت حالة الأكل لانه تشبه بالمجوس كذا في السراجيه ولا يكس على الطعام ولكن يتكلم بالمعروف و حکایت الصالحین کذا فی الغرائب - (صفحة ۳۴۵ جلد ۵)

وفی الشامی

ويكره السكون حالة الأكل لأنه تشبه بالمجوس ويتكلم بالمعروف - (صفحة ۴۹۱ جلد ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نسوار سگریٹ اور پان کا شرعی حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ نسوار، سگریٹ اور پان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ مکروہ ہیں؟ کراہت ہے تو کونسی؟ کیا یہ تبذیر کے زمرے میں نہیں آتے ہیں؟ (مستفتی عبدالماجد)

جواب : مذکورہ چیزیں مباحات کے اندر داخل ہیں جب تک حالت سکر کو نہ پہنچ جائیں اور بلا ضرورت استعمال نہ کی جائیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”بلا ضرورت کراہت تو سمجھتا ہوں اور بضرورت کھانا اور پینا دونوں جائز ہیں اور ضرورت میں نفس اکل مکروہ نہیں، دوسرے عوارض سے گو کراہت ہو جائے اور عوارض کی شدت سے کراہت کی شدت و خفت میں تفاوت ہوگا اور سکر تمباکو میں نہیں صرف حدت ہے اسی سے پریشانی ہوتی ہے لیکن عقل موقوف نہیں ہوتی اور عوارض خارجیہ ہی کے اعتبار سے کھانا اخف ہے بنسبت پینے کے کما ہوا مشاہد“

امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶

اسی طرح نسوار میں بھی سکر نہیں ہوتا ہے محض حدت اور تیزی ہوتی ہے۔ بہر حال حد سے زیادہ استعمال ان کا کراہت سے خالی نہیں تبذیر کے زمرے میں تو آتے ہی ہیں۔ ان کے استعمال کے بعد منہ کی بدبو زائل کئے بغیر مسجد یا کسی اجتماع میں جانا درست نہیں مکروہ ہے۔ اس سے ایذاء مسلم کا اندیشہ ہے اور ایذاء مسلم حرام ہے۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اكل من هذه قال اول مرة الثوم ثم قال الثوم والبصل والكراث فلا يقربنا مسجدنا هذا۔ ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز چترالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

باب اللباس والزينة

نابالغ نرینہ بچوں کو ریشم پہنانے کا حکم

سوال : نابالغ بچوں کو ریشم کا کپڑا پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : جس طرح بالغ مرد حضرات کے لئے خالص ریشم جائز نہیں ہے اسی طرح نرینہ اولاد کو پہنانا بھی جائز نہیں ہے، اگر کسی نے پہنایا تو گناہ پہنانے والے پر ہوگا تاہم آج کل بازاروں میں جو

کپڑا ریشم کے نام سے ملتا ہے وہ عموماً مصنوعی ریشم ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال جائز ہے الا یہ کہ اس کا خالص ریشم ہونا ثابت ہو جائے۔

فی الدر المختار: وكره الباس الصبی ذہبا أو حریرا. وفي الشامية تحته: والاثم علی من البسهم لان امرنا بحفظهم ذكره التمر تاشی. (صفحہ ۳۶۳ ج ۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

خواتین کا کان اور ناک چھدوانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض خواتین کان اور ناک چھدواتی ہیں خصوصاً گاؤں میں یہ کام زیادہ ہے یہ سب بطور زینت کے کرتی ہیں کان اور ناک میں اس طرح سوراخ کرنا شرعی اعتبار سے جائز بھی ہے یا نہیں؟ (مستفتی رحمت گل)

جواب: کان اور ناک چھدوانے کو بطور زینت خواتین کے لئے فقہائے کرام نے جائز لکھا ہے۔

وفي الهندية

ولا بأس بثقب آذان النسوان كذا في الظهيريه. ولا بأس بثقب آذان الاطفال من البنات لأنهم كانوا يفعلون ذلك في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم من غير انكار كذا في الكبرى- (صفحہ ۳۵۷ ج ۵)

وفي الدر المختار

ولا بأس بثقب آذن البنات والطفل استحساناً قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف لم أره، قال الشامي تحت هذه المسئلة (والطفل) ظاهره أن المراد به الذكر مع أن ثقب الأذن لتعليق القرط وهو من زينة النساء فلا يحل للذكور والذي في عامة الكتب وقد مناه عن التاتار خانيه لا بأس بثقب آذن الطفل من البنات وزاد في الحاوي لقدسي ولا يجوز ثقب آذان البنين فالصواب اسقاط الواو، قوله (لم أره) قلت: ان كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط. وقد نص الشافعية على جوازه- (صفحہ ۶۰۲ جلد ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین ہجترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

لو ہے اور اسٹیل کی انگوٹھی وغیرہ کا حکم!

سوال: کیا اسٹیل اور لوہا مکس (یعنی دونوں سے بنا ہوا) چھلہ مردوں کے لئے بطور انگوٹھی استعمال کرنا جائز ہے؟ (مستفتی محمد نواز صاحب، کورنگی)

جواب : مذکورہ چھلے کا استعمال مردوں (اور عورتوں سب) کے لئے ناجائز ہے واضح رہے کہ مردوں کے لئے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات سے بنی ہوئی انگوٹھی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ ہاں لوہے کی ایسی انگوٹھی جس پر سونا یا چاندی چڑھائی گئی ہو کو استعمال کرنا صرف عورتوں کے لئے جائز ہے۔

فی التنویر شرحہ:

(ولا يتختم) الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم غيرها كحجر)..... وذهب وحديد و صفر

نقل الشامی:

ان رجلا جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه، فقال له "مالى اجد منك ريح الاضنام" فطرحه، ثم جاء وعليه خاتم من..... حديد فقال: مال اجد عليك حلية اهل النار؟ فطرحه فقال يا رسول الله من اى شىء... هذه؟ قال: اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالا" فعلم ان التختم بالذهب والحديد والصفر حرام * (شامی ۵۱۶/۹)

فی العالمگیریہ:

التختم بالحديد والصفر والخاس والرصاص مكروه للرجال والنساء جميعاً واما اليشب ونحوه فلا بأس بالتختم به كالعقيق كذا فى العيني هو الصحيح كذا فى جواهر الأفلاطى. التختم بالعظم جائز كذا فى الغرائب ولا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة (او ذهب) حتى لا يرى كذا فى المحيط (ج ۲۲۳/۶) بحواله امداد الأحكام

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

محمد شريف حسين

عبد الرحمن عفا الله عنه

سونے، چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا

سوال : کیا سونے یا چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانہ جائز ہے؟

جواب : سونے یا چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا مکروہ ہے۔

(و كذا) يكره (الأكل بملعقه الفضة والذهب والاكتحال بميلها)

الدرالمختار ج ۶ ص ۳۴۱ (كتاب الحظر والاباحة)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

شاهد اسحاق عفا الله عنه

عبد الرحمن عفا الله عنه

عورتوں کیلئے لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات

سوال : عورتوں کیلئے لوہے پیتل وغیرہ کی انگوٹھی، کنگن وغیرہ پہننا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس کا

رواج بہت عام ہو چکا ہے۔

جواب: عورتوں کیلئے سونے چاندی کے علاوہ لوہے پیتل وغیرہ کے زیورات استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

فی الہندیۃ: ولا باس للنساء بتعلیق الخرز فی شعورھن من صفر او نحاس او شبہ او حدید ونحوھا للزینۃ والسوار منھا. (جلد ۵ صفحہ ۳۵۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

امیٹیشن زیورات کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر عورتیں سونے چاندی کے زیورات کے علاوہ امیٹیشن یعنی دوسری دھاتوں کے زیورات یا انگوٹھی استعمال کرتی ہیں کیا عورتوں کے لئے اس قسم کے زیورات استعمال کرنا جائز ہے؟
(۲) مرد کس قسم کی انگوٹھی شرعاً استعمال کر سکتا ہے؟ (مستفتی شاہ اعظم، سہراب گوٹھ)

جواب: (۱) چونکہ شریعت مطہرہ نے عورتوں کے لئے زیب و زینت اختیار کرنے کی اجازت دی ہے اس قاعدہ کی رو سے سونے چاندی کے استعمال کی طرح دوسری دھاتوں کے زیورات کا استعمال کرنا بھی عورتوں کے لئے جائز ہے۔

چنانچہ امام ربانی حجۃ الاسلام فقیہ الامت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ ”عورتوں کو چوڑیاں ہر قسم کی پہننا درست ہے خواہ کانچ کی ہوں خواہ سونے کی چاندی لوہے تا بنے پیتل کی ہوں“ فتاویٰ رشیدیہ (کامل) ۶۰۱

البتہ سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں مثلاً لوہے تا بنے پیتل وغیرہ کی انگوٹھی استعمال کرنا خواتین و حضرات دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ احادیث میں ان کے استعمال کرنے کے بارے میں ممانعت آئی ہے۔

خواتین کے لئے انگوٹھی کی ممانعت پر دیگر اشیاء کو قیاس نہ کیا جائے، اس لئے کہ انگوٹھی کی ممانعت خواتین کے لئے خلاف قیاس شارع علیہ السلام کا حکم ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کے مطابق خلاف قیاس حکم اپنے مورد تک خاص رہتا ہے۔

(۲) مرد چاندی کی انگوٹھی استعمال کر سکتا ہے جبکہ اس کا وزن ساڑھے تین ماشہ سے کم ہو۔ انگوٹھی کے علاوہ سونے چاندی کا کوئی اور زیور پہننا مرد کے لئے جائز نہیں۔

فی الدر المختار:

(ولا يتحلّى الرجل بذهب وفضة) مطلقاً ثم قال بعد اسطر (ولا يتختم) الا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم (بغيرها كحجر) (وزهب و حديد و صفر) و رصاص و زجاج و غيرها.

قال العلامة الشامي قوله: (فيحرم بغيرها الخ) لما روى الطحاوي باسناده الى عمران بن حصين وأبي هريرة قال: (نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب) وروى صاحب السنن باسناده الى عبد الله بن بريرة عن أبيه: أن رجلاً جاء الى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من شبه، فقال له (مالى أجدر منك ربح اصنام؟ فطرحه، ثم جاء وعليه خاتم من حديد فقال: مالى أجدر عليك حلية اهل النار؟ فطرحه فقال: يا رسول الله من أى شئى اتخذه؟ قال اتخذه من ورق ولا تتمه مثقالاً). فعلم أن التختم بالذهب والحديد والصفر حرام فالحق يشب بذلك لأنه قد يتخذ منه الاصنام، فاشبه الشبه الذى هو منصوص معلول بالنص. اتقانى والشبه محركا: الخاس الاصفر. وفى الجوهرة: والتختم بالحديد والصفر والخاس والرصاص مكروه يحل للذكور والذى فى عامة الكتب وقد مناه عن التاتار خانيه لا بأس بثقب أذن الطفل من البنات وزاد فى الحاوى لقدسى ولا يجوز ثقب آذان البنين فالصواب اسقاط الراؤ، قوله (لم اره) قلت: ان كان مما يتزين النساء به كما هو فى بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط. وقد نص الشافعية على جوازه - (صفحة ۲۰۲ جلد ۹)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جتري الى

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

ہاتھ میں رومال لیکر گھومنا کیسا ہے؟

سوال: بعض لوگ ہاتھ میں چھوٹا سا رومال لیکر پھرتے ہیں کیا یہ طریقہ شرعاً جائز ہے؟ بعض لوگ

اسکو تکبر سمجھتے ہیں، شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ درست بات کیا ہے

جواب: رومال وغیرہ ضرورت کے لئے پاس رکھنا جائز ہے اور تکبر کی غرض سے ناجائز ہے، عام

طور پر لوگ ضرورت ہی کیلئے رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں

اچھا گمان کریں۔

فی التئویر و شرحہ "لا یکرہ خرقة لوضوء او لمخاط او عرق لولحاجة ولوللتکبر تکرہ،

(الدر المختار صفحہ ۳۶۳ ج ۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوہاب عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

عورت کا فیشن کے طور پر بال کاٹنے کا حکم

سوال: آج کل عورتیں فیشن کے طور پر بال کٹواتی ہیں۔ کیا عورتوں کے لئے سر کے بال کٹوانا فیشن کے طور پر شرعاً جائز ہے؟ (مستفتی خلیل احمد)

جواب: خواتین کو بغیر عذر کے سر کے بال کٹوانا بالکل جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر“۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۳۸۰)

فی الہندیۃ :

ولو حلق المرأة راسها فان فعلت لوجع اصابها لابس به وان فعلت ذلك تشبهاً بالرجل فهو مکروه کذا فی الکبریٰ (ہندیۃ جلد ۵ ص ۴۳۸)

فی البحر :

واذا حلق المرءة شعر راسها فان كان لوجع اصابها فلا بأس به وان حلق تشبه الرجال فهو مکروه (جلد ۳ ص ۲۰۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غیر شرعی بالوں کا حکم

سوال: فوجی حضرات اپنے سر کے بال دونوں طرف کانوں کے پاس سے اور پیچھے سے استرے کے ساتھ منڈاتے ہیں اور اسی طرح بعض لوگ اپنے چھوٹے بچوں کے بال بھی ایسے ہی منڈاتے ہیں کیا ایسے بال رکھنا درست ہے؟

الجواب: سر کے بعض حصہ کے بال منڈانا اور بعض کے چھوڑنا، یا بعض زیادہ تراشنا اور بعض کم، حدیث پاک میں ایسے بال رکھنے سے صراحتہ ممانعت آئی ہے لہذا ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ نیز بچے اور بڑے کی اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے البتہ بچے خود مکلف نہیں ہیں اس لئے ان بچوں کے بڑوں پر گناہ ہوگا جو اس طرح بال بنواتے ہیں۔ فوجی آدمی اگر اپنی مرضی سے بال اس طرح کٹواتا ہے تو بلاشبہ وہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور اگر وہ فوجی ضابطہ وغیرہ کے تحت بادل نا خواستہ مجبوراً کر رہا ہے تو اس صورت میں گناہ اعلیٰ آفسر اور یہ حکم جاری کرنے والے پر ہوگا۔

اخرج الامام ابو داؤد رحمه الله تعالى عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القزع، والقزع ان يحلق رأس الصبي فيترك بعض شعره. وعنهما رضى الله تعالى عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن القزع وهو ان يحلق رأس الصبي ويترك له ذوابة. قال صاحب بذل المجهود: قلت وليس هذا مختصا بالصبي بل اذا فعله كبير يكره له ذلك فذكر الصبي باعتبار العادة الغالبة. وعنهما رضى الله تعالى عنهما ان النبي صلى الله عليه وسلم رأى صبيا قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلك فقال احلقوه كله أو اتركوه كله.

(احسن الفتاوى ج ۸ ص ۸۲ بحوالہ بذل المجهود ج ۶ ص ۷۸)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: وفي الذخيرة: ولا بأس ان يحلق وسط رأسه ويرسل شعره من غيره ان يفتله وان فتلته فذلك مكروه، لانه يصير مشبها ببعض الكفرة والمجوس في ديارنا يرسلون الشعر من غير فتل، ولكن لا يحلقون وسط الرأس بل يجزون الناصية تاثر خانية قال: ويكره القزع وهو أن يحلق البعض ويترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع كذا في الغرائب. (رد المحتار ج ۶ ص ۴۰۷) وكذا في الهندية: وزاد: وعن ابى حنيفة رحمه الله تعالى يكره ان يحلق قفاه الا عند الحجامة كذا في الينابيع.

(فتاوى عالمگیری، ج ۵ ص ۳۵۷)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

شاهد اسحاق عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

نچلے ہونٹ سے متصل داڑھی کے بالوں کا حکم

سوال: میں جب کھانا کھاتا ہوں تو اکثر لقموں کے ساتھ داڑھی کے وہ بال جو نچلے ہونٹ سے متصل ہیں (بچہ داڑھی) منہ کے اندر داخل ہو جاتے ہیں یعنی میری بچہ داڑھی کے بال ایسے اوپر اٹھے ہوئے ہیں کہ نوالہ منہ کے قریب لیجاتا ہوں تو اس سمیت بال بھی منہ میں جاتے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں اپنے بچہ داڑھی کے بال کچھ مناسب مقدار میں کم کروں؟

جواب: بچہ داڑھی بھی داڑھی کا حصہ ہے اور داڑھی کا حکم رکھتی ہے وضو میں اسکا دھونا فرض ہے قبضہ سے کم کا ثنا جائز نہیں تاہم بال اگر اس طرح اوپر اٹھے ہوئے ہوں جو لقمے کے ساتھ منہ کے اندر جاتے ہوں تو ان کو مناسب طریقے سے تراشنا چاہیے۔ ان کو نامناسب اور بے ڈھنگا نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ سنت کے اندر ترغیب کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے نہ کہ وحشت اور کراہت کا۔

قال العلامة الحصكفي: يجب غسل بشرة لم يسترها الشر كحاجب وشارب وعنفقة

في المختار. (در المختار جلد ۱ صفحہ ۲۱۶) امدادیہ

قال العلامة ابن عابدین: لا بأس باخذ اطراف اللحية اذا طالت

(ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۳۹۷) امدادیہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سر کے بال رکھنے کا سنت طریقہ

سوال: سر مونڈنا اور سر پر بال رکھنا کیا دونوں سنت ہیں؟

بال بالکل اُسترے سے صاف کرنا زیادہ بہتر ہے یا ایک مقدار میں کم کر کے رکھنا؟۔
سنت طریقے پر بال رکھنے کے لئے کیا یہ ضروری ہے کہ پہلے اُنہیں مونڈ دیا جائے، یا کم کیا جائے اگر خلاف سنت ہوں؟ یا اُنہی کو بڑھنے دیا جائے؟
کیا جب بال بڑھتے بڑھتے کانوں کے اوپر آجائیں تو انہیں کم کرنا، یعنی کانوں کے قریب قریب اُسترے سے صاف کرنا جائز ہے؟ جسکو خط بنوانا کہتے ہیں۔ اور کیا گردن کے بال بھی صاف کر سکتے ہیں؟

نیز سنت طریقے پر بال رکھنے کی کیا صورت ہے، براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی زین الدین)

جواب: سنت کے مطابق بال رکھنے کی تین صورتیں ہیں۔

الف۔ کانوں کے لو تک بال رکھنا جس کو وفرہ کہتے ہیں۔

ب۔ اُس سے مزید لمبا بال رکھنا (یعنی گردن تک) جس کو لمہ کہتے ہیں۔

ج۔ کندھوں تک بڑھانا جس کو جثمہ کہتے ہیں۔

سر کے بالوں کو مونڈنا بھی جائز ہے۔ نیز ایک مقدار میں کم کرنا بھی جائز ہے، تاہم اس سلسلے میں سب سے افضل پہلی تین صورتیں (یعنی وفرہ، لمہ، جثمہ) ہیں۔ اُس کے بعد پورے سر کا حلق، اُس کے بعد تیسرے درجے میں سب بالوں کو برابر کم کر کے رکھنا ہے۔

اگر بال خلاف سنت ہوں اور آدمی چاہے کہ میں سنت کے مطابق بال رکھوں تو بہتر یہ ہے کہ وہ سب بالوں کو یک برابر کرے، یا مونڈا کر یا قینچی وغیرہ سے۔

سر کے بال اگر ادھر ادھر منتشر ہونے لگیں مثلاً یہ کہ کانوں پر آجائیں تو انہیں قینچی وغیرہ سے کناروں سے برابر (Set) کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں البتہ گردن کے بال صاف کرنا

درست ہے، تاہم گدی کے بال مونڈنا فقہاء کرام نے مکروہ سمجھا ہے۔

فی مشکوٰۃ المصابیح :

عن عائشة.....وكان له شعر فوق الجمجمة ودون الوفرة رواه الترمذی .
وفی حاشیئہ : الجممة ما يسقط على المنكبين ، قوله الوفرة ما وصل الى شحمة
الاذن (جلد ۲ ص ۳۸۲)

وفیه : عن عطاء بن يسار قال كان رسول الله ﷺ في المسجد فدخل رجل ثائر الرأس
واللحية فأشار اليه رسول الله ﷺ بيده كأنه يأمره باصلاح شعره ولحيته ففعل ثم رجع
فقال رسول الله ﷺ أليس هذا خيراً من أن يأتي أحدكم وهو ثائر الرأس كأنه شيطان .
فی الہندیۃ :

وعن أبي حنيفة : يكره أن يحلق قفاه الأعداء الحجامه كذا في الينايع (ج ۵ ص ۳۵۷)
وعن نافع عن ابن عمر قال سمعت النبي ﷺ ينهى عن القزع قيل لنافع ما القزع قال
يحلق بعض راس الصبي ويترك البعض اه (مشکوٰۃ)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

سینے اور کمر کے بال مونڈنا کیسا ہے؟

سوال : کیا بازو اور سینے وغیرہ کے بالوں کو مونڈنا جائز ہے؟ نیز کیا اس سلسلے میں بال صاف کرنے
والا پاؤڈر بھی استعمال کر سکتے ہیں؟

جواب : سینے کمر وغیرہ کے بالوں کو مونڈنا جائز اگرچہ ہے تاہم خلاف ادب ضرور ہے۔

فی الہندیۃ :

وفی حلق شعرا الصدر والظهر ترک الادب کذا فی القنیۃ . (جلد ۵ صفحہ ۳۵۸)
رہا بال صاف کرنے کے لیے پاؤڈر کا استعمال سو وہ بھی جائز ہے۔

فی الہندیۃ :

وفی الابط یجوز الحلق والتف اولیٰ ویبتدأ فی حلق العانة من تحت السرة ولو عالج
بالنورة فی العانة یجوز کذا فی الغرائب (جلد ۵ صفحہ ۳۵۸)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

داڑھی یا سر سے چند سفید بال نکالنے کا حکم

سوال : بعض لوگوں کی داڑھی یا سر کے بال نوجوانی ہی میں سفید ہو جاتے ہیں۔ کیا ایسے بالوں

کونکا لنے کی شریعت میں کوئی گنجائش ہے یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ حالت جنابت میں مونچھ بنانا اور سر کے بال کاٹنا کیسا ہے؟ (مستفتی عمر گل)

جواب: اگر ازالہ عیب کے لئے ہو تو نکالنے کی گنجائش ہے۔

فی الدر المختار :

ولا بأس بشف الشيب وأخذ أطراف اللحية . قال الشامي تحته هذا القول قيده في
البرازية بأن لا يكون على وجه التزين . (جلد ۹ ص ۵۸۳)

حالت جنابت میں بال کاٹنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے لہذا اس سے بچنا بہتر ہے
وفی الہندیۃ: حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ وکذا قص الأظافر کذا فی الغرائب .

(جلد ۵ ص ۳۵۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سرمونڈوانے کی فضیلت کا بیان!

سوال: کہ سرمونڈوانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ بتایا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو سرمونڈوانے کی وجہ سے تین مرتبہ دعادی یہ کہاں تک درست ہے؟ نیز ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت ہو کہ کیا یہ فضیلت صرف حج کے ساتھ ہی خاص ہے یا عام حالات میں بھی ہے؟ (مستفتی شاکر اللہ)

جواب: مذکورہ روایت کو امام مسلم وغیرہ نے نقل فرمایا ہے تاہم اس میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو تین مرتبہ دعادینے کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمونڈوانے والوں کے حق میں تین مرتبہ دعادی اور ایک مرتبہ بال قصر (یعنی کم) کرنے والوں کے حق میں بھی دعا فرمائی۔

مذکورہ حدیث پاک اگرچہ حجۃ الوداع کے موقع پر حجاج کرام کے لئے ارشاد فرمائی گئی ہے اور ”المحلقین والمقصرین“ میں الف لام اگرچہ عہد خارجی ہے تاہم اسے جنسی پر محمول بھی کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت سے امید کی جاتی ہے کہ نہ صرف مذکورہ حجاج کرام اس سے بہرہ ور ہو گئے بلکہ دیگر خلق کرنے والے مسلمان بھی اس سے مستفید رہیں گے۔ (انشاء اللہ) بشرطیکہ ثواب کی نیت سے خلق کریں۔ فی المشکوٰۃ

عن یحییٰ بن الحصین عن جدته انما سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجة

الوداع دعا للمحلقين ثلثا وللمقصرين مرة واحدة رواه مسلم.

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه
والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين عفا الله عنه

خواتین کا مصنوعی بال لگوانے کا حکم

سوال : اچکل بعض خواتین بازار سے مصنوعی بال خرید لیتی ہیں اور اپنے سر کے بالوں سے لگا لیتی ہیں تاکہ بال لمبے ہوں کیا شرعی اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب : اگر یہ بال انسان کے ہوں تو ناجائز ہے اور ان کا استعمال کرنا گناہ ہے اس پر لعنت آئی ہے۔ اس طرح خنزیر کے بال بھی استعمال کرنا ناجائز ہے ان کے علاوہ باقی جانوروں کے ہوں یا مصنوعی بال ہوں تو استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

فی الهدایة:

ولا يجوز بيع شعر الخنزير لانه نجس العين. وبعد اسطر قال: ولا يجوز بيع شعر الانسان ولا لانتفاع به لان الادمي مكرم لا مبتذل فلا يجوز ان يكون شيء من اجزائه مهاناً مبتذلاً وقد قال عليه السلام لعن الله الواصلة والمستوصلة. الحديث: وانما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن (ص ۵۷ ج ۳) وفي الدر المختار: (وشعر الانسان) لكرامة الادمي ولو كافراً ذكره المصنف وغيره في بحث شعر الخنزير قال العلامة ابن عابدین: الشامي تحت هذه المسئلة (وشعر الانسان) ولا يجوز الانتفاع به لحديث لعن الله الواصلة والمستوصلة. وانما يرخص فيما يتخذ من الوبر فيزيد في قرون النساء وذوائبهن (ص ۲۴۵ ج ۷)

الجواب صحيح
عبدالرحمن غفره الله
والله اعلم و علمه اتم واحكم
صلاح الدين جتوالي عفا الله عنه

باب التداوی

بچے کی پیدائش میں وقفہ!

سوال : کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام کہ اگر بیوی کی صحت اور تندرستی کا متاثر ہونا پیش نظر ہو تو اولاد کی پیدائش میں مناسب وقفہ کرنا کسی دوا کے ذریعے جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی محمد قاسم)

جواب : بچوں کی پیدائش میں وقفہ کرنا اگر خاندانی منصوبہ بندی کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ہو تو ہرگز جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی مصلحت (مثلاً بیوی کی صحت کی خرابی یا حمل کی وجہ سے پہلے والے

بچے کے لئے دودھ کی قلت) کی بناء پر ہو تو جائز ہے۔ تاہم اس سلسلے میں ہماری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی دواؤں کا استعمال عام طور پر عورت کی صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

قال العلامة الشامي في بحث العزل:

(وجاز لعذر) كالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها وليس لأبي الصبي
ما يستاجر به الظئر ويخاف هلاك الولد الى اخره (شامي ۹/ ۶۱۵)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

محمد شريف حسين

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

حاملہ عورت اگر مر جائے اور بچہ زندہ ہو تو پیٹ چاک کرنا چاہیے؟

سوال: ایک عورت حالت حمل میں تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا اور پیٹ میں بچہ زندہ ہے جو حرکت کرتا دکھائی دے رہا ہے تو کیا اب اس صورت میں ماں کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکالنا شرعاً درست ہے؟ اگر ہم اس کو نکالنے میں دیر لگائیں تو بچہ بھی چند لمحوں کے بعد مر جائیگا۔ شرعی مسئلے سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: ماں حالت حمل میں فوت ہو جائے اور پیٹ میں بچہ ہو، تو اگر قرآن اور علامات کے ذریعے بچے کے زندہ ہونے کا ظن غالب ہو جائے تو اس صورت میں ماں کا پیٹ چاک کر کے بچے کو نکالا جائے گا کیونکہ ایک انسان کی زندگی کو بچانے کے واسطے دوسرے انسان کی عظمت و احترام کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، تاہم پیٹ چاک کرتے وقت سہولت اور آسانی والا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں تعدی اور اذیت کا پہلو نمایاں نہ ہو۔

قال في التنوير و شرحه: حامل ماتت و ولدها حي يضطرب شق بطنها من الايسر
ويخرج ولدها ولو بالعكس وخيف على الام قطع و اخرج لو ميتا والا لا، كما في
كراهة الاختيار. (در المختار جلد ۳ صفحہ ۱۴۵)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

صلاح الدين جتري الى عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

منصوبہ بندی

سوال: فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے متعلق کہ بذریعہ آپریشن عورت کی بچہ دانی کو نکالنا یا دوسرا کوئی ایسا عمل کرنا جس سے عورت میں تولید کی طاقت باقی نہ رہے شرعاً جائز ہے؟ واضح رہے کہ عورت تندرست اور صحت مند ہے کسی قسم کی کوئی بیماری نہیں یہ محض اس وجہ سے کیا جا رہا ہے کہ بچے بہت

ہیں مزید کیا کریں گے یہی زندہ رہیں تو ہمارے لئے کافی ہیں۔

جواب: مستقل مانع حمل تدابیر (مرد کی نسبندی، عورت کا آپریشن) جس سے مرد و عورت کی صلاحیت تولید ختم ہو جاتی ہے ناجائز اور حرام ہے یہ اختصاء بنی آدم کی نظیر ہے جبکہ اختصاء بنی آدم حرام ہے۔ صحابہؓ نے حضور ﷺ سے خصی ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اسکی اجازت نہیں دی حتیٰ کہ صحابہؓ نے تبتل یعنی عورتوں سے علحیدگی یا نکاح نہ کرنے کی اجازت چاہی اسکی بھی اجازت نہیں ملی نیز نس بندی اور آپریشن میں ”تغییر خلق بھی ہے“ جسکو قرآن نے شیطانی عمل قرار دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

”وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَسْتَكُنْ اِذَا نَالِ الْاِنْعَامِ فَلْيَغْيِرْ خَلْقَ اللّٰهِ. سورة نساء آیت نمبر ۱۱۹

لہذا عام اور غیر اضطراری حالات میں نسبندی اور اس طرح کا آپریشن حرام اور ناجائز ہے، البتہ عورت کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ بچہ دانی دور کئے بغیر جان کا خطرہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

وعن سعد بن ابی وقاص قال رد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی عثمان بن مظعون التبتل ولو اذن له لاختصینا (متفق علیہ) مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۷ ص قال الامام نووی تحت هذا الحديث: وهذا محمول علی انهم كانوا یظنون جواز الاختصاء باجتہادهم ولم یکن ظنهم هذا موافقاً فان الاختصاء فی الادمی حرام صغیراً کان او کبیراً (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۲، ص ۳۴۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مریض بیوی کے علاج کس کے ذمہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بیوی اگر بیمار ہو جائے تو اس کا علاج شوہر کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ (مستفتی سبحان الدین)

جواب: میاں بیوی کا رشتہ اور تعلق ایسا نازک ہے کہ یہ ضابطہ سے نہیں رابطہ سے ہی قائم رہ سکتا ہے چنانچہ شوہر پر اگر ضابطہ کے تحت بیوی کا علاج ضروری نہیں تو بیوی پر اس کی خدمت مثلاً کھانا تیار کرنا گھر کی صفائی کا انتظام کرنا اور بچوں کو کھلانا وغیرہ بھی ضروری نہیں ہے۔ اس لئے دونوں کو چاہیے کہ واجب حقوق کے علاوہ خوش اخلاقی اور ایثار کا مظاہرہ آپس میں کریں تاکہ یہ رشتہ مضبوط رہے اور دونوں خوشی اور الفت کی زندگی گزاریں۔

وفی الہندیۃ

ولا یجب الدواء لمرض ولا أجرۃ الطیب ولا الفصد ولا الحجامة کذا فی السراج

الوہاج - (صفحہ ۵۴۹ جلد ۱)

وفی در المختار

(کما لا یلزم مداواتها) قال الشامی تحت هذه المسئلة أى اتیانہ لها بدواء المرض ولا أجره

الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة - (صفحہ ۲۸۵ جلد ۵)

وفی الهندیہ

وان قالت لا أطبخ ولا أخبز قال فی الكتاب لا تجبر علی الطبخ والخبز وعلی الزوج أن

یأتیها بطعام مهیاء أو یأتیها بمن یكفیها عمل الطبخ والخبز قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ

اللہ تعالیٰ ان امتنعت المرأة عن الطبخ والخبز انما یجب علی الزوج أن یأتیها بطعام

مهیا - (صفحہ ۵۴۸ جلد ۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

الکحل کی آمیزش والی ادویات!

سوال: ہومیو پیتھک کی مروجہ دوائیاں جن میں اکثر الکحل کی آمیزش ہوتی ہے۔ شریعت کی رو سے ایسی دواؤں کا استعمال جائز ہے؟ (مستفتی: محمد عزیز صاحب)

جواب: انگور یا تر کھجور کی شراب کے علاوہ دوسری کسی شراب کی اتنی مقدار جو نشہ آور نہ ہو اگر کسی دواء وغیرہ میں ملا دی جائے تو استعمال کرنا جائز ہے۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ آج کل کا مروجہ ”الکحل“ جسکی آمیزش دواء وغیرہ میں ہوتی ہے، انگور یا تر کھجور کی شراب سے نہیں بنایا جاتا بلکہ دیگر اثر بہ سے ماخوذ ہوتا ہے۔ اسلئے کسی بھی ماکول یا مشروب میں یا دواء (خصوصاً ہومیو پیتھک کی دواؤں) میں اگر اُس کی تھوڑی سی مقدار (جو کہ نشہ آور نہ ہو) شامل ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

فی الهندیہ: واما ما هو حلال عند عامة العلماء. فهو الطلاء وهو المثلث ونبذ التمر

والزبيب فهو حلال شربه مادون السكر لاستمرار الطعام والتداوی وللتقوی علی

طاعة الله تعالی لا للتلهى والمسكر منه حرام وهو القدر الذى يسكر وهو قول عامة

العلماء عالمگیریہ ج ۵ ص ۴۱۲

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ریچھ کی چربی کے استعمال کا حکم

سوال: بعض لوگ گنج پن کے نقص کو ختم کرنے کیلئے ریچھ کی چربی استعمال کرتے ہیں جو کہ بال

اگانے میں بڑا موثر سمجھا جاتا ہے۔ کیا ایسے ناپاک چیز کو دواء استعمال کرنے کی گنجائش ہے؟

جواب: صورت مذکورہ میں ریچھ کو شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو اسکی چربی خارجی استعمال کیلئے پاک ہو جائیگی۔ بالوں کو اگانے کی غرض سے لگانا جائز ہوگا۔ البتہ نماز کے وقت سردھولینا پابند ہے۔ بازاروں میں ریچھ کی جو چربی پائی جاتی ہے چونکہ وہ غیر مدبوح کی چربی ہوتی ہے اس لئے ضرورت شدیدہ کے بغیر اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

فی العلائق:

و ذبح ما لا يطهر لحمه وشحمه وجلده قال العلامة الشامي تحت قوله: حتى لو وقع في الماء القليل لا يفسده وهل يجوز الانتفاع به في غير الاكل؟ قيل لا يجوز اعتباراً بالاكل وقيل لا يجوز كازيت اذا خالطه ودك الميتة، والزيت غالب لا يוכל وينتفع به في غير الاكل. (رد المحتار على الدر المختار جلد ۹، ص ۴۴۶)

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

صلاح الدين جتري عفا الله عنه

تعویذ کا حکم

سوال: کیا ایسے تعویذ جن میں قرآنی آیات کے علاوہ کوئی اور کلمات وغیرہ لکھے ہوں انکا استعمال شرعاً درست ہے؟

جواب: تعویذ میں صرف قرآنی آیات درج کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اگر ایسے کلمات درج ہوں جن کے معنی معلوم ہوں اور ان میں کوئی مشرک نہ اور خلاف شرع بات نہ ہو تو انکے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: ولا بأس بالمعاذات اذا كتب فيها القرآن، أو أسماء الله تعالى، وانما تكره العوذة اذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو ولعله يدخله سحر أو كفر أو غير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شئ من الدعوات فلا بأس به. (رد المحتار ج ۶ ص ۳۶۳)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

الجواب صحيح

عبد الرحمن عفا الله عنه

شاهد اسحاق عفا الله عنه

شوہر کا بیوی کے دودھ کو پینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی ایسا مریض ہے جس کا علاج عورت کا دودھ ہے اب اس آدمی نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرا

نکاح ٹوٹ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مرض کی وجہ سے بیوی کا دودھ پینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (مستفتی سعید الرحمن)

جواب : مذکورہ صورت میں نکاح تو برقرار ہے لیکن عورت کا دودھ پینا مرد کے لئے حرام ہے اور سخت گناہ ہے اس دور میں ہر قسم کی ادویات عام ہیں۔ وہ کونسا مرض ہو سکتا ہے جس کا علاج صرف عورت کا دودھ ہی ہو؟ لہذا جب تک پوری تحقیق اور نیک و دیندار مستند ڈاکٹر یا حکیم ایسا حکم نہ دیں تو عورت کے دودھ پینے کی جرأت نہ کریں۔

وفی در المختار

مص رجل ثدی زوجته لم تحرم قال الشامی تحت هذه المسئلة قید به احترازا
عما اذا كان الزوج صغيراً فی مدة الرضاع فانها تحرم علیه - (صفحة ۲۲۱ جلد ۴)

وفی الهندیة

ولا بأس بأن یسقط الرجل بلبس المرأة ویستر به للدواء - (صفحة ۳۵۵ جلد ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین چترالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

باب المصافحة والسلام

مصافحہ ایک ہاتھ سے ہونا چاہئے یا دونوں ہاتھوں سے

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ کیا مصافحہ سنت ہے؟ اگر ہے تو دونوں ہاتھوں کے ساتھ یا ہاتھ کے ساتھ؟ وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی محمد عثمان - لاہور)

جواب : مصافحہ سنت ہے لقولہ علیہ السلام ”ان المؤمن اذا لقی المؤمن فسلم علیہ وأخذ علیہ بیدہ فصافحه تناثر ت خطایا ہما کما یعناثر ورق الشجر“ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے نہ کہ ایک ہاتھ سے

فی الدر المختار

السنة فی المصافحة بکلتا یدیه وتماہ فیما علقتہ علی الملتقی

قال العلامة ابن عابدين: وهی الصاق صفحة الكف بالكف واقبال الوجه بالوجه فأخذ

الاصابع ليس بمصافحة خلافاً للروافض، والسنة أن تكون بکلتا یدیه وبغير حائل من

ثوب أو غیره وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الابهام فأن فیہ عرفاً ینبت المحبة کذا

جاء فی الحدیث ذکرہ القهستانی وغیره. ۵۱ (ص ۵۳۸/۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کسی سے مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب کوئی معزز شخص سے کوئی ملتا ہے تو مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومتا ہے۔ شرعاً یہ فعل درست ہے؟ وضاحت کریں۔ (مستفتی حبیب اللہ)

جواب : دینی اعتبار سے کسی معزز شخصیت کے ہاتھ کو چومنا مرخص ہے۔ لیکن مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ کو چومنا مکروہ ہے اور جہل پر مبنی بات ہے۔

فی الہندیۃ

وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ بقاء صاحبہ فذلک مکروہ بالاجماع کذا فی

خزانۃ الفتاویٰ (ج ۵/۳۶۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نماز کے بعد مصافحہ کرنے کا حکم!

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ نمازی حضرات نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرتے ہیں۔ شرعی حیثیت سے اس طرح مصافحہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ (مستفتی عبدالجبار)

جواب : واضح رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت کا عمل ہے ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا سنت رسول اللہ ﷺ اور باعث اجر و ثواب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے

”ما من مسلمین يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل أن يتفرقا“ رواه احمد

والترمذی و ابن ماجہ

اس حدیث پاک سے مصافحہ کی فضیلت معلوم ہوئی۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے مسلمان سے ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ کرے۔ رہا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کا مسئلہ اس میں اگر کوئی امام سے ملاقات کی غرض سے آیا ہو تو مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے کی عادت بنالینا یا ثواب سمجھنا یا مصافحہ نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا کسی طرح سے جائز نہیں ہے۔ یہ روافض کا طریقہ ہے۔ اس لئے فقہائے کرام نے اس کو مکروہ اور بدعت

لکھا ہے۔ لہذا نماز کے بعد امام سے مصافحہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

فی الشامی

ان المواظبة علیہا بعد الصلوات خاصة قد يؤدي الجهلة الى اعتقاد سنيہا فی خصوص هذه المواضع وأن لها خصوصیه زائدة علی غیرها مع أن ظاهر كلامهم أنه لم يفعلها أحد من السلف فی هذه المواضع وكذا قالوا بسنية قـ أة السور (الثلاثة فی الوتر مع الترك أحيانا لثلا يعتقد وجوبها ونقل فی تبين المحارم عن الملتقط أنه تكره المصافحة بعد أداء الصلاة بكل حال لأن الصحابة رضی اللہ عنہم ما صافحو بعد أداء الصلاة ولأنها من سنن الروافض ثم نقل عن ابن حجر بن الشافعية أنها بدعة مكروهة لا اصل لها فی الشرع.

(صفحہ ۵۴۶ جلد ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

صلاح الدین جتوالی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کن لوگوں کو سلام کا جواب دینا چاہیے اور کن کو نہیں؟

سوال : ایک آدمی ٹیلی فون کرتا ہے آگے سے کوئی عورت فون اٹھا کر ہیلو کرتی ہے تو کیا اس کو سلام کرنا جائز ہے؟ نیز تفصیل کیساتھ بیان کریں کہ کن کن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے اور کن لوگوں پر سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے؟

جواب : ٹیلی فون اٹھا کر ہیلو کرنے والی عورت اگر محرم ہے تو پھر تو اسے سلام کرنا چاہیے، اور اگر غیر محرم ہے لیکن عمر رسیدہ بڑھیا خاتون ہے تو اس کو بھی سلام کر سکتے ہیں۔ اور اگر غیر محرم جوان عورت ہے اور دل میں غلط و سو سے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو پھر اسے سلام کرنا جائز نہیں ورنہ درست ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سترہ مواقع ایسے ذکر کیے ہیں جن میں سلام کرنا مکروہ ہے ان میں ۱۔ نمازی کو ۲۔ تلاوت کرنے والے کو ۳۔ ذکر کر نیوالے کو ۴۔ حدیث بیان کرنے والے کو ۵۔ خطیب کو ۶۔ جو آدمی ان کو غور سے سن رہا ہو اس کو ۷۔ فقہ کا تکرار کر نیوالے کو ۸۔ فیصلہ کرنے بیٹھنے والے کو، (مثلاً حاکم، امیر وغیرہ کو) ۹۔ فقہی مسائل میں بحث کرنے والوں کو ۱۰۔ مؤذن کو ۱۱۔ مدرس کو ۱۲۔ نو جوان اجنبیات کو ۱۳۔ شطرنج کھیلنے والے کو ۱۴۔ اسی طرح کی دوسری لغویات میں مشغول لوگوں کو ۱۵۔ جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ سرگوشی وغیرہ کر رہا ہو اس کو ۱۶۔ کافر کو ۱۷۔ جس کا ستر کھلا ہو اس کو اور پیشاب کرنے والے کو۔

صاحب درمختار نے اس مضمون کو نظم کی صورت میں ذکر کیا ہے۔

وفی النہر عن صدر الدین الغزی:

سلامک مکروہ علی من ستسمع..... ومن بعد ما أبدی یسن ویشرع
مصل وقال ذاکر و محدث..... خطیب ومن یصغی الیہم ویسمع
مکرر فقہ جالس لقضائہ..... ومن بحثوا فی الفقہ دعہم لینفعوا
مؤذن ایضاً و مقیم مدرس..... کذا الاجنیبات الفتیات امنع
ولعاب شطرنج وشبه بخلقہم..... ومن ہو مع اہل لہ یتمتع
ودع کافراً ایضاً و مکشوف عورہ..... ومن ہو فی حال التغوط اشنع

(الدر المختار ج ۲ ص ۳۷۳-۳۷۴)

اور سلام کا جواب دینا جن لوگوں پر واجب نہیں ان میں وہ شخص جو نماز میں ہو یا کھانے میں مشغول ہو یا پینے میں مشغول ہو یا قراءۃ کر رہا ہو یا دعا مانگ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو یا خطبہ میں ہو یا تلبیہ کہہ رہا ہو یا قضاء حاجت کر رہا ہو یا اقامت میں ہو یا اذان میں ہو یا بچے نے سلام کیا ہو یا نشے کی حالت میں کسی نے سلام کیا ہو یا نو جوان عورت نے سلام کیا ہو جس سے فتنے میں پڑنے کا خوف ہو یا فاسق نے سلام کیا ہو (مناسب یہ ہے کہ اسکو جواب دیا جائے) یا اونگھنے والے نے سلام کیا ہو یا سوئے ہوئے نے سلام کیا ہو یا حالت جماع میں ہو یا فیصلہ کر رہا یا حمام میں ہو یا مجنون ہو۔
علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو نظم کی صورت میں جمع کیا ہے جسے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔

وقد نظم الجلال السیوطی المواضع التی لایجب فیہا رد السلام ونقلہا
عنہ الشارح فی ہامش الخزائن فقال:

رد السلام واجب الاعلی..... من فی الصلوۃ أو بأکل شغلا
أو شرب أو قراءۃ أو ادعیہ..... أو ذکر أو فی خطبۃ أو تلبیہ
أو فی قضاء حاجۃ الانسان..... أو فی اقامۃ أو الأذان
أو سلم الطفل أو السكران..... أو شابۃ یخشى بہا افتتان
أو فاسق أو ناعس أو نائم..... أو حالۃ الجماع أو تحاکم
أو کان فی الحمام أو مجنوناً..... فواحد من بعدہا عشرونا

(رد المختار ج ۲ ص ۳۷۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

شاهد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سلام کا سنانا ضروری ہے

سوال: ایک شخص بعض دفعہ دوسرے کو سلام کرتا ہے اتنی پست آواز سے کہ سامنے والے کو سنائی نہیں

دیتی یا اتنی یا بلند آواز سے کرتا ہے لیکن سامنے والا ذہناً حاضر نہیں ہوتا یا مشغول اس قدر ہوتا ہے کہ اس کو پتہ تک نہیں چلتا۔ کیا اب اس کے ذمے فرض باقی رہا؟

جواب: سلام کرنے والے کا سلام جب سامنے والے کو نہ پہنچے یا سنائی نہ دے تو اسکے ذمے میں اس کا جواب واجب نہیں کیونکہ سلام کا جواب بغیر سننے دینا واجب نہیں۔ اسی طرح سلام کا جواب بھی اتنی آواز سے ہو کہ سلام کرنے والے کو پہنچ جائے ورنہ آپ کے ذمے واجب باقی رہے گا۔

فی البزازیة: السلام اذا لم يسمعه المسلم لا ينوب عن الفرض لان الرد لا يجب بلا سماع فكذا الجواب لا يحصل الا به وان المسلم اصم يريه الراد يحريك الشفتين وكذا في جواب العاطس. (بزازیة علی هامش الہندیة جلد ۴ صفحہ ۳۵۵)

واللہ اعلم بالصواب

محمد عزیز جتوئی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

سلام کے جواب دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض لوگ سلام کا جواب دیتے ہوئے ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ کے بعد و مغفرتہ وغیرہ کے الفاظ بڑھا دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے اور جب دو آدمی ایک دوسرے کو ایک ساتھ سلام کریں تو جواب دونوں پر واجب ہے یا ایک پر؟ (مستفتی سجاد احمد)

جواب: سلام کا جواب ”وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ“ سے دینا چاہیے مزید الفاظ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔

وفی الہندیة

ولأفضل للمسلم أن يقول السلام عليكم ورحمة الله وبركاته والمجيب كذا لك يرد ولا ينبغي أيزاد على البركات شيء قال ابن عباس رضي الله عنهما لكل شيء منتهى ومنتهى السلام البركات - (صفحہ ۳۲۵ جلد ۵)

وفی الدر المختار

ولا يزيد الراد على وبركاته قال الشامي تحت هذا القول قال في التاتر خانيه والأفضل للمسلم أن يقول: السلام عليكم ورحمته الله وبركاته والمجيب كذا لك يرد ولا ينبغي أن يزداد على البركات شيء - (صفحہ ۵۹۳ جلد ۹)

اس طرح جب دونوں ایک دوسرے کو ایک ساتھ سلام کریں تو جواب دونوں پر واجب ہے۔

وفی الشامی

قال الشامی عن التاتر خانیہ واذا التقیا فأفضلهما يسبقهما فان سلما معاً يرد
كل واحد - (صفح ۵۹۶ جلد ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

باب الستر والحجاب

دروازوں پر پردے لٹکانے کا حکم

سوال: دروازوں پر پردے لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ضرورت کیلئے جائز ہے تکبر اور نمائش کی نیت سے لٹکانا مکروہ ہے۔

فی الہندیۃ:

ادخاء الستر علی الباب مکروہ نص علیہ محمد فی السیر الکبیر لانه زینۃ وتکبر ان
کل ما کان علی وجه التکبر یکره وان فعل لحاجة وضرورة لا هو المختار وکذ.
(فی الغیاتیۃ . جلد ۵ صفحہ ۳۵۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

عورت کے لئے کسی اجنبی شخص کی آواز سننا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ کہ عورت کے لیے کسی
اجنبی شخص کی آواز پر تقریر، حمد، نعت، یا نظم کی کیسٹ یا براہ راست پردہ کے پیچھے سننا جائز ہے یا نہیں؟
ازراہ کرم جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ المستفتی شاہد سحبان

جواب: عورت کے لیے فی نفسہ مرد کی آواز سننا جائز ہے تاہم اگر خوف فتنہ ہو اور ذہن میں
پراگندہ خیالات پیدا ہوتے ہوں تو ممنوع ہے۔

فی الشامیۃ ویؤخذ مما هنا تقييده بما اذا كان بغير شهوة فلو بها منع مطلقا والعلة
خوف الفتنة واللہ اعلم (ص ۳۷۲ ج ۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بارات کیساتھ عورتوں کے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام؟

کہ آجکل شادی کے موقع پر ایک رسم یہ بھی ہے کہ جب دلہن کو لے آنے کے لیے دولہا لوگ چلتے ہیں تو دولہا کے چند رشتہ دار خواتین (جیسے اسکی بہنیں، یا بھتیجیاں وغیرہ) بھی انکے ساتھ دلہن کو لانے کے لیے چلتی ہیں۔ کیا ان کا یہ جانا جائز ہے؟

جواب : چونکہ رشتہ ازدواج انسانی زندگی کا اہم ترین معاملہ ہے جس کے انجام پانے میں عورتوں کے تعاون کے بغیر بسا اوقات دشواریاں پیدا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔

اس لیے مندرجہ بالا (فی السؤال) صورت میں دولہا کے ساتھ اس کی محرم خواتین جیسے بہنوں، بھتیجیوں وغیرہ کا جانا جائز ہے بشرطیکہ پردے کا بھرپور اہتمام کرتے ہوئے، شرع کے احکام کی رعایت رکھتے ہوئے دولہا کے ہمراہ چلی جائیں۔

فی القرآن الکریم: وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج
الجاهلیۃ الاولیٰ

قال العلامة الوسی قدس سرہ تحتہ : وهذا لا ینافی خروجھن للحج او لما فیہ مصلحة
دینیۃ مع التستر والابتذال (روح المعانی ۹/۲۲) وفیہ: بان الامر بالاستقرار فی
البیوت والنہی عن الخروج لیس مطلقا والا لما اخرجھن صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول
الایۃ للحج والعمرة ولما ذهب بہن فی الغزوات ولما رخصھن لزیارة الوالدین وعبادة
المرضى وتعزیزة الاقارب وقد وقع کل ذلك کما تشهد بہ الاخبار (روح المعانی)

الجواب صحیح
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

عورت کیلئے ٹیلیفون اٹھانے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں؟ کہ کیا گھر میں کوئی مرد موجود نہ ہو نیکی صورت میں عورت ٹیلی فون اٹھا کر بات کر سکتی ہے؟ نابالغ بچی کا اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب : گھر میں اگر مرد موجود نہ ہو، یا کوئی ایسا بچہ جو کال کرنے والے کو جواب دیکر مطمئن کر سکے موجود نہ ہو اور ٹیلیفون اٹھانے کی ضرورت بھی ہو تو ایسی صورت میں عورت ٹیلی فون اٹھا کر بات کر سکتی ہے۔ الا یہ کہ خاوند یا ولی منع کر دیں، تاہم نرم لہجہ استعمال کرنے سے پھر بھی گریز کرے۔

رہا نابالغہ (بچی) کا مسئلہ سو اگر وہ حد شہوت کو نہ پہنچی ہوئی ہو تو اس کا حکم خواتین جیسا نہیں ہے اور اگر حد شہوت کو پہنچی ہو تو اس کا حکم بھی پردہ وغیرہ کے سلسلے میں بڑی عورتوں جیسا ہے۔

فی القرآن الکریم: ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن . وفیه: ولا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا . وفیه: واذا سألتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب (سورة الاحزاب) وفی الشامیة: ولومعهن صبیة لم تبلغ حد الشهوة واطاقت غسله علمنها غسله لان حکم العورة غیر ثابت فی حکمها (جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین جتالی عفا اللہ عنہ

رضاعی بیٹے کی ماں اجنبی ہے!

سوال: زید اور عمر دونوں نے چاہا کہ آپس میں رشتہ جڑ جائے چنانچہ زید کی بیوی نے عمر کے بچے کو دودھ پلایا اور عمر کی بیوی نے زید کے بچے کو دودھ پلایا۔ کیا اب زید کی بیوی عمر کے سامنے اور عمر کی بیوی زید کے سامنے آسکتی ہے؟ یعنی کیا ان دونوں کے درمیان پردہ ضروری ہے؟ (مستفتی محمد ایوب باجوڑی)

جواب: مذکورہ صورت میں دودھ پلانے کے سبب سے زید کی بیوی عمر کے بچے کی رضاعی ماں تو بن گئی تاہم وہ خود عمر کے حق میں اجنبیہ (غیر محرم) ہی ہے۔ اسی طرح عمر کی اہلیہ اور زید کے بچے کے درمیان محرمیت تو پائی گئی تاہم وہ خود زید کے ہتھمیں بدستور اجنبیہ ہی ہے۔ نیز عمر زید کے بچے کا رضاعی باپ تو بن گیا تاہم ان کی اہلیہ کے حق میں بدستور اجنبی ہی ہے۔ بالکل اسی طرح زید بھی عمر کے بچے کا رضاعی باپ تو بن گیا لیکن ان کی اہلیہ کے حق میں اجنبی ہی قرار پائے گا۔

لہذا ان کی بیویوں کا ایک دوسرے کے بچوں کو دودھ پلانے سے ان (مردوزن) کی آپس میں محرمیت ثابت نہیں ہوتی۔ اسلئے ایک دوسرے سے پردہ ضروری ہے۔

فی سورة النور: قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم .

یاد رہے کہ ہر وہ دو مرد و عورت جن کے درمیان کوئی نسبی، یا رضاعی، یا سرالی محرمیت (رشتہ داری) نہ ہو تو ان کا ایک دوسرے سے پردہ ضروری ہے۔

قال المفسر العلام الوسی:

تحت قوله "وقل للمؤمنت" الآية: فلا ینظرن الی ما لا یحل لهن النظر الیه.....وفی الزواجر لابن حجر المکی: کما یحرم نظر الرجل المرأة یحرم نظرها الیه ولو بلا شهوة ولا خوف فتنة، نعم ان کان بینهما محرمیة نسب أو رضاع أو مصاهرة نظر کل الی ماعداء بین سرّة الآخر ورکبته اه (روح المعانی جزء ۱۸ ص ۱۴۰)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

اجنبی عورت پر نظر پڑ جانے کا حکم

سوال : بعض لوگوں سے سنا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کسی اجنبی عورت کو پہلی مرتبہ دیکھنے سے گناہ نہیں ہوتا اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم نظر جما کر ایک ہی بار دیکھتے ہیں بار بار نہیں دیکھتے یعنی نمٹکی باندھتے ہیں کیا واقعی حدیث میں اس طرح آیا ہے؟ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ یہ بات اسلام کے مزاج کے خلاف ہے برائے مہربانی شریعت کا حکم بتادیں۔

جواب : کسی اجنبی عورت کی طرف نمٹکی باندھنا یعنی مسلسل گھورتے رہنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے جس حدیث میں اچانک پہلی نظر پڑ جانے کے معاف ہونیکا ذکر ہے وہ یہ ہے۔

عن بريدة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى يا على لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الاخرة رواه احمد والترمذي وابوداود والدارمي . (مشکوٰۃ ص ۲۶۹)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو نظر بلا قصد و ارادہ کسی اجنبی عورت پر پڑ جاتی ہے چونکہ وہ انسان کے اختیار سے باہر ہے اس لئے وہ معاف ہے اس میں اصل چیز قصد و ارادہ ہے پہلی نظر کا ذکر اس لئے کر دیا کہ وہ عموماً بغیر ارادہ کے اچانک پڑتی ہے چنانچہ خود مشکوٰۃ کے محشی نے وضاحت کر دی ہے کہ اعتبار قصد و ارادے کا ہوگا اسی طرح ایک دوسری حدیث میں بھی مسلسل گھورتے رہنے کی صریح ممانعت آئی ہے چنانچہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اپنی نظر کو پھیر دو۔ قرآن پاک میں تو شروع ہی سے نظر کو نیچے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اچانک نظر پڑ جانے کی نوبت ہی نہ آئے معلوم نہیں وہاں حسن فانی کے دلدادہ کیا تاویل کریں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بد نظری بدترین گناہ ہے جو بنص قرآنی ناجائز اور حرام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنے والے اور جو بن سنور کر نکل جائے (کہ میری طرف کوئی دیکھے) دونوں پر لعنت فرمائی ہے اس لئے ہر مسلمان کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور اللہ کے ہر حکم کے سامنے بغیر تاویل کے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

منہ بولی بیٹی کا پردے اور میراث وغیرہ میں حکم

سوال : ہندہ نے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے کسی لاوارث بچی کو اپنی بیٹی بنا لیا سگی بیٹی کی طرح اسکو پالتی رہی اور شوہر بھی اس پر ہندہ سے راضی ہے بعد میں اور بچے پیدا ہونے لگے اب اس منہ بولی بیٹی اور سگے بچوں کو بغیر فرق کے پالتی ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس منہ بولی بیٹی کو ہندہ کے بھائی یا محرم رشتہ داروں سے پردہ کرنا چاہیے یا اسکی حیثیت سگی بیٹی کی ہے۔ نیز بعد میں میراث لینے میں یہ منہ بولی بیٹی میراث کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں؟

جواب : منہ بولی بیٹی شرعاً بیٹی قرار نہیں پاتی اپنی طرف نسبت کرنا بھی غلط ہے اس کے لئے ہندہ کے تمام محرم رشتہ داروں سے پردہ لازم ہے اور ہندہ کے رشتہ داروں کو بھی احتیاط کرنا لازم ہے۔ اسی طرح میراث کے مطالبہ کا بھی اس کو شرعاً حق حاصل نہیں الغرض سگی بیٹی کے احکام اس پر جاری نہیں ہونگے، مذکورہ صورت میں بہتر یہ ہے کہ اس منہ بولی کا کسی مناسب شخص (جن میں ہندہ کی اولاد اور رشتہ دار بھی شامل ہیں) سے عقد نکاح کرادیا جائے اور اس کیساتھ پردہ کا لحاظ رکھتے ہوئے حسن سلوک جاری رکھیں۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ : وما جعل ادعیاءکم ابنائکم ذالکم قولکم بافواہکم واللہ
 یقول الحق وهو یہدی السبیل۔ ادعوہم لابنائہم ہو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا ابائہم
 فاحوانکم فی الدین وموالبکم..... (سورۃ الاحزاب ایت نمبر ۵۴)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فصل فی متفرقات الحظر والاباحۃ

صبح سویرے دکان کھولنے کا حکم

سوال : دکان کی برکت کے بارے میں بتائیں صبح سویرے نماز کے بعد دکان کھولنا بہتر ہوتا ہے یا جب سورج نکل آئے کیا شریعت میں اس کے بارے میں کوئی حکم ہے؟ (مستفتی محمد امجدوزیرستانی)

جواب : مذکورہ سلسلے میں شریعت مطہرہ کا باقاعدہ کوئی حکم نہیں ہے۔ تاہم شریعت کی رو سے صبح سویرے دکان کھولنا (حلال روزی کی تلاش میں نکلنا) وغیرہ ممدوح و پسندیدہ ضرور ہے۔

نیز حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ”فجر کی نماز کے بعد سونا نہیں چاہیے کیونکہ اس وقت بندوں

کا رزق تقسیم ہوتا ہے۔“

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ”الا فاتقوا الله واجملوا في الطلب“
(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۵۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین غفرلہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

چرس اور افیون کی اسمگلنگ

سوال : کیا چرس اور افیون کی اسمگلنگ جائز ہے؟ (مستفتی امجد)

جواب : اسمگلنگ (Smugling) قانوناً جرم ہے۔ جس میں مال و عزت وغیرہ کا نقصان ہے۔
لہذا منفعت کے حصول کے لئے اپنی عزت مال، وقت وغیرہ کو خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔
رہی مذکورہ اشیاء (چرس، افیون) کی محض تجارت چونکہ آج کل دواؤں میں ان کا بکثرت
استعمال ہونے لگا ہے اس لئے ضرورت کی وجہ سے متاخرین علماء کرام نے ان کی خرید و فروخت کو جائز
قرار دیا ہے۔

ہاں اگر کسی شخص کے بارے میں یہ غالب گمان ہو جائے کہ وہ اس سے نشہ آور اشیاء (جیسے
ہیروئن وغیرہ) بنائے گا تو اس پر بیچنا تعاون علی المعصیت ہونے کی بناء پر مناسب نہیں ہے۔
لقلہ تعالیٰ:

ولا تملفوا بأیدیکم الی التهلکة (سورة البقرہ) (ومثلہ فی البحر الرائق ۴/۲۰۰ مطبوعہ
ایچ ایم سعید)

فی التنبیہ و شرحہ:

(وصح بیع غیر الخمر) ممانر، ومفادہ صحۃ بیع الحشیۃ ولأفیون. (جلد ۱۰/۳۵)
قال الشامی:

أقول: ... ان مراد صاحب الهدایة وغیرہ اباحۃ قلیلة للتداوی ونحوہ، ومن اراد
صرح بحرمتہ اراد بہ القدر المسکر منه، یدل علیہ ما فی غایۃ البیان عن شرح
شیخ الاسلام: اکل قلیل السقمونیا البنج مباح للتداوی، وما زاد علی ذلک
اذا کان یقتل او یذهب العقل حرام ۱۰/۵۰۰...
یحرم تناول القدر المضر منها دون القلیل النافع، لأن حرمتها لیت بعینہا بل
لضررها. (۱۰/۴۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین غفرلہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیرون ممالک سے بلیک پر چیزیں لانے کا حکم

سوال : پشاور سے بیرونی ممالک کی چیزیں بلیک پر لانا مثلاً چائے کا تھر ماس، جرمن کی بنی ہوئی لائین وغیرہ کیا یہ بلیک جائز ہے؟ نیز راستے میں کسٹم اہلکاروں کو پتہ چلے تو ہم کچھ رقم ان کو دے دیتے ہیں کیا یہ رشوت میں شمار ہوگی؟ اور کیا ہم اس سے گناہ گار ہوں گے؟ (مستفتی)

جواب : جو اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں ان پر حکومت تاجروں سے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو اور قومی خزانہ میں جمع ہو کر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو تو پھر سامان تجارت چوری چھپے لانا مناسب نہیں کیونکہ حکومت وقت درآمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس لگانے کی مجاز ہے، البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں ناقابل برداشت اضافہ کر کے تاجروں کو تنگ کرتی ہو اور ٹیکس کے نام سے وصول کی گئی رقم قومی خزانہ کے بجائے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کرتی ہو تو ایسی صورت میں مال لانے والا ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدابیر اختیار کرے تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ دروغ گوئی، خیانت اور دھوکہ بازی سے بہر حال اجتناب ضروری ہے۔

قال القاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء ان کان البلد تغراً یتأخّم دار الحرب وکانت اموالهم اذا دخلت دار السلام معشورة من صلح استقر معهم اثبت فی الدیوان عقد صلحهم وقدر الماخوذ منهم من عشر او خمس او زیادة او نقصان منه وان کان یختلف باختلاف الأزمنة والاموال فضلت فیہ وکان الدیوان موضوعاً لا خراج رسومہ والاستفتاء ما یرفع الیہ من مقدار الامتعة المحمولة الیہ. (الأحكام السلطانية ص ۲۴۶ بحوالہ حقانیہ ۷۰/۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین عفی عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ناپ تول میں کمی کا حکم!

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ دکاندار ہے بعض مرتبہ ہم کسی خوشبو وغیرہ کے اسپرے کو اپنے کپڑوں پر بھی استعمال کر لیتے ہیں پھر اس اسپرے کو گاہک پر مرضی کے ریٹ پر بیچ دیتے ہیں گاہک اسپرے کو کھول کر دیکھ بھی لیتا ہے جس میں بوتل میں واضح عطر کی مقدار دکھائی دیتی ہے لیکن ایک دو مرتبہ استعمال سے مقدار میں کوئی واضح کمی نظر نہیں آتی۔ کیا یہ ناپ تول کی

کمی میں آئے گا؟ ریٹ میں ہم کوئی کمی نہیں کرتے۔ (مستفتی)

جواب : مذکورہ خوشبو کی شیشی میں موجود عطر میں چونکہ معیوب کمی واقع نہیں ہوتی، اس لئے اس کی فروخت میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم خریدنے والے کو اپنے قول یا فعل کے ذریعے یہ تاثر نہ دے کہ یہ بالکل نیا پیک (New Pack) ہے، غیر استعمال شدہ ہے۔ اگر اس خوشبو کی مقدار میں نمایاں کمی واقع ہو یعنی جو خرید و فروخت میں عیب سمجھا جاتا ہو تو اس کے بارے میں گاہک کو اطلاع کئے بغیر بیچنا ناجائز ہے۔ ہاں اگر خریدنے والے کو اس کا علم ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

لما قال العلامة الحصكفي:

لا يحل كتمان العيب في مبيع او ثمن لأن الغش حرام (الدر المختار ۴/۲۳۰)

فی مشکوٰۃ:

وعن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی صبرة طعام فادخل یدہ فیما فنالت اصابعہ بللاً فقال ما هذا یا صاحب الطعام قال اصابته السماء یا رسول اللہ قال افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس من غش فلیس منی رواہ مشکوٰۃ، المصابیح (ص ۲۴۸)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایزی لوڈ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ بعض ٹیلی کام کمپنیاں ایزی لوڈ (Easy Load) کے نام سے ایک سہولت فراہم کرتے ہیں کہ صارف جتنا چاہے اتنے بیلنس اپنے موبائل میں لوڈ کر سکتا ہے۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ صارف بیلنس ڈالنے دکان پر جاتا ہے تو پیسے کی ادائیگی پہلے کرتا ہے اور بیلنس بعد میں اس کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ بسا اوقات دکاندار کے پاس بیلنس نہیں ہوتا پیسے وصول کرتا ہے اور جب اس کے پاس بیلنس آتا ہے تو بھیج دیتا ہے، کیا شرعاً یہ بیع درست ہے؟ (مستفتی عمران خان)

جواب : صارف کا دکاندار کے ساتھ مندرجہ بالا معاملہ شریعت کی رو سے بالکل درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

فی التنویر :

هو مبادلة شیئ مرغوب لیه بمثلہ..... علی وجه مخصوص ای بایجاب او تعاط ویکون

بقول او فعل، اما القول

فالایجاب والقبول (الی آخره) (تنویر الابصار: جلد ۷/ ۱۴)

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

محمد شریف حسین

ایسے موبائل فون کیساتھ لیٹرین جانا جس میں قرآن کریم محفوظ ہو!

سوال: کیا فرماتے ہیں، علمائے دین، ومفتیان شرع متین، اس مسئلے میں کہ آج کل موبائل میں یہ سسٹم شروع ہوا ہے کہ اس میں پورے قرآن کو محفوظ کیا جاتا ہے، اب یہی موبائل جیب میں ہوتا ہے اور آدمی لیٹرین میں جاتا ہے یا دیگر نامناسب مقامات سے گزرتا ہے۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔؟ (مستفتی بخت نواز دیروی)

جواب: مذکورہ موبائل سیٹ (Mobile Set) جس میں قرآن کریم محفوظ ہو، کو لے کر بیت الخلاء (Bath Room) جانا جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔

لہذا بہتر یہ ہوگا کہ باہر ہی کسی جگہ محفوظ کرے اور قضاء حاجت سے فارغ ہو جائے۔ یا کسی کپڑے، پرس وغیرہ میں بند کر کے جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ مذکورہ موبائل سیٹ کو لے کر دیگر نامناسب جگہوں (جیسے استنجاء خانہ وغیرہ) میں جا۔ نہ کا بھی یہی حکم ہے جو مذکور ہوا۔

(ویکرہ دخول المخرج) ای الخلاء (وفی اصبعہ حاتم فیہ شیء من القرآن) أو من أسمائہ تعالیٰ (لما فیہ من ترک التعظیم) وقیل لایکرہ ان جعل فصہ الی باطن الکف، لو کان مافیہ شیء من القرآن أو من اسمائہ تعالیٰ فی حبیبہ لابس بہ وکذا لو کان ملفوفا فی شیء والتحرز اولیٰ. (صفحہ ۶۰)

وفی حاشیۃ الطحطاوی:

(ویکرہ الدخول للخلاء ومعہ شیء مکتوب الخ)

..... تم محل الکراہۃ ان لم یکن مستورا فان کان فی جیبہ فانه حیث لا بأس بہ و فی القہستانی عن المنیۃ: الأفضل أن لا یدخل الخلاء وفی کمہ مصحف الا اذا اضطر ونرجو أن لایاثم بلا اضطرار! (صفحہ ۳۰) وفی الفقہ الاسلامی وأدلته:

ألا یحمل مکتوبا ذکر اسم اللہ علیہ، أو کل اسم معظم کالملائکۃ والعزیز والکریم و محمد وأحمد. لماروی انس (رضی اللہ عنہ) "أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل الخلاء وضع خاتمہ" (رواہ ابن ماجہ و أبو داؤد) وکان فیہ: محمد رسول اللہ، فان احتفظ بہ، واحترز علیہ من السقوط فلا بأس. (جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

عام اوراق اور مقدس اوراق کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام لکھائی (جس پر کوئی مقدس کلمہ نہ ہو) کے حروف والی کاغذ یا مقدس نام یا قرآن کی آیتیں والے کاغذ جلانے چاہیے یا کسی نہر میں ڈالنا چاہیے ہمارے علاقہ میں نہر نہیں ہے۔ (۲) کیا عام لکھائی کے کاغذات بھی زمین پر ڈالنا گناہ ہے نیز انگریزی زبان میں مقدس نام لکھا ہوا ہو تو بھی نہ کرنا چاہیے؟ (مستفتی محمد دین)

جواب: قرآنی آیات پر مشتمل اوراق کو جلانا نہیں چاہیے، بلکہ کسی محفوظ مقام پر انہیں دفن کرنا چاہیے۔ اگر لحد (بغلی گڑھا) بنا کر اس میں دفن کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ مٹی کے ساتھ ملوث نہ ہو۔

دیگر مقدس الفاظ پر مشتمل اوراق، کاغذات (اگرچہ انگریزی لکھائی کیوں نہ ہو) میں سے پہلے ان (مقدس) ناموں وغیرہ کو نکال کر الگ کرنا چاہیے پھر انہیں جلانا چاہیے۔ عام لکھائی (یعنی غیر مقدس الفاظ) پر مشتمل اوراق، کاغذات وغیرہ کو زمین پر ڈالنا (یا رکھنا) گناہ نہیں ہے۔ البتہ ادب و احترام کے خلاف ہے لہذا ادھر ادھر پھینکنے کے بجائے انہیں جلانا وغیرہ زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

واضح رہے کہ قرآنی آیات یا مقدس الفاظ پر مشتمل اوراق وغیرہ کو دفنانا اگر مشکل ہو تو انہیں نہر میں ڈالنا، دریا میں ڈالنا، سمندر کنویں میں ڈالنا بھی جائز ہے۔

فی الدر المختار:

الکتاب اللتی لا ینتفع بها یمحی عنہا اسم اللہ و ملائکتہ و رسلہ و یحرق الباقی ولا بأس بأن تلقی فی ماء جار کما ہی أو تدفن وهو أحسن کما فی الانبیاء۔
قال الشامی تحتہ:

والدفن أحسن کما فی الانبیاء و الأولیاء اذا ماتو و کذا جمیع الکتاب اذا بلیت و خرجت عن الانتفاع بها اه۔ یعنی ان الدفن لیس فیہ إخلال بالتعظیم، لان أفضل الناس یدفنون و فی الذخیرة: المصحف اذا صار خلقا و تعذر القراءة منه لا یحرق بالنار، الیہ أشار محمد وبہ ناخذ، ولا یکره دفنه و ینبغی، أن یلف بخرقه طاهرة و یلحدله، لأنه لو شق و دفن یحتاج الی اہالة التراب علیہ و فی ذلک نوع تحقیر، الا اذا جعل فوقه سقف، وان شاء غسلہ بالماء او وضعه فی موضع طاهر لاتصل الیہ ید محدث ولا غبار ولا قدر تعظیما لکلام اللہ عزوجل۔ (شامی جلد ۹/۲۰۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

قرآن پاک کے بوسیدہ اوراق کو جلانے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کے بوسیدہ ورق، اخبار یا کاپی میں لکھی گئی آیت قرآنی کو جلانا جائز ہے یا نہیں جبکہ پڑے رہنے کی صورت میں تحقیر کا اندیشہ ہو؟ (مستفتی زیر)

جواب : قرآن پاک کے بوسیدہ ورق یا اخبار میں لکھی گئی آیت کو اس غرض سے جلانا (کہ پڑے رہنے کی صورت میں تحقیر تو ہیں کا اندیشہ ہے) مناسب نہیں ہے۔ اس طرح کے ورق یا اخبار میں لکھی گئی آیت کو ایسی جگہ دفن کرنا چاہیے جہاں اس کی توہین کا اندیشہ نہ ہو۔ دفن کرنے کا طریقہ بھی احترام والا اپنائے بہتر یہ ہے کہ میت کی طرح ایسے اوراق کو دفن کیا جائے۔

فی الشامیة

وفی الذخیرة : المصحف اذا صار خلقا وتعذر القراءة منه لایحرق بالنار الیہ اشار محمد وبہ ناخذ ولا یکره دفنه وینبغی ان یلف بخرفة طاهرة ویلحدله لانه لوشق و دفن یمحتاج الی اهالة التراب علیہ وفی ذالک نوع تحقیر الا اذا جعل فوقه سقف وان شاء غسله بالماء او وضعه فی موضع طاهر لاتصل الیہ یدمحدث ولا غبار ولا قدر تعظیماً لکلام الله عزوجل - (ص ۶۰۵ ج ۹)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

خیر و برکت کی نیت سے مصحف کو گھر میں رکھنا جبکہ تلاوت نہ کی جائے!

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی گھر میں قرآن پاک خیر و برکت کی نیت سے رکھتا ہے جبکہ اس کی تلاوت نہیں کرتا کیا اس طرح بغیر تلاوت کے رکھنا شرعاً جائز ہے؟ (مستفتی نعیم الحق)

جواب : قرآن پاک گھر میں رکھنا ہر حال میں باعث خیر و برکت ہے چاہے تلاوت کرے یا نہ کرے البتہ تلاوت کئے بغیر گھر میں بند کر کے رکھنا مناسب نہیں ہے اور قرآن کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔

فی الہندیة

رجل أمسک المصحف فی بیتہ ولا یقرأ قالوا ان نوى به الخیر والبرکة لا یأثم بل یرجى له الثواب کذا فی فتاویٰ فریضخان - (ص ۳۲۲ ج ۵)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

چھینکیں آنے والے کے بارے میں حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی کو زکام کی وجہ سے بار بار چھینک آتی ہے تو کیا بار بار جواب دینا ضروری ہے یا ایک بار کافی ہے؟ (مستفتی غلام نبی)

جواب : ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کئی حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک چھینکنے والے کے ”الحمد للہ“ کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا بھی ہے۔ اگر مسلسل چھینکیں آرہی ہوں تو تین مرتبہ جواب دینا ضروری ہے۔ تین مرتبہ سے زیادہ جواب نہ دینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر جواب دیا تو بہتر ہے بشرطیکہ چھینکنے والا ”الحمد للہ“ کہتا رہے۔

وفی الہندیۃ

تشمیت العاطس واجب ان حمد العاطس فی شتمتہ الی ثلاث مرات وبعد ذالک ہو مخیر کذا فی السراجیۃ ینبغی لمن یحضر العاطس ان یشمت العاطس اذا تکرر عطاسہ فی مجلس الی ثلاث مرات فان أعطس اکثر من ثلاث مرات فالعاطس یحمد اللہ تعالیٰ فی کل مرۃ فمن کان بحضرۃ ان شتمتہ فی کل مرۃ محسن وان لم یشمت بعد الثلاث فحسن ایضا کذا فی فتاویٰ قاضیخان - (صفحہ ۳۲۶ جلد ۵)

وفی الشامی

وانما یشتحق العاطس التشمیت اذا حمد اللہ وأما اذا لم یحمد لایستحق الدعاء لأن العطاس نعمۃ من اللہ تعالیٰ فمن لم یحمد بعد عطاسہ لم یشکر نعمۃ اللہ تعالیٰ وکفران النعمۃ لایستحق الدعاء والمأمور بہ بعد العطاس ان یقول الحمد للہ أو یقول الحمد للہ رب العالمین وقیل الحمد للہ علی کل قال وبعد أسطر قال: واذا تکرر العطاس قالوا: یشمتہ ثلاثا ثم یسکت: قال قاضیخان فان عطس اکثر من ثلاث یحمد اللہ فی کل مرۃ، ومن کان بحضرۃ یحتصرہ یشمتہ فی کل مرۃ فحسن ایضا - (صفحہ ۵۹۴ ج ۹)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

آلات لہو لعب کی خرید و فروخت

سوال : کیا بڑوں کے باجے، بانسری یا بچوں کے باجے بانسری بیچنا جائز ہے؟ نیز کیا ساز سننا بھی گناہ ہے؟ (مستفتی امجد)

جواب : موسیقی شریعت مطہرہ کی رو سے حرام ہے، اس لئے آلات موسیقی (جیسے ڈول، بانسری، باجے وغیرہ) کا استعمال اور بیچنا بھی ناجائز اور حرام ہے۔

البتہ صورت مسئلہ میں جو بچوں کی بانسری کا ذکر ہے۔ اس میں کچھ تفصیل ہے کہ بچوں کی بانسری کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) محض بچوں کو کھیلانے اور بہلانے کے لئے جس میں کوئی خلاف شرع آواز، ساز کچھ نہیں ہوتے مباح ہے۔ اس کی نظیر حضرت عائشہ صدیقہ کی گڑیاں ہیں جس میں ناک، کان وغیرہ واضح نہیں تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی تھی۔

(۲) بچوں کی ایسی بانسری جس میں باقاعدہ موسیقی کے طرز پر ساز و آواز وغیرہ ہوتے ہیں۔ استعمال اور بیچنا ناجائز ہے۔ یعنی بڑوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچوں کو خلاف شرع اشیاء مہیا کریں۔ ایسا ”ساز“ سننا جو موسیقی کے طرز پر ہونا جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدی الشامی:

قوله (وكره كل لهُو) ای كل لعب و عبت..... والأطلاق شامل لنفس الفضل و استماعه كالرقص..... والمزمار والصنع والبوق واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام وان سمع بغتة يكون معذورا ويجب أن يجتهد أن لا يسمع. (جلد ۹ ص ۵۶۶)
وعن عائشة قالت قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم من غزوة تبوك أو حنين وفي سهو تهاسر فهبت ريح فكشفت ناحية السمر عن بنات لعائشة لعب فقال ما هذا يا عائشة اقلت بناتي وراى بينهن فرسالة جناحان من رقاع فقال ما هذا الذى ارى وسطهن قالت فرس قال وما الذى عليه قالت جناحان قال فرس له جناحان قالت أما سمعت ان لسليمان خيالاها اجنحة قالت فضحك حتى رأيت نواجذه. (مشکوٰۃ المصابيح ۲۸۲)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ساحر کی کمائی حرام ہے

سوال: ایک آدمی ہے جس نے سحر کو پیشہ بنایا ہوا ہے اور اسکے ذریعے سے کماتا ہے کیا اس شخص کی کمائی حلال ہے؟ جبکہ سحر بھی غلط اور ناجائز طریقے سے کرتا ہے مثلاً آپس میں دشمنی اور زوجین میں تفریق وغیرہ۔

جواب: سحر سیکھنے اور کرنے کی شریعت مطہرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سخت گناہ ہے اور بعض حضرات نے تو کفر کا قول کیا ہے۔ اس طرح اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔ لہذا مذکورہ شخص کی کمائی حرام ہے۔

قال العلامة المحقق: وفيها استاجر ليكتب له تعويذا لاجل السحر جاز. قال العلامة

الشامی تحت هذا القول (لاجل السحر) ای لاجل ابطاله والا فالسحر نفسه معصية بل
کفر فلا يصح الاستنجار عليه.

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

چھوٹے سائز کے قرآن کریم چھپوانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ بعض ناشرین بہت ہی چھوٹے سائز کے قرآن مجید چھاپتے ہیں، دو تین انگل کے برابر سائز ہوتا ہے اور چند ورقیں ہوتی ہیں، نہایت باریک لکھائی ہوتی ہے جو عام آسانی آنکھ سے واضح طور پر پڑھا بھی نہیں جاسکتا۔ ”مکفائن گلاس“ کی مدد سے حروف نظر آجاتے ہیں ایسے قرآن مجید چھاپنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (مستفتی حیدر زمان)

جواب: قرآن کریم کی طباعت جہاں بہت بڑی سعادت ہے وہاں ایک ایک اہم ذمہ داری بھی ہے، اسکی طباعت میں ان تمام خوبیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے جو اس عظیم کتاب کے شان کے مطابق ہوں۔ اسکی جلد، کاغذ، اور رسم الخط میں تمام باتوں کا خیال رکھنا بے حد اہم ہے۔ لکھائی موٹی اور واضح ہو جسمیں ایک عام آدمی آسانی سے تلاوت کر سکے، ایسی چھوٹی سائز کے قرآن مجید چھاپنا جسمیں تلاوت ممکن نہ ہو مکروہ ہے اور اس طرح کی قرآن مجید کی حفاظت بھی مشکل ہوتی ہے۔

فی الہندیہ:

عن الحسن عن ابی حنیفۃ انه یکرہ ان یصغر المصحف وان یکتبه بقلم دقیق وهو قول
ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ قال وبہ ناخذ قال رحمہ اللہ تعالیٰ لعلہ اراد کراہۃ
التنزیہیۃ لا الاثم وینبغی لمن اراد کتابۃ القرآن ان یکتبه باحسن خط وابینہ علی
احسن ورقۃ وابیض قرطاس بافخم قلم وابرق مداد ویفرج السطور ویفخم الحروف
ویضخم المصحف ویجودہ عما سوا من التعاشیر و ذکر الای وعلامات الوقف صوتاً
لنظم الکلمات کما هو مصحف الامام عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کذا فی
القنیہ.

(جلد ۵ صفحہ ۳۲۳)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
محمد عزیز جتوالی فیض آبادی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

کھٹملوں کو گرم پانی سے مارنے کا حکم

سوال: کھٹملوں سے بچاؤ کے واسطے چار پائی میں گرم پانی ڈالنا کیسا ہے؟ بعض احباب کہتے ہیں

کہ یہ ناجائز ہے، وضاحت فرمائیں۔

جواب: شریعت نے موذی جانوروں کو مارنے کی اجازت دی ہے تاہم ایسے جانوروں کو آگ میں

زندہ جلانے سے بھی منع کیا ہے کہ یہ صفت خداوندی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

قال انه لا ينبغي ان يعذب بالنار الا رب النار (رواہ ابو داؤد) (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

فی الہندیۃ: احراق القمل والعقرب بالنار مکروہ وطرح القمل حیاً مباح لکن یکرہ

من طریق الادب کذا فی الظہیریۃ. جلد ۵ صفحہ ۳۶۱

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ امداد الفتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۳۶۳ میں اس مسئلے کے

تحت فرماتے ہیں کہ کھٹملوں سے نجات کا کوئی اور طریقہ موثر نہ ہو تو پھر اس صورت میں جائز ہے اور

ذیل کا حوالہ دیا ہے۔

فی ردالمحتار جلد ۶، ص ۲۱۰ لکن جواز التحریق والتغریق مقید کما فی شرح

السير بما اذا لم يتمكن من الظفر بهم بدون ذالك بلا مشقة عظيمة فان تمكنوا

بدونها فلا يجوز.

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

ایذا دینے والے کتوں اور بلیوں کو مارنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ بعض کائے والے کتوں کی وجہ

سے اور چوزوں وغیرہ کو کھانے والی بلی کی وجہ سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے تو کیا کتے اور بلی کے ایذا

اور نقصان پہنچانے کی وجہ سے ان کو مارنا جائز ہے؟ (مستفتی عبدالحمید)

جواب: کتے اور بلی کو عام حالات میں مارنا جائز نہیں لیکن اگر ان کی وجہ سے تکلیف اور نقصان پہنچے

تو اس وقت ان کو مارنا جائز ہے لیکن مارنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جلدی اور آسانی

کے ساتھ ان کی جان نکل جائے۔ زیادہ تکلیف نہ پہنچے۔

وفی الدر المختار

وجاز قتل ما یضر منها ککلب عقور وھرة تضر (وبذلھما) ای الھرة ذبحاً ولا

یضر بها لانه لا یفید ولا یحرقھا۔ (صفحہ ۳۸۲ جلد ۱۰)

وفی الہندیۃ

قریۃ فیھا کلاب کثیرۃ ولأهل القریۃ منها ضرر یؤمر ارباب الکلاب ان یقتلوا الکلاب

فان ابوا رفع الامر الی القاضی حتی یلزمھم ذلک کذا فی محیط السرخسی، وبعد

اسطر قال: الھرة اذا کانت مؤذیۃ لا تضرب ولا تفرک اذنھا بل تدبغ بسکین حاد کذا

فی الوجیز للکوردی - (صفحہ ۳۶۱ جلد ۵)
(ومثله فی البحر الرائق ۲۰۰/۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفی اللہ

شوقیہ کتابا پالنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے کے بعض سرمایہ دار قسم کے لوگ اپنے گھروں میں کتابا پالتے ہیں، حالانکہ ہمارا علاقہ کافی حد تک پُر امن ہے بظاہر کوئی اس کی ضرورت بھی نہیں ہے کہ کتاب وغیرہ رکھا جائے۔ کیا اس کے باوجود مذکورہ لوگوں کا کتاب رکھنا جائز ہے؟ نیز یہ بھی وضاحت ہو کہ باہر ممالک سے بڑا خرچہ برداشت کر کے کتاب درآمد کرنا صرف شوق اور فخر کے لیے انھیں رکھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ مزید یہ کہ کن کن صورتوں میں شریعت نے کتاب رکھنے کی اجازت دی ہے؟

جواب: ضرورت کے بغیر محض شوق وغیرہ پورا کرنے کے واسطے کتاب رکھنا جائز نہیں ہے۔ نیز بیرون ممالک سے بھی بلا ضرورت کتاب درآمد کرنا اسراف میں داخل ہے، جس سے قرآن کریم نے صاف طور پر منع فرمایا ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل کاموں کے لیے کتاب رکھنا جائز ہے۔
(۱) شکار کے واسطے (۲) زمین وغیرہ کی حفاظت کی غرض سے (۳) ڈاکو، چور اور دشمن وغیرہ سے حفاظت کے لیے۔

(قال العلامة الشامي: تحت قوله) لا ينبغي اتخاذ كلب الاحسن عبارة الفتح: واما اقتناءه للصيد وحراسة الماشية والبيوت والزرع فيجوز بالاجماع لكن لا ينبغي ان يتخذ في داره الا ان يخاف لصوصاً او اعداء للحديث الصحيح من اقتنى كلباً الا كلب صيد الخ (شامي جلد ۷ ص ۴۷۹)

فی الہدایۃ: انه علیہ السلام نہی عن بیع الکلب الا کلب صید او ماشیۃ (ہدایہ، ج ۳، ص ۱۰۷)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

کیا کسی صورت میں جھوٹ بولنا جائز ہے؟
سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام؟ کیا جھوٹ بولنا کسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو حدیث

پاک میں جو تین مواضع کا ذکر آیا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ بینوا تو جروا (مستفتی: عبدالوہاب صاحب)

جواب: شریعتِ مطہرہ کی رو سے جھوٹ بولنا حرام ہے۔ البتہ حدیث شریف میں ایسے تین مقامات کا ذکر ہے جنہیں جھوٹ بولنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

(۱) مسلمانوں کے درمیان صلح کرتے ہوئے۔

(۲) بیوی کی دلجوئی کے لیے۔

(۳) میدانِ جنگ میں اہل حرب کے ساتھ۔

تاہم علماء کرام نے مذکورہ حدیثِ مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ ان تین صورتوں میں بھی واضح طور پر جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ صرف تو یہ اور تعریض (یعنی ایسا لفظ استعمال کرنا جو ذہن میں ہو) کی گنجائش ہے۔

قال الشامي: قال عليه الصلاة والسلام "كل كذب مكتوب لامحالة الا ثلاثة" الرجل مع امرئته او ولده والرجل يصلح بين اثنين والحرب فان الحرب خدعة قال الطحاوي وغيره وهو محمول على المعارض، لان عين الكذب حرام قلت وهو الحق قال تعا لى "قتل الخراصون" وقال عليه الصلاة والسلام: الكذب مع الفجور وهما فى النار ولم يتعين عين الكذب للنجاة وتحصيل المرام (شامى جلد ۶ صفحہ ۴۲۷)

وقد صح فى الحديث جواز الكذب فى ثلاثة اسياء احدها فى الحرب قال الطبرى انها يحوز من الكذب فى الحرب المعارض دون حقيقة الكذب فانه لا يحل هذا كلامه والظاهر باحة حقيقة نفس الكذب لكن الاقتصار على التعريض افضل: والله اعلم

مسلم شريف ۸۳/۲

والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبد الرحمن عفا الله عنه
محمد شريف حسين جتوالى عفا الله عنه

گانے بجانے کا شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ کیا شادی وغیرہ خوشیوں کے موقعوں پر گانا، غزل پڑھنا، گیت اور دف وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گانا، بجانا شریعتِ مطہرہ کی رو سے بالکل حرام ہے۔

البتہ گیت یا غزل یا گانا وغیرہ ایسے ہوں جن میں چند شرائط پائی جائیں تو انہیں گالینا جائز ہے، مثلاً خلافِ شرع اشعار پر مشتمل نہ ہوں، گانے اور سننے کا مقصد بھی محض لہو لعب نہ ہو بلکہ

فصاحت و بلاغت کا حصول یا وحشت و تنہائی سے چھٹکارا پانا پیش نظر ہو یا شادی وغیرہ کے موقع پر اظہارِ مسرت مد نظر ہو۔ نیز غلط مضمون پر بھی مشتمل نہ ہو، عورت یا ریش لڑکے کی آواز (جو فتنے کا سبب بنے) بھی نہ ہو۔

تو پھر گانے اور غزل پڑھنے کی شریعت نے اجازت دی ہے بشرطیکہ دینی امور میں خلل پیدا نہ ہو، اور کسی خوشی کا بھی موقع ہو۔ مذکورہ صورتوں میں دف بھی جائز ہے۔ تاہم ڈھول، باجے وغیرہ کی تو شریعت میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

وفی الشامیۃ:

وفی السراج: ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام..... قال ابن مسعود: صوت اللہو والغناء یبیت النفاق فی القلب. وقیل ان تغنی لیستفیدنظم القوافی ویصیر فصیح اللسان لا یباس بہ وقیل ان تغنی وحده لنفسه لدفع الوحشه لا یباس بہ. وبہ اخذ السرخسی. اقول وفی شہادات فتح القدر بعد کلام عرفنا من ہذا ان التغنی المحرم ما کان فی اللفظ ما لا یحل کصفة الذکور والمرئۃ المعینۃ الحیۃ ووصف الخمر المہیج الیہا الی اخرہ..... وقد منا ان انشادہ للاستشہاد لا یضر ومثلہ فیما یظہر انشادہ او عملہ لتشبیہات بلیغۃ واستعمالات بدیعۃ (شامی ج ۹ ص ۵۰۴)

وفی التفسیر المظہری: تحت قولہ ”ومن الناس من یشتری لہو الحدیث“ الخ قالت الفقہاء: الغناء حرام بھذہ الایۃ لکونہ لہو الحدیث وبما ذکرہ من الاحادیث. والجواب عن النصوص ان الایۃ ناطقۃ بالحرمة لما ہو لہو الحدیث. وسماع الصوفیۃ لیس منہ والاحادیث الموجبۃ لحرمة الغناء مخصوصۃ بالبعض لورود احادیث اخر دالۃ علی الاباحۃ فحملنا احادیث حرمة الغناء علی ما کان منہ علی قصد اللہو لا لغرض مشروع داعی الی الفسوق فھذہ الاحادیث الدالۃ علی اباحۃ الغناء بل علی اباحۃ ضرب الدف ایضا. منہا حدیث الربیع. وحدیث عائشۃؓ قالت..... فقال نبی اللہ ﷺ ما کان معکم لہو فان الانصار یعجبہم اللہو (رواہ البخاری) وعن عائشۃؓ قالت..... قال رسول اللہ ﷺ واضربوا علیہ بالدفوف. وعنہا..... قالت قال رسول اللہ ﷺ

یا عائشۃ لا تغنین فان ہذا الحی من الانصار یحبون الغناء وعن ابن عباسؓ..... قال ارسلتم معہما من تغنی قالت لا قال رسول اللہ ﷺ ان الانصار قوم فیہ غزل..... وعن عامر ابن سعد..... فقالوا اجلس ان شئت فاستمع معنا وان شئت فاذهب فانہ قد رخص لنا فی اللہو عند العرس. وعن عائشۃؓ..... فکشف النبی ﷺ عن وجہہ فقال دعہا یا ابا بکر فانہا ايام عید (رواہ البخاری) فظہر ان المحرم من الغناء ما یدعو الی الفسق ویشتغل عن ذکر اللہ وما لیس کذلک فلیس بحرام (التفسیر المظہری جزء ۲۱ ص ۲۵۱)

معلوم ہوا کہ کوئی بھی گانا یا گیت یا غزل وغیرہ جسمیں مذکورہ بالا شرائط پائے جائیں، نیز وہ قواعد موسیقی کے مطابق بھی نہ ہو، گانا جائز ہے۔ اور دف بھی اگر قاعدہ موسیقی سے ہٹ کر کسی خوشی

وغیرہ کے موقع پر بجایا جائے تو اسکی اجازت ہے۔

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین جتوالی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شارع عام پر گزرنے سے روکنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں؟

کہ: ایک بستی ہے جسمیں زید اور عمرو دونوں رہتے ہیں، ان کا راستہ بھی مشترک ہے جو کہ اہل بستی کی زمینوں کے بیچ میں سے گزرتا ہے، جو کہ عام راستہ ہے جسمیں ہر خاص و عام چلتا ہے تاہم جس مرحلے میں آکر زید کی زمین کا احاطہ شروع ہوتا ہے اس کے بارے میں زید کا کہنا ہے کہ میں یہاں سے عمرو کو گزرنے نہیں دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے عمرو کو وہاں سے گزرنے سے منع کر دیا۔ اب عرض ہے کہ کیا ایسا کرنا جبکہ راستہ مشترک ہے، درست ہے؟ (مستفتی: رحمت ولی خان)

جواب: عام راستہ چونکہ پوری قوم میں مشترک ہوتا ہے اور سب کا حق اس سے وابستہ ہوتا ہے اس لیے کسی فرد واحد کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے وہاں سے گزرنے کو منع کر دے، اگرچہ وہ اسکی زمین کے بیچ میں سے ہی کیوں نہ گزرتا ہو، کیونکہ جب ایک مرتبہ اس پر عام راستہ (شارع عام) ہونے کا اطلاق ہو چکا ہے اور اس (زید) نے بھی ایک مرتبہ اس کے شارع عام ہونے کو تسلیم کر لیا ہے تو اب وہ (راستہ کی مقدار) اسکی ملکیت نہیں رہی۔

لہذا اب کسی کو یہ اختیار بالکل نہیں کہ وہ اسمیں ناحق تصرف کرے۔ مثلاً کسی کو گزرنے سے روکے وغیرہ۔ ہاں اگر باقاعدہ حکومت کی اجازت سے کوئی شخص اسمیں ایسا تصرف کرے کہ جس سے عام لوگوں کو ضرر نہ ہو، درست ہے، ورنہ نہیں۔

فی التئیر:

اخرج الى طريق العامة كنيفا..... ولكل احد من اهل الخصومة منعه ومطالبته بنقصه بعده..... هذا اذا بنى لنفسه بغير اذن الامام. قال الشامي تحته: (الى طريق العامة) اي النافذة الواقعة في الامصار والقرى..... وطريق العامة ما لا يحصى قومه، او ما تركه للمروور قوم بنوا دورا في ارض غير مملوكة فهي باقية على ملك العامة وهذا مختار شيخ الاسلام والاول مختار الامام الحلواني. (جلد ۱۰ ص ۲۵۷)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

نظر بد سے بچنے کی تدبیر

سوال: ہمارے علاقے میں لوگ سبزی وغیرہ کے کھیتوں میں کپڑے یا چمڑے وغیرہ سے بنی ہوئی شکلیں نصب کرتے ہیں تاکہ کھیتوں پر نظر نہ لگ جائے کیا اسکی کوئی اصل ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب دیکر ممنون فرمائیں

جواب: اگر ان شکلوں کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے اور نہ ہی وہ شکلیں واضح ہوں تو نصب کرنے کی گنجائش ہے نیز زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس سے اپنے کھیتوں کو جانوروں وغیرہ سے محفوظ رکھنے کا قصد کیا جائے جس سے دونوں فائدے بھی حاصل ہونگے اور اعتقاد خراب ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہوگا۔

فی الہندیۃ

لاباس بوضع الجماجم فی الزروع والمبطخۃ لدفع ضرر العین عرف ذلک بالاثار
کذا فی فتاویٰ قاضیخان، صفحہ ۳۵۶ ج ۵

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ایک پودے کا قلم دوسرے میں لگانا کیسا ہے؟

سوال: ہمارے علاقے میں پودوں میں قلم لگانے کا رواج ہے، ایک قسم کے درخت سے دوسرے درخت میں قلم لگانا یا اعلیٰ قسم کے درخت سے ادنیٰ قسم کے درخت میں قلم لگانا، عام طور پر لوگ کرتے ہیں کیا از روئے شریعت ایسا معاملہ درست ہے (مستفتی امیر نواز)

جواب: پودوں میں قلم لگانا بلاشبہ درست ہے، خواہ اعلیٰ درخت کا قلم ادنیٰ میں لگایا جائے یا ادنیٰ کا قلم اعلیٰ میں، بہر صورت صحیح اور جائز ہے۔

قال النبی ﷺ: انتم اعلم بامور دنیا کم (الحديث)

قال الشامی: لان مالہ یرد فیہ نص یعتبر فیہ العرف اتفاقاً (شامی جلد ۷ ص ۴۱۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ڈیکوریشن پیس اور سگریٹ جلانے والے لائٹر کا حکم

سوال: ڈیکوریشن پیس جس پر مسجد یا خانہ کعبہ وغیرہ بنا ہوا ہوتا ہے، بیچنا درست ہے؟ نیز سگریٹ

جلانے کے لئے لائٹریج سکتے ہیں؟

جواب : مذکورہ ڈیکوریشن پیس (Decoration Peace) کے بیچنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ علم ہو کہ وہ مذکورہ اشیاء (یعنی پیس وغیرہ) کی بے ادبی کرے گا (مثلاً تصویروں کے ساتھ رکھے گا یا کسی غیر مناسب جگہ میں انہیں آویزاں کریگا) تو مذکورہ ڈیکوریشن پیس (Decoration Peace) اُس پر بیچنا درست نہیں ہے۔

۲۔ سگریٹ جلانے والے لائٹر (Lighter) بیچنا بھی جائز ہے۔

قال العلامة الحصكفي :

بساط او غيره كتب عليه الملك لله يكره بسطه واستعماله لاتعليقه للزينة وينبغي ان لا يكره كلام الناس مطلقاً

قال ابن عابدين : قوله (مطلقاً) اي سواء استعمل او علق... اقول في فتح القدير : وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش اه

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

ایسی لکڑی جلانے کا حکم جس میں چیونٹیاں ہو

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ کہ ہم لوگ اپنے علاقے میں لکڑیاں جمع کرتے ہیں اور پھر سردی میں ان کو جلاتے ہیں۔ لیکن اس پر کافی عرصہ گزر جاتا ہے جس کی وجہ سے اس میں چیونٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں جلانے کے وقت ہم ان کو خوب ٹٹولتے ہیں اور زمین پر مارتے ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ چیونٹیاں جل جاتی ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ کسی جاندار کو جلانے سے گناہ ہوتا ہے۔ کیا مذکورہ صورت میں ہم گنہگار ہونگے اگر گناہ ہو تو ہم کیا کریں جبکہ مجبوری ہے۔ (مستفتی شہباز پٹھان)

جواب : سوال میں ذکر کردہ صورت میں آپ گنہگار نہیں ہونگے۔

وفي الدر المختار "ولا بأس باحراق الحطب فيه نمل (ص/ ۵۲ ج/ ۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبدالوہاب عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

اخبارات پڑھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں؟ کہ اخبار پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اخبار میں تصاویر بھی ہوتی ہیں۔ (مستفتی تاج محمد)

جواب : بضرورت پڑھنا جائز ہے جہاں تک ہو سکے تصاویر کی طرف نہ دیکھا جائے آج کل اخبار پڑھنا ہر کسی کا شوق بن گیا ہے اس طرح انہماک نہیں ہونا چاہئے۔

فی الہندیہ :

”السؤال عن الاخبار المحدثۃ فی البلدۃ و غیر ذالک المختار انہ لا بأس بالاستخبار
الاخبار کذا فی الخلاصۃ“ (ص ۷۷۷ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غیر مسلم کے ہاں نوکری کا حکم

سوال : زید ایک شخص کی خدمت کرتا تھا بعد میں پتہ چلا کہ وہ عیسائی ہے اب زید اسکی خدمت جاری رکھے یا چھوڑ دے؟ واضح رہے کہ زید چوکیداری کرتا تھا اور کبھی بازار سے سودا وغیرہ لاتا تھا۔

جواب : کسی غیر مسلم کے ہاں ایسی نوکری کرنا جس میں اپنے نفس کی تذلیل ہو یا کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب لازم آئے جائز نہیں ہے۔ مؤلہ صورت میں چونکہ یہ دونوں مواضع مفقود ہیں اس لئے ایسی نوکری جائز ہے۔ لیکن غیر مسلم کے تحت نوکری کرتے ہوئے ماحول سے متاثر ہونے کا قوی اندیشہ ہے اس لئے کسی مسلمان کے ہاں مناسب نوکری کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے۔

فی البزازیۃ علی هامش الہندیۃ : أجر نفسه من کافر للخدمة یجوز .

(صفحہ : ۱۲۵ ج ۵)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

الجواب صحیح

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زلزلہ کے وقت گھر سے بھاگنے کا حکم

سوال : زلزلہ کے وقت گھر سے بھاگنا کیسا ہے؟ ہمارے ہاں اکثر لوگ بھاگ جاتے ہیں لیکن کچھ لوگ اپنے گھروں سے نہیں بھاگتے کیا ان کا نہ بھاگنا درست ہے؟ نہ بھاگنے کی صورت میں کچھ گناہ

ہوگا یا نہیں؟

جواب: بھگنا مستحب ہے نہ بھاگنے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

وفی الدر المختار:

(أخذته الزلزلة في بيته ففر الى الفضاء لا يكره) بل يستحب لفرار النبي صلى الله عليه وسلم عن الحائط المائل. (صفحة ۷۵۶ ج ۶)
وهكذا في الهندية: صفحة ۳۷۹ ج ۵

والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

صحابہ کے علاوہ کسی اور کے لئے رضی اللہ عنہ کہنے کا حکم

سوال: صحابہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا جائز ہے یا نہیں مثلاً تابعین و تبع تابعین جیسے ائمہ اربعہ وغیرہ کے لئے اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے رحمہ اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ صحابہ ہی کے لئے کہا جائے اور تابعین و تبع تابعین کے لئے ”رحمہ اللہ تعالیٰ“ کہا جائے لیکن اگر اس کے برعکس کہا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وفی الدر المختار:

ويستحب الترضي للصحابة..... والترحم للتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخيار وكذا يجوز عكسه الترحم للصحابة والتراخي للتابعين ومن بعدهم على الراجح. (ص ۷۵۳ ج ۶ ایچ . ایم . سعید)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کا اپنے شوہر کا نام لے کر پکارنے کا حکم

سوال: ہمارے علاقے میں بیوی اگر اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارے تو اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے شریعت میں اسکی کیا حقیقت ہے۔

جواب: بیوی کا اپنے شوہر کو اس کے نام سے پکارنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف ادب ہونیکی وجہ سے مکروہ ہے اور عرف میں بھی اس کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اسلیئے شوہر کو ایسے نام سے پکارنا چاہیے جو موجب تعظیم ہو۔

وفی الدر المختار:

ویکړه ان يد عوا الرجل أباه وأن تدعو المرأة زوجها باسمه. وفي الشامية تحت هذه العبارة: بل لا بد من لفظ يفيد التعظيم كياسیدی و نحوه لمزيد حقهما على الولد والزوجة. (صفحه نمبر ۴۱۸ ج ۶ مطبوعه ایچ ایم سعید کراچی)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

شریر آدمی کی غیبت کا حکم

سوال: اگر ایک شخص بہت زیادہ شریر ہو اور لوگوں کو زبان اور ہاتھ سے ضرر پہنچانے سے گریز نہ کرتا ہو تو کیا اسکی غیبت جائز ہے تاکہ لوگ اپنے آپ کو اسکے شر سے بچائیں؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

جواب: نصوص قطعیہ صریحہ سے غیبت کی حرمت ثابت ہے اور اس کے گناہ ہونے میں نقلاً و عقلاً شبہ نہیں ہے۔ تاہم فقہاء کرام نے بعض مواقع ذکر کئے ہیں جن میں غیبت کرنا جائز ہے ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص زبان یا ہاتھ سے لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہو اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہو تو ایسے شخص کی صرف اسی برائی کو لوگوں کے سامنے ذکر کرنا جس سے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جائز ہے حیلہ تلاش کر کے ہر کس و ناکس کی غیبت نہیں کرنی چاہیے۔

وفی التنبیہ:

واذا كان الرجل يصوم ويصلي ويضر الناس بیده ولسانه فذكره بما فيه ليس بغيبة حتى لو أخبر السلطان بذلك لينزجره لاثم عليه. (رد المحتار ص ۴۰۸ ج ۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بیوی کی کمائی ہوئی رقم کا حکم

سوال: اگر کوئی عورت کام کرتی ہو مثلاً ڈاکٹر ہو۔ اب جتنے پیسے اسکو ملتے ہیں وہ جمع کر کے اس سے جائیداد وغیرہ خریدتی ہے اور وہ جائیداد یہ عورت اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی ہے کاغذات وغیرہ میں کیونکہ پٹھانوں کے علاقہ میں شوہر کے ہوتے ہوئے عورت کا معاملہ کرنا یا کسی سے معاملہ کروا کے کاغذات وغیرہ میں معاملہ کو عورت کا اپنی طرف منسوب کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے تو وہ عورت شرم و حیاء کی وجہ سے بجائے اپنے نام کے شوہر کا نام لکھواتی ہے شوہر کی دوسری شادی کی وجہ سے پہلی عورت اپنے پیسوں سے خریدی ہوئی جائیداد کا مطالبہ کرتی ہے تو کیا اب اس عورت کو یہ جائیداد مل سکتی ہے یا یہ جائیداد وغیرہ شوہر کی ہوگی؟

جواب : صرف کاغذوں میں نام کرانے سے جائیداد کا شوہر مالک قرار نہیں پاتا جب تک شوہر کو جائیداد کا صراحت کیساتھ باقاعدہ مالک وقابض نہ بنایا ہو صورت مسئلہ میں چونکہ بیوی نے شرم و حیا کی وجہ سے صرف کاغذوں میں شوہر کا نام لکھوایا ہے باقاعدہ مالک وقابض نہیں بنایا ہے لہذا جائیداد عورت ہی کی ملک ہے اور اسکو مطالبہ کا پورا پورا حق حاصل ہے شوہر کو چاہیے کہ جائیداد اپنی بیوی کو واپس کر دے ورنہ آخرت میں مواخذہ ہوگا۔

وفی الدر المختار: وبيع التلجنة..... وهو أن يظهر عقداً وهما لا يريد أنه يلجأ إليه
لخوف عدو وهو ليس ببيع في الحقيقة بل كالهزل .

(الدر المختار ص ۵۴۲ ج ۷ مکتبہ امدادیہ ملتان)

وفی البدائع: فالایجاب أن يقول الواهب وهبت هذا الشيء لك أو ملكته منك
أو جعلته لك أو هو لك أو أعطيته أو نحلته أو أهديته اليك أو أطعمتك هذا الطعام
أو حملتك على هذا الدابة ونوى به الهبة . (ص ۱۱۵ ج ۶)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالوهاب عفا الله عنه

الجواب صحيح

عبدالرحمن عفا الله عنه

زلزلے کے دوران بھاگنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زلزلہ اور سیلاب کے دوران بعض لوگ گھروں سے باہر نہیں نکلتے ہیں وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ ”موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے“ جبکہ اکثر لوگ بھاگ کر محفوظ مقامات کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، شریعت کی رو سے ان لوگوں کا یہ عمل کیسا ہے؟ (مستفتی محمد عثمان)

جواب : زلزلے اور سیلاب کے دوران چونکہ عمارتوں کے گرنے اور بہہ جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا ایسے خطرات سے اپنے آپ کو بچانا لازمی ہے کیونکہ اپنی جان کی حفاظت کرنا انسان کے ذمے لازم ہے اس لئے ان اوقات میں گھروں سے باہر نکل کر محفوظ مقام کی طرف جانا ضروری ہے۔

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ”موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے“ درست ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ زبردستی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔ وقت موعود تو متعین ہے لیکن شریعت نے انسان کو اس بات کا مکلف بنایا کہ وہ اپنی جان بچائے اسی وجہ سے مکرہ کو ”کلمہ کفر“ کہنے کی رخصت دی گئی۔

قال العلامة الحصكفي:

((فرقة الاصابع) وتشبيكها ولو منتظراً للصلاة او ماشياً اليها للنهي، ولا يكره خارجهما الحاجة.

قال العلامة الشامي: قوله: ((ولا يكره خارجهما الحاجة) المراد بخارجها ما ليس من توابعها، لان السعي اليها والجلوس في المسجد لاجلها في حكمها كما مر، لحديث الصحيحين ((لا يزال احدكم في صلاة مادامت الصلاة تحبسه)). وأراد بالحاجة نحو اراحة الاصابع فلو لدون حاجة بل على سبيل العبث كره تنزيهاً، والكراهة في الفرقة خارجها منصوص عليها، وأما التشبيك فقال في الحلية: لم أقف لمشاينا فيه على شئني، والظاهر أنه لو لغير عبث بل لغرض صحيح ولولا راحة الاصابع لا يكره، فقد صح عنه صلى الله عليه وسلم أنه قال: ((المومن للمومن كالبنان يشد بعضه بعضاً، وشبك اصابعه))

فانه لافادة تمثيل المعنى، وهو التعاضد والتناصر بهذه الصورة الحسية.
(رد المحتار على الدر المختار باب ما يفسد الصلوة ما يكره فيها ج ۲ ص ۴۰۹ مكتبة امداديه ملتان)

(وكذا في الجرائد باب ما يفسد الصلوة ما يكره فيها ج ۲ ص ۲۰ مطبوعه ايج ايم سعيد)

(وهكذا في حاشية الطحاوي على مراقي الفلاح ص ۱۹۰ مطبوعه قديمي كتب خانہ)

والله اعلم و علمه اتم واحكم

الجواب صحيح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

کتاب الوصیة والفرائض

وصیت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے وفات سے چند ماہ قبل کہا کہ میں اس مسجد پر پچاس ہزار روپے خرچ کروں گا اور اگر میں مر گیا تو میرے مرنے کے بعد میری اولاد میرے مال میں سے اس مسجد پر خرچ کر دیں اب اس شخص کا انتقال ہو گیا اور اپنی زندگی میں مذکورہ رقم مسجد پر خرچ نہ کر سکا تو کیا مرحوم کے ترکہ میں سے مذکورہ رقم خرچ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مرحوم کی اس وصیت پر گواہ بھی موجود ہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی سمیع اللہ)

جواب: مرحوم کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے۔
لہذا مذکورہ صورت میں مرحوم کے ترکہ میں سے تجہیز و تکفین اور ادائیگی قرض کے بعد اگر ترکہ کا ایک تہائی پچاس ہزار روپے یا اس سے زیادہ بنتے ہیں تو پچاس ہزار روپے مسجد پر خرچ کرنا ضروری

ہے۔ اور اگر ترکہ کا ایک تہائی پچاس ہزار روپے نہیں بنتے ہیں بلکہ اس سے کم مثلاً چالیس ہزار روپے بنتے ہیں، تو اس صورت میں چالیس ہزار روپے مسجد پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ بہر حال ایک تہائی کی حد تک وصیت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

فی بدائع الصنائع:

وكذا كونه من اهل الملك ليس بشرط حتى لو اوصى مسلم بثلث ماله للمسجد ان ينفق عليه في اصلاحه وعمارته وتخصيصه يجوز لان قصد المسلم من هذه الوصية التقرب الى الله سبحانه وتعالى باخراج ماله الى الله سبحانه وتعالى لا التملك الى احد (ج ۷ ص ۳۲۱) في الهندية:

ولو اوصى بان ينفق ثلثه على المسجد جاز ويصرف على عمارته وسراجه (ص ۹۶ ج ۶) (ومثله في البزازیة ج ۶ ص ۴۳۸) (وكذا في الدر المختار ج ۶ ص ۶۹۶)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

الجواب صحیح

بندہ صلاح الدین ڈیروی

عبدالرحمن عفا الله عنه

وصیت موصی لہ کی موت سے باطل ہو جاتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ زید نے خالد کے لئے موٹر سائیکل کا وصیت نامہ لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد یہ موٹر سائیکل تمہاری ہے لیکن خالد کا انتقال زید سے پہلے ہو گیا، اس کے کچھ عرصہ کے بعد زید بھی اللہ کو پیارا ہو گیا، زید کے انتقال کے بعد اب خالد کے بیٹے اس موٹر سائیکل کا مطالبہ کر رہے ہیں، کیا ان کا یہ مطالبہ شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ (مستفتی وسیم)

جواب: وصیت کے مکمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موصی لہ وصیت کرنے والے کی موت تک زندہ ہو تب وہ وصیت کا اہل ہوگا ورنہ اگر موصی لہ وصیت کرنے والے سے پہلے انتقال کر جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، لہذا مذکورہ صورت میں خالد کے بیٹوں کا موٹر سائیکل کے متعلق مطالبہ کرنا درست نہیں، یہ موٹر سائیکل زید کے ورثاء کی ہے۔

فی الجرائد:

ولو مات في حياة الموصي بطلت اى ولو مات الموصي له قبل موت الموصي بطلت الوصية لانها تملك مضاف الى ما بعد الموت وفي الحل ملك الموصي ثابت فيه ولا يتصور تملك الموصي له بعد موته فبطلت وقد قد مناه (۴۵۳/۸)

فی الہدایہ:

ولو مات الموصي له في حياة الموصي بطلت لان ايجابها تعلق بالموت على ما بينا من قبل (۶۶۴/۴)

فی بدائع الصنائع:

وتبطل بموت الموصی له قبل موت الموصی لان العقد وقع له لا لغيره فلا بد ان انقاذه
على غيره. (بدائع الصنائع ۷/ ۳۹۰)
(ویموتہ) (فی تنویس الابصار مع الدی الموصی له) (فی حیاة الموصی بطلت) (صیة
..... ۶۰۳/۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و شامہ الترمذی

الجواب صحیح

صلاح الدین ذیروی

عبد الرحمن عفا اللہ عنہ

بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے پر وعید

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء عظام و مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عموماً بیٹیوں کو میراث سے محروم کیا جاتا ہے ان سے پوچھے بغیر میراث تقسیم کی جاتی ہے۔ براہ کرم بتائیے کہ وارث کو محروم کرنے کا شرعاً کیا حکم ہے اگر کوئی وعید اس بارے میں ہو تو بتادیتے گا کیا محروم وارث کا مال دوسرے ورثاء کے لئے استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟ (مستفتی سلطان ولی خان۔ اسلام آباد)

جواب : شریعت مطہرہ نے جس طرح بیٹے کو وراثت میں حصہ دیا ہے۔ اسی طرح بیٹی کا حصہ بھی مقرر فرمایا ہے قرآن پاک میں بہت واضح اور تفصیل کے ساتھ میراث کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ ”یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین“ میں ہر ایک کا حصہ مقرر فرمایا کہ ہر لڑکے کو لڑکی سے دو گنا حصہ ملے گا۔ قرآن پاک نے اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے سے لڑکیوں کو میراث کا مستحق بنادیا۔ اب اس واضح اور کلی حکم کے بعد اپنی بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنا حکم خداوندی کے خلاف اپنی مرضی و منشاء کو استعمال کرنا ہے جو دین سے دوری اور اپنی آخرت کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا کسی طرح کی بھی عقلمندی نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اس حکم خداوندی کی مخالفت سے باز آ جائیں ورنہ سزائے آخرت کے مستحق ہونگے۔ لہذا بیٹیوں کے نام ان کا حصہ کر دینا چاہیے اور ہرگز ان کو محروم نہ کیا جائے جو لوگ اپنے وارثوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں ان کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے مفہوم حدیث ہے کہ ایک آدمی پوری زندگی نیک عمل کرتا رہتا ہے لیکن موت کے وقت وارثوں کو محروم کر جاتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا۔ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے۔

عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الرجل لیعمل والمرأة بطاعة اللہ ستین سنة ثم یحضرهما الموت فیضاران فی الوصیة فتحب لهما النار ثم قرأ ابو ہریرۃ من بعد وصیة یوصی بها او دین غیر مضار الی قوله تعالیٰ وذلک الفوز

العظیم۔ (رواہ احمد والترمذی و ابو داؤد وابن ماجہ صفحہ ۲۶۶)

دوسری حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جنت کی میراث سے محروم کرے گا۔

وفی المشکوۃ عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ

قطع اللہ میراثہ من الجنة یوم القیامۃ رواہ ابن ماجہ والبیہقی صفحہ ۲۶۶

لہذا میراث تقسیم کرتے ہوئے تمام وارثوں کو ان کا حق دینا ضروری ہے لیکن اگر خدا نخواستہ کسی وارث کو میراث سے محروم کر دیا گیا تو اس کا حصہ دوسرے ورثاء کے لئے جائز تو ہوگا لیکن اس کو میراث سے محروم کرنے والا سخت گناہ گار ہوگا لہذا ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

وفی الہندیۃ رجل وھب فی صحتہ کل المال للولد جاز فی القضاء ویكون اثماً فیما

صنع کذا فی فتاویٰ قاضیخان۔ (جلد ۴ صفحہ ۳۹۱)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

صلاح الدین چترالی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زندگی میں میراث تقسیم کرنے کا حکم

سوال: ایک آدمی ہے جس نے اپنی زندگی ہی میں اپنی تمام جائداد وغیرہ اپنے ورثاء (یعنی بیوی بچوں) کے درمیان تقسیم کر دی، اور کسی کو کم کسی کو زیادہ دیا۔

کیا اُس کا اپنی جائداد وغیرہ زندگی ہی میں تقسیم کرنا درست ہے؟ کیا اس کے انتقال کے بعد ورثاء ایک دوسرے پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کا حصہ زیادہ ہے وغیرہ؟ (مستفتی شیر نواز)

جواب: یاد رہے کہ زندگی ہی میں مورث کا اپنی جائداد وغیرہ کو ورثاء کے درمیان تقسیم کرنا تقسیم وراثت نہیں بلکہ ہبہ کہلائے گا۔

لہذا مذکورہ صورت بھی ہبہ ہی کی ہے۔

باقی رہا مورث کے انتقال کے بعد ورثاء کا ایک دوسرے پر اعتراض کرنا کہ آپکو زیادہ حصہ دیا گیا ہے وغیرہ، اس بارے میں تفصیل ہے۔ اگر مورث نے واقعی بعض ورثاء کو زیادہ بعض کو کم دیکر ان کے موہوب حصے اپنی ملک سے باقاعدہ علیحدہ کر کے ان کے کنٹرول میں دیدیا ہو، تو ایسی صورت میں چونکہ ہبہ تام ہو گیا ہے اس لیے کسی وارث کو بعد از وفات مورث دیگر ورثاء پر اعتراض وغیرہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور اگر علیحدہ علیحدہ سب کے قبضے میں نہ دیا ہو تو پھر بعد از وفات مورث ترکہ تقسیم وراثت

کے اصولوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔ زندگی ہی میں ہبہ کرنے کے سلسلے میں مستحب طریقہ یہ ہے کہ بیٹوں اور بیٹیوں کو یکساں حصے دیے جائیں، تاہم بیٹوں کو بیٹیوں کی نسبت دوگنا حصہ دینا بھی جائز ہے۔ اور اگر کسی بچے کی دینداری، خدمت گزاری وغیرہ کے پیش نظر دیگر ورثاء کی نسبت زیادہ حصہ دیا جائے تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر (خدا نخواستہ) کوئی بچہ نافرمان، فاسق وغیرہ ہو تو اسے کم حصہ دے کر باقی ماندہ ترکہ کو خیر کے شعبوں میں لگانا بھی افضل طریقہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

فی الفتاویٰ: رجل له ابن و بنت اراد ان يهب لهما شيئا فالأفضل ان يجعل بينهما سواء هو المختار لورود الآثار ولو اعطى بعض ولده شيئا دون البعض لزيادة رشده لابس به وان كانا سواء لا ينبغي ان يفضل ولو كان ولده فاسقا فاراد ان يصرف ماله الى وجوه لخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه لان فيه اعانة على المعصية ولو كان فاسقا لا يعطى له اكثر من قوته (خلاصة الفتاویٰ جلد ۴ ص ۴۰۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

زندگی میں اولاد کے درمیان جائیداد تقسیم کرنا

سوال: زید نے اپنی حیات میں اپنے ۵ بیٹوں اور ۵ بیٹیوں کے درمیان اپنی جائیداد اور دس لاکھ نقد رقم تقسیم کر لی۔ زید کے مرنے کے بعد اسکے بعض ورثاء نے کہا کہ ہم پہلی والی تقسیم پر راضی نہیں ہیں لہذا از سر نو تقسیم کی جائے۔ کیا ایسی صورت میں پہلی والی تقسیم ہی کو کافی سمجھا جائے گا یا از سر نو تقسیم کی جائے گی؟

دوسرا یہ کہ بالفرض اگر زید خود اپنی زندگی میں اس تقسیم کو ختم کرنا چاہے، تو کیا اس کو یہ حق حاصل تھا؟ (عبداللہ کورنگی)

جواب: زید کا اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے درمیان جائیداد کو تقسیم کرنا تقسیم میراث نہیں بلکہ ہبہ کہلائے گا۔

زید کے بعض ورثاء کا اُن کے انتقال کے بعد از سر نو تقسیم کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ مورث کی زندگی میں ورثاء کا اپنے اپنے حصوں پر قبضہ کرنے سے اُنکی ملکیت تام ہو گئی ہے۔ لہذا اب اُنکی رضامندی کے بغیر ان کے حصوں کو از سر نو تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ بالفرض اگر زید خود زندہ ہوتا اور پہلی والی تقسیم کو ختم کر کے از سر نو تقسیم کرنا چاہتا تو انہیں بھی یہ حق حاصل نہ ہوتا۔ کیونکہ موہوب

”موہوب لہم“ کی ملکیت میں جا چکا ہے، اب دوبارہ تقسیم کرنا رجوع فی الہبہ کی مانند ہوگا، جو کہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے، مثلاً اگر کوئی اپنے اصول و فروع (ذی رحم محرم) پر ہبہ کرے تو پھر رجوع کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

فی التنویر مع شرحہ: فلو وهب لذي رحم محرم منه (نسباً قال الشامي تحته: وانما لا يرجع فيها لقوله عليه الصلاة والسلام اذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها . في الهندية: ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء و الأمهات وان علواً والأولاد وان سفلاً واولاد البنين والبنات (عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۸۷)

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

باپ کا ایک بیٹے کو زندگی میں وارث بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں کہ علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی ملکیت میں پانچ کنال زمین ہے اور اس کے تین بیٹے ہیں اس نے اس زمین سے ایک کنال زمین اپنے ایک بیٹے کے نام منتقل کر دی اور اس کو باقاعدہ قبضہ بھی دے دیا اس کی وفات کے بعد مرحوم کے دوسرے بیٹوں نے مرحوم کے اس بیٹے کی زمین میں بھی وراثت کا دعویٰ کیا ہے کہ اس میں ہمارا بھی حصہ ہے جبکہ یہ بیٹا اپنی اس زمین میں جو اس کو باپ کی طرف سے باپ کی زندگی میں ملی ہے مرحوم کے دوسرے دو بیٹوں کو حصہ دینے سے انکار کرتا ہے اس صورت میں اس بیٹے کے حصہ کی زمین میں مرحوم کے دوسرے بیٹوں کا حق بنتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی کلیم اللہ)

جواب: باپ اپنی زندگی میں اپنی زمین میں سے جو حصہ اپنے کسی بیٹے کو دیتا ہے تو یہ اس کی طرف سے اپنے بیٹے کے لئے ہبہ ہوتا ہے۔ مذکورہ صورت میں چونکہ باپ نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کے نام زمین منتقل کر دی اور باپ کی زندگی میں بیٹے نے زمین پر قبضہ بھی کر لیا تو یہ زمین اسی بیٹے کی ملکیت ہو گئی ہے اس میں مرحوم کے دوسرے بیٹوں کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ اس زمین پر ان کا دعویٰ ملکیت صحیح ہے۔

فی التنویر:

(و) شرائط صحتها (فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول) ص

(۶۸۸ ج ۵)

وفی الدر المختار:

وفی الخانیة: لا بأس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبة لانها عمل القلب و کذا فی العطایا ان لم یقصد به الاضرار وان قصده فسوی بینهم یعطى البنت کالابن عند الثانی وعلیه الفتوی ولو وهب فی صحته کل المال للولد جاز واثم..... (در مختار ج ۵ ص ۲۹۶)
فی البحر الرائق:

(قوله فان قسمه وسلمه صح) أى ولو وهب مشاعاً یقسم ثم قسمه وسلمه صح وملكه لان التمام بالقبض ص ۲۸۶ وقال أيضاً (فروع) یکره تفضیل بعض الاولاد علی البعض فی الهبة حالة الصحة الزیادة فضل له فی الدین و ان وهب ماله کله لواحد جاز قضاء وهو آثم کذا فی المحيط..... (ج ۷ ص ۲۸۸)

والله اعلم و علمه اتم واحکم
بنده صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا الله عنه

بیٹیوں کو میراث سے محروم کرنے کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ بیٹیوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں تو وراثت میں جو حصہ بیٹیوں کو ملنا تھا جس سے ان کو محروم کیا گیا وہ حصہ دوسرے بھائیوں وغیرہ کے لئے حلال ہے یا حرام؟ براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ (مستفتی جمیل الرحمن)

جواب: شریعت نے جس طرح لڑکوں کا حصہ مقرر کیا ہے اسی طرح بیٹیوں کا بھی حصہ مقرر کیا ہے۔ اس کے باوجود بھائی وغیرہ کا بہنوں کو ان کا حق نہ دینا بڑا ظلم و زیادتی ہے۔ لہذا بہنوں وغیرہ کی اجازت (جو کہ صدق دل سے ہو) کے بغیر ان کے حصے پر قبضہ اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔

لقوله سبحانه و تعالى:

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والأقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والأقربون مما قل منه أو كثر نصيباً مفروضاً..... يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين. فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف.
قال العلامة الوسی: تحت قوله تعالى:

(”ومن يعص الله ورسوله الخ) فيما أمر به من الأحكام أو فيما فرض من الفرائض، (ويتعد حدوده) أو يتعد حدوده في القسمة المذكورة استحلالاً كما حكى عن الكلبي.

وفيه:

وفی ختم آیات المورریت بهذه اشارة الى عظم أمر الميراث ولزوم الاحتياط والتحری وعدم الظلم فيه..... وقد أخرج ابن ماجة عن أنس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال من قطع ميراثاً فرضه الله ورسوله قطع الله ميراثه من الجنة. (روح المعانی جز ۴/۲۳۴)

وفی حدیث اخر:

لا یحل مال امرء مسلم الا بطیب نفسه. "الحدیث"

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

محمد شریف حسین غفرلہ

مسائل شتی

بینک ملازم سے اپنا قرضہ وصول کرنا

سوال: زید کا قرض ایک ایسے آدمی کے اوپر ہے جو بینک میں ملازم ہے اور بینک سے تنخواہ وصول کرتا ہے جو کہ سود ہے کیا زید اپنا قرض اس بینک ملازم سے وصول کر سکتا ہے؟ (مستفتی: محمد جمیل)

جواب: مذکورہ صورت میں اگر بینک ملازم کی آمدنی کسی دوسرے جائز ذریعہ سے بھی ہو تو زید کے لئے اس سے اپنا قرض وصول کرنا بلا کراہت درست ہے، اور اگر اُس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ آمدنی اس کا نہیں ہے صرف اسی بینک کی تنخواہ پر زندگی گزار رہا ہے تو اس سے اپنا قرض وصول کرنا مکروہ ہے، یہ بھی واضح رہے کہ بینک کے تمام ملازمین حکماً ایک جیسے نہیں ہیں۔

فی الہندیۃ:

ولو كان لمسلم على نصراني دين فباع النصراني خمر او اخذ ثمنها وقضاه المسلم من دينه جاز له اخذه لأن بيعه لها مباح ولو كان الدين لمسلم على مسلم فباع المسلم خمر او اخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين كره له أن يقبض ذلك من دينه كذا في السراج الوهاج (جلد ۵ ص ۳۶۷)

فی البزازیۃ:

من عليه الدين باع خمر أو أراد أن يقبض به الدين لا يحل لرب الدين أخذه ان كانا مسلمين وان كان المديون ذمياً يحل للمسلم أخذه (جلد ۵ ص ۱۲۵) كذا في تنوير الأبصار

الجواب صحیح

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

بندہ صلاح الدین ڈیروی

اگر ادارہ انشورنس کرائے تو ملازمین کیلئے اس ادارے کی

سہولیات حاصل کرنا جائز ہے؟

سوال: ہم ڈی۔ ایچ۔ اے (ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی) کے ملازم ہیں اور ہمیں ڈی۔ ایچ۔ اے کی طرف سے ہر ماہ تقریباً ۴۰۰ میڈیکل الاؤنس ملتا تھا۔ اب ڈی۔ ایچ۔ اے کے اعلیٰ

افسران نے کسی انشورنس کمپنی سے معاہدہ کر لیا ہے اور یہ میڈیکل الاؤنس اب ڈی۔ ایچ۔ اے والے انشورنس کمپنی کو دیں گے اور بجائے میڈیکل الاؤنس کے ہمیں کراچی کے بعض ہسپتالوں میں محدود مفت علاج کا کہا گیا ہے اور ہمارے بچوں کیلئے بھی۔ انشورنس کمپنی کا ممبر بننے میں ہمارا کوئی اختیار نہیں ہے ہم ممبر بنیں یا نہ بنیں ہمارا میڈیکل الاؤنس ان کو دیا جائے گا۔ تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا سہولت سے فائدہ اٹھانا ہمارے لیے جائز ہے کہ نہیں؟ واضح رہے کہ ہمارے علاج کا خرچہ ہسپتال والوں کو انشورنس کمپنی ادا کرے گی۔

جواب : مذکورہ صورت میں ڈی۔ ایچ۔ اے (ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی) کے اعلیٰ افسران نے انشورنس کمپنی سے معاہدہ کیا ہے اور چونکہ اس میں ملازمین کے اختیار اور رضا مندی کو کوئی دخل نہیں اور ملازمین کو پہلے سے ڈی۔ ایچ۔ اے کی طرف سے علاج معالجے کی سہولت میڈیکل الاؤنس نقد روپوں کی صورت میں مل رہی تھی اب یہی سہولت مختلف ہسپتالوں میں مفت علاج کی صورت میں مل رہی ہے تو اس سہولت سے فائدہ اٹھانا ملازمین کیلئے جائز ہے۔ ہاں اگر ملازمین کو اختیار ہوتا پھر اسکے بعد وہ انشورنس کمپنی کے ممبر بن کر اس سہولت سے فائدہ اٹھاتے تو درست نہ ہوتا۔ البتہ ڈی۔ ایچ۔ اے والوں کا انشورنس کمپنی سے معاہدہ کرنا کسی طرح درست نہیں کیونکہ یہ انشورنس کمپنی کے ساتھ معاہدہ سود، قمار اور غرر سے مرکب ہوتا ہے جو شریعت میں جائز نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حوالہ کا مسئلہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ زید خالد کا مدیون ہے زید نے قرض کی ذمہ داری بکر پر ڈال دی کہ میرا قرض بکر ادا کرے گا، کافی عرصہ گزرنے تک جب بکر نے قرض ادا نہیں کیا اور ٹال مٹول کرتا رہا تو خالد نے دوبارہ زید سے مطالبہ شروع کر دیا تو کیا خالد کے لئے زید سے مطالبہ کرنا درست ہے جبکہ ایک مرتبہ تینوں اس پر راضی ہو گئے کہ اب زید کی طرف سے بکر قرض ادا کرے گا؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی محمد جمیل)

جواب : مذکورہ صورت میں جب دین کی ادائیگی کی ذمہ داری زید نے خالد کی رضا مندی سے بکر

کے ذمہ لگادی اور بکرنے یہ ذمہ داری قبول بھی کر لی کہ ہاں میں زید کی طرف سے خالد کو دین ادا کروں گا، تو اب خالد زید مدیونا سے دین کے مطالبہ کا حق نہیں رکھتا بلکہ بکرمحتال علیہ سے دین کا مطالبہ کرے گا، اور زید مدیون بری الذمہ متصور ہوگا۔ قاضی (نج) کی مدد سے حق وصولی کی کوشش کرے۔ وہاں سے بھی وصولی نہ ہو سکے تو خالد کو زید سے دوبارہ مطالبہ کا حق حاصل ہوگا۔

فی الہدایۃ:

قال واذا تمت الحوالۃ بری المحیل من الدین بالقبول ولا یرجع المحتال علی المحیل الا ان یتوی حقہ (ج ۳ ص ۱۳۷)

فی الدر المختار:

وبری المحیل من الدین والمطالبۃ جمیعاً (بالقبول) من المحتال للحوالۃ رولا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی (ج ۵ ص ۳۷۷)

فی الجر الرائق:

(قوله وبری المحیل بالقبول من الدین) قوله ولم یرجع المحتال المحیل الابلتوی لان براته مقیدۃ بسلامۃ حقہ اذ هو المقصود اولفسخ الحوالۃ لفواتہ وانہا تحتل الفسخ فصار کو صف السلامۃ فی المبیع وهذا اذا لمہ یشرط الخيار للمحال اما اذا جعل للمحال الخيار او حالہ علی ان لہ ان یرجع علی ایہما شاء صح کذا فی البزازیۃ ومرادہ اذا كانت الحوالۃ باقیۃ اما اذا فسخت الحوالۃ فان للمحال الرجوع بدینہ علی المحیل والذا قال فی البدائع ان حکمہا ینتہی بفسخہا وبالتوی (الجر الرائق ج ۶ ص ۲۵۰)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

پانی میں بہہ کر آنے والی لکڑیوں کا حکم!

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے متعلق کہ گاؤں دیہات میں جب سیلاب آتا ہے تو دریا بے تحاشا لکڑیاں بہا کر لاتا ہے لوگ اپنی محنت اور کوشش سے یہ لکڑیاں نکالتے ہیں اور اپنے استعمال میں لاتے ہیں شریعت کی رو سے کیا یہ درست ہے واضح رہے کہ ان لکڑیوں کا مالک معلوم نہیں ہوتا ہے؟ (مستفتی رضائی خان)

جواب: دریا میں بہہ کر آئی ہوئی لکڑی ”لقطہ“ کے حکم میں ہوتی ہے۔ لقطہ کے متعلق حکم یہ ہے کہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اٹھانا ضروری ہے ورنہ مباح صورت مذکورہ میں لکڑیوں کو اگر نہ نکالا جائے تو ضائع ہونے کا قوی امکان ہے کہ دریا ان کو بہا لے جائے تاہم لکڑیوں کو نکالا جائے اور حفاظت سے

رکھا جائے مالک مل جائے تو اس کو واپس کر دیا جائے ورنہ صدقہ کرے خود ضرورت مند ہے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے۔

وفی البزازیہ:

اللقطه علی وجهین ان خاف ضیاعها یفترض رفعها والا یباح أجمع العلماء علیہ
والافضل هو الرفع عند عامة العلماء خصوصاً وقیل یحل والافضل التبرک و الصحیح
قول عامة العلماء علی هاش المهندیة (جلد ۶/۲۱۹)

وایضاً قال: التقاح و الكمثری ان وجد فی الماء أو الحطب فی الماء ان لم یکن له تیمم
یاخذوه و أن له قيمة فهو لقطه (جلد ۶/۲۲۰)

قال فی التنبیر: فینتفع الرافع بها لو فقیراً والا تصدق بها علی فقیر ولو علی أصله و
فرعه و عرسه. (در المختار جلد ۶/۲۳۸ مکتبہ امدادیہ)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

مرتد کے وقف کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ مرتد کے وقف کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ یعنی ایک شخص نے مسجد کے لئے زمین وقف کی اس وقت وہ مسلمان تھا بعد میں قادیانی بن گیا۔ اب اس کے وقف کردہ زمین کا کیا حکم ہے۔ واضح رہے کہ اس زمین پر ابھی تک مسجد بنی نہیں ہے؟ (مستفتی فضل کریم)

جواب: مسلمان جب مرتد ہو جائے تو شرعاً اس کا وقف باطل ہو جاتا ہے اور وہ میراث بن جاتا ہے۔ صورت مذکورہ میں اس کا وقف باطل ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ اسلام کی دولت سے نوازے اور وہ پھر سے اس وقف کا اعادہ کرے تو وقف درست رہے گا۔

فی الدر المختار:

لو وقف المرتد فقتل أو مات أو ارتد المسلم بطل وقفه.

قال العلامة ابن عابدین: یصیر میراثاً سواء قتل علی ردتہ أو مات أو عاد الی الاسلام الآن
اعاد الوقف بعد عوده الی الاسلام. (الدر المختار مع رد المختار جلد ۶، ۵۲۵/۶)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

محمد عزیز چترالی فیض آبادی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کا حکم

سوال: ہمارے علاقے میں بعض لوگوں کی ذاتی زمین کے ساتھ ہوتی ایک زمین غیر آباد ہوتی

ہے، جسمیں لوگ پودے وغیرہ لگا کر تصرف کرتے ہیں اور یہ عرصہ دراز سے رواج ہے۔ یہ غیر آباد زمین عوام کی سمجھی جاتی ہے، اور حکومت پاکستان کی باضابطہ قانونی تحویل میں بھی نہیں ہے، اگرچہ یہ زمین عوام کی سمجھی جاتی ہے، لیکن اس سے عوام کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا الا یہ کہ کوئی اس کو آباد کرے۔ اس کو آباد کرنے سے عوام کو کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا، اس لیے آج تک کسی جرگہ نے اس کام کے خلاف فیصلہ نہیں کیا ہے۔ براہ کرم بتا دیا جائے کہ کیا ایسی صورت میں مذکورہ زمین میں تصرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مذکورہ غیر آباد زمین میں اگر کوئی تصرف کرے حکومت وقت کی اجازت سے، تو جائز ہے۔ مثلاً پودا وغیرہ کسی نے لگایا اور کسی طرح سے اُس کو آباد کیا تو حکومت کی اجازت سے ایسا کرنا جائز ہوگا، ورنہ نہیں۔

فی التنبیہ:

اذا احیا مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بها ولیست بمملوكة لمسلم ولا ذمی
.....ملکھا عند ابی یوسف ان اذن له الامام فی ذلک.

وفی البدائع الصنائع فالارض الموات هی ارض خارج البلد لم تکن ملکاً لاحد ولا حقاً له
خاصاً فلا یكون داخل البلد مواتاً اصلاً وبعد اسطر قال وهل یشرط ان یكون بعیداً من
العمران شرطه الطحاوی فانه قال وما قرب من العامر فلیس بموات وكذا روی عن ابی
یوسف ان ارض السموات بقعة لو وقف علی اذناها من العامر رجل، فنادی باعلی صوتہ لم
یسמעہ من العامر وفی ظاہر الروایة لان الموات اسم لما لا ینتفع به فاذا لم یکن ملکاً لاحد
ولا حقاً خاصاً لم یکن منتفعاً به کان بعیداً عن البلدة او قریباً منها . (بدائع جلد ۶ ص ۱۹۳)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم
محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح
عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

ہبہ سے رجوع کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک آدمی کا انتقال ہو گیا اس کی صرف اکلوتی لڑکی تھی اس آدمی کے انتقال کے بعد اس لڑکی کے چچا زاد بھائی نے اس کو اپنے گھر میں لیجا کر پرورش کرنے لگے اور اس کے تمام جائیداد پر قابض ہو گئے اس وقت لڑکی کی عمر کم و بیش سات آٹھ سال تھی اس دوران اس آدمی نے کچھ لوگوں کو بلا کر کہا کہ اس لڑکی نے اپنی تمام جائیداد میرے لئے ہبہ کی ہے اور لڑکی نے بھی اقرار کر لیا اور وہ لوگ اس پر گواہ بن گئے بعد میں جب لڑکی بڑی ہوئی اور اس کی شادی ہو گئی تو اس نے ہبہ سے رجوع کر لیا اور کہا کہ مجھ سے زبردستی ہبہ

کروائی گئی ہے میں نے خوف کے مارے ہبہ کر لیا تھا ورنہ مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دی جاتی تھی لہذا اب میری تمام جائیداد مجھے واپس کر دی جائے اب مسئلہ یہ ہے چونکہ لڑکی نے بالغ ہونے سے پہلے ہبہ کیا تھا اور بقول ان کے کہ ان سے زبردستی ہبہ کروائی گئی تھی تو اس صورت میں اس کے چچا زاد بھائی کے لئے اس لڑکی کا مال استعمال میں لانا جائز تھا یا نہیں اور اب لڑکی کا ہبہ سے رجوع کرنا درست ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ لڑکی کا مال و متاع اس کے پرورش کے خرچے سے کئی گنا بڑھ کر ہے؟ (مستفتی عبدالعزیز)

جواب : ہبہ کے درست ہونے کے لئے بالغ ہونا شرط ہے صورت مذکورہ میں چونکہ لڑکی نے بالغ ہونے سے پہلے ہبہ کیا تھا اور بقول ان کے کہ ان سے زبردستی ہبہ کروایا گیا تھا اس لئے ہبہ کرنا درست نہ ہوا لہذا اس کے چچا زاد بھائی کو اس کی جائیداد پر قابض ہونے کا کوئی حق نہیں ہے اور یہ جائیداد اس کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر لڑکی چاہے تو عدالت کے ذریعے یا علاقائی جرگہ کے ذریعے اپنی جائیداد واپس لے سکتی ہے۔

فی التوبیر و شرحہ

(وشرائط صحتها في الواهب: العقل والبلوغ والملک) فلا تصح هبة صغير ورقیق ولو مكاتباً - (صفحة ۴۸۹ ج ۸)

وفي الهندية

وأما ما يرجع الى الواهب فهو ان يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها ان يكون حراً عاقلاً بالغاً مالکاً - (ص ۳۷۴ ج ۴)

وفي شرح المجلة

يلزم في الهبة رضا الواهب فلا تصح الهبة التي وقعت بالجبر والاکراه - (ص ۳۸۶ ج ۳)

والله اعلم و علمه اتم واحکم

الجواب صحيح

صلاح الدين جتري الى

عبدالرحمن عفا الله عنه

طلاق کے بعد بچے کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے؟

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اس بیوی سے زید کی ایک بچی بھی ہے، طلاق کے بعد یہ بچی اپنی ماں کے پاس رہی کچھ عرصہ کے بعد اس کی ماں نے دوسرا نکاح کر لیا اب زید جو اس بچی کا باپ ہے وہ کہہ رہا ہے کہ بچی میرے پاس رہے گی اور نانی کہتی ہے کہ بچی کی تربیت و پرورش کا حق مجھے حاصل ہے، شریعت کی رو سے بچی کی پرورش کا حق کس کو حاصل ہے باپ کو یا نانی کو؟ بینوا تو جروا۔ (مستفتی خدا بخش)

جواب : مذکورہ صورت میں بچی کی والدہ نے جب دوسرا نکاح کر لیا تو اس سے اس کا حق حضانت ساقط ہو گیا، اب اس کی تربیت و پرورش کی زیادہ حقدار اس کی نانی ہے نہ کہ بچی کا باپ۔ تاہم بچی کے تمام اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔

فی الہدایۃ:

”باب حضانة الولد و من احق به“ واذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالام احق بالولد لما روى ان امرأة قالت يا رسول الله ان ابني هذا كان بطني له وعاء وحجرى حواء وثدى له سقاء وزعم ابوه انه ينزعه منى فقال عليه السلام. ((انت احق به مالم تتزوجى)) ولان الام اشفق واقدر على الحضانة فكان الدفع اليها..... والنفقة على الاب على ما ذكر..... فان لم تكن له ام فام الام اولى من ام الاب وان بعدت لان هذه الولاية تستفاد من قبل الامهات. (ہدایہ ج ۲ ص ۴۱۱)

(و کذا فی تنویر الابصار مع شرحہ ج ۵ ص ۲۵۳، ۲۶۲)

(و کذا فی النہر الفائق ج ۲ ص ۵۰۰)

(و کذا فی الجرارائق ج ۴ ص ۱۶۶ مطبوعہ ایچ ایم سعید)

واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

بندہ صلاح الدین ڈیروی

الجواب صحیح

عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

حکومت سے لون لے کر مکان وغیرہ بنوانے کا حکم

سوال : میرا ایک خالی پلاٹ ہے اس کے بنوانے کے لئے میرے پاس رقم نہیں ہے میں ایک عیالدار آدمی ہوں حکومت اس کے لئے رقم دے رہی ہے جسے لون کہتے ہیں، مثلاً ایک لاکھ دے کر ایک لاکھ تیس ہزار وصول کرے گی تو کیا میں لون لے کر مکان بنواؤں؟ ایسا کرنا میرے لئے جائز ہے؟ (مستفتی جلال الدین کورنگی)

جواب : واضح رہے کہ جس طرح سود کا لینا منع اور حرام ہے اسی طرح سود کا دینا بھی حرام ہے۔

لہذا مذکورہ صورت میں حکومت جو تیس ہزار زیادہ وصول کر رہی ہے یہ سود ہے، ایسا معاملہ کرنا شرعاً ناجائز ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔

لقلہ تعالیٰ:

”أحلّ الله البيع وحرم الربوا“.

فی الدرا المختار:

وفی الاشباہ: کل قرض جر نفعا حرام. وقال الشامی قوله (کل قرض جر نفعا حرام) ای

اذا كان مشروطا كما علما مما نقله عن البحر، وعن الخلاصة وفي الذخيرة: وان لم

يكن النفع مشروطا في القرص فعلى قول الكرخي لا بأس به. (ص ۳۹۵)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
بنده صلاح الدين ڈيروى

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

انگور کا پانی نچوڑ کر کچھ مدت کے بعد اس کا استعمال کیسا ہے؟

سوال: ہمارے علاقے میں بعض لوگ انگور کا پانی نچوڑ کر بوتل یا ڈبہ وغیرہ میں بند کر کے رکھ دیتے ہیں، کم از کم چار یا پانچ مہینے کے بعد اسے نکال کر استعمال کرتے ہیں، بعض لوگ بطور نشہ کے پیتے ہیں اور بعض لوگ اس لیے پیتے ہیں کہ یہ فلاں مرض کے لیے بہت مفید ہے حالانکہ یہ کسی ڈاکٹر کا مشورہ بھی نہیں ہوتا، اور اتنی مقدار میں پیتے ہیں کہ جس سے نشہ بھی نہیں ہوتا، البتہ بعض دفعہ آدمی نشہ ہو بھی جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اُس کو کوئی شراب قرار بھی نہیں دیتے بلکہ انگور کا پانی کہتے ہیں یہی اس کا اسم بن چکا ہے۔

لہذا براہ کرم حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔ (مستفتی: شیر نواز)

جواب: مذکورہ صورت میں جن علامات کا ذکر ہے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ انگور کا مذکورہ پانی شراب بن جاتا ہوگا، جو کہ حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔ اس کو استعمال کرنا، بیچنا، وغیرہ سب حرام اور ناجائز ہیں۔

نیز اُس کو بطور دواء کے استعمال کرنا بھی ناجائز ہے، مگر مخصوص صورت میں چند شرائط کیساتھ اُس کا استعمال شریعتِ مطہرہ نے جائز رکھا ہے۔ یاد رہے کہ اُس کو نام الگ دینے سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ بلکہ احادیثِ مبارکہ میں اس کو بھی قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے کہ ”شراب کو نام کچھ اور رکھ کر پیا جائے گا“۔ نعوذ باللہ۔

قال الله تعالى: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْانْصَابُ وَالْازْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ (سورة المائدہ، آیت نمبر ۹۰)

وفى الحديث عن ابى مالك الاشعري انه سمع رسول الله ﷺ يقول ليشربن ناس من امتى الخمر يسمونها بغير اسمها (رواه ابودانود وابن ماجه) مشكوة ج ۱ ص ۳۷۲

وفى التوير الخمر وهى النى من ماء العنب اذا غلى واشتد وقذف بالزبد ولم يشترطا قذفه وهو الاظهر . وحرم قليلها وكثيرها وحرم الانتفاع بها ولا يجوز بها التداوى (جلد ۱ ص ۳۰)

والله اعلم و علمه اتم واحكم
محمد شريف حسين عفا الله عنه

الجواب صحيح
عبدالرحمن عفا الله عنه

آدمی کا اپنے مطلقہ بیوی کے بچوں سے ملنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ: میرے کسی عزیز نے کافی عرصہ قبل اپنی اہلیہ کو طلاق دی تھی، جس سے بچے بھی ہیں، اب چونکہ دونوں میں اجنبیت آچکی ہے اس لیے رہتے وہ دونوں الگ الگ ہیں، تاہم کبھی کبھار وہ آدمی بچوں سے ملنے چلے جایا کرتے ہیں تو اس وقت بیوی (مطلقہ) الگ کمرے میں ہو جاتی ہے اور بچوں سے ملاقات کر کے واپس لوٹ جاتے ہیں۔ کیا شریعت مطہرہ کی روشنی میں مذکورہ شخص کی یوں آمد و رفت درست ہے؟

جواب : مذکورہ شخص کا بچوں سے ملنے جانا جائز بشرطیکہ خاتون (مطلقہ) اس سے پردہ کرتی ہو، اور اس بات کو ملحوظ رکھتی ہو کہ وہ بالکل اجنبیہ بن چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

قال الله تعالى في كلامه المجيد:

قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظو فروجهم..... وقل

للمؤمنات يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن اه (سورة النور)

الجواب صحيح

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالرحمن عفا الله عنه

محمد شريف حسين جتري عفا الله عنه

نابالغ بچوں کی چیزوں کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض والدین اپنے نابالغ بچوں کی مملو کہ چیزیں مثلاً ان کے کپڑے اور جوتے وغیرہ دوسرے بچوں کو صدقہ دیتے ہیں اور اس پر بچے بھی راضی ہیں اب سوال یہ ہے کہ نابالغ بچوں کا مال دوسروں کو دینا بطور صدقہ عاریت وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں؟ (مستفتی بشیر احمد)

جواب : والدین کے لئے بچوں کی مملو کہ چیزیں دوسروں کو صدقہ و ہبہ وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا والدین کو چاہیے کہ نابالغ اولاد کو عام استعمال کی چیزوں کا مالک نہ بنائیں بلکہ بغرض استعمال ان کے قبضہ میں دیدیں۔ اس صورت میں والدین بوقت ضرورت ان کو استعمال کر سکیں گے اور ہبہ وغیرہ میں دے سکیں گے۔

فی التویر و شرحہ:

لايجوز ان يهب شيئاً من مال طفله ولو بعوض لانها تبرع ابتداء- (ص ۵۰۲ ج ۸)

الجواب صحيح

والله اعلم و علمه اتم واحكم

عبدالرحمن عفا الله عنه

صلاح الدين جتري

ہدایت برائے مفتی

فتویٰ حاصل کرنے کیلئے آپ مندرجہ ذیل ہدایت پر عمل کیجئے

- ۱۔ کوئی بھی عمل کریں، دین اسلام کی ہدایات کی روشنی میں کریں آپ کی صحیح رہنمائی کوئی مستند مفتی، عالم دین ہی کر سکتا ہے۔
- ۲۔ اس نیت اور جذبہ سے فتویٰ حاصل کریں کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے رب کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟
- ۳۔ ایسے سوالات سے گریز کریں جن کا تعلق کرنے یا نہ کرنے سے نہ ہو۔ یا محض ایسی معلومات جن کے بارے میں قیامت کے روز ہم سے کوئی سوال نہ ہوگا۔
- ۴۔ تحریری فتویٰ حاصل کریں تاکہ آپ کے پاس تحریری جواب بطور سند رہے۔ زبانی جواب آپ بھول سکتے ہیں یا جلدی میں کبھی صحیح نہیں سمجھ پاتے۔
- ۵۔ ایک کاغذ پر دو سے زیادہ سوالات نہ لکھیں۔
- ۶۔ صاف تحریر اور مضمون واضح کر کے سوال اردو میں یا، عربی، فارسی زبان استعمال کریں۔
- ۷۔ اپنا فون نمبر اور پتہ ضرور درج کریں ہو سکتا ہے سوال پر کوئی تنقیح قائم ہو اور آپ سے رابطہ کی ضرورت پڑے۔
- ۸۔ بعض فتویٰ تحقیق طلب ہوتے ہیں، جواب میں تاخیر ہو سکتی ہے، جلدی کا اصرار نہ کریں۔
- ۹۔ ڈاک کے ذریعہ سوال بھیجیں تو جوابی لفافہ پر مکمل پتہ صاف کر کے لکھیں۔
- ۱۰۔ بعض فتاویٰ کا جواب صرف زبانی دیا جاتا ہے تحریری جواب سے معذرت کی جاتی ہے۔
- ۱۱۔ کسی بھی فتویٰ پر کوئی اجرت، معاوضہ نہیں لیا جاتا۔
- ۱۲۔ مستورات کو چاہئے کہ پردہ کا اہتمام کرتے ہوئے محرم کو ساتھ لیکر دارالافتاء کے دروازہ پر انتظار کریں اور مفتی صاحب سے اپنے محرم کے ذریعہ رابطہ کریں۔ ضرورت پڑی تو براہ راست بھی بات کر سکتی ہیں۔
- ۱۳۔ عدالتی فیصلوں سے متعلق شرعی حکم معلوم کرنا ہو تو عدالتی فیصلے کا اردو ترجمہ کسی مستند وکیل (ایڈوکیٹ) سے کرا کر سوال کیساتھ منسلک کریں۔